سعادت حسن منٹو



منٹو کے ڈرامے

منٹو کے ڈرامے

سعادت حسن منٹو

مکتبہ شعر و ادب، سمن آباد، لاہور

فہرس

پیش لفظ

میں اس وقت تک سو سے اوپر ریڈیائی فیچر اور ڈرامے لکھ چکا ہوں۔ جو آل انڈیا ریڈیو کے مختلف اسٹیشنوں سے براڈکاسٹ ہو چکے ہیں۔ اس مجموعے میں صرف اٹھارہ ڈرامے پیش کئے گئے ہیں۔ ان کی ٹکنیک جیسا کہ آپ کو ان کے مطالعے سے معلوم ہوگا۔ عام ریڈیائی ڈراموں سے مختلف ہے۔ مناظر کی تبدیلی میں جو دقت پیش آتی تھی۔ میں نے چند طریقوں سے دور کرنے کی سعی کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ یہ طریقے پیشہ ور نقادوں اور قدامت پرست تمثیل نگاروں کو پسند نہیں آئیں گے۔ مگر ان کی حرف گیری اس وقت تک بالکل فضول ہوگی۔ جب تک ان دقتوں کو دور کرنے کے لئے نئے طریقے ایجاد نہ ہوں جو ریڈیائی ڈرامے لکھنے میں پیش آتی ہیں۔

میں چونکہ اس میدان میں سب سے آگے ہوں اس لئے مجھے یقین ہے کہ مبتدی اور غیر مبتدی

ڈرامہ نویس دونو میرے یہ اٹھارہ ڈرامے پڑھ کر مفید معلومات حاصل کریں گے — اور بھی اچھا ہوگا اگر یہ لوگ میرے ڈرامے ریڈیو پر بھی سنیں۔ اس سے وہ میرے محاسن اور اپنے عیوب اچھی طرح معلوم کر سکیں گے۔ میں اسی طریقے سے اپنے عیب معلوم کرتا رہا ہوں۔

پڑھنے والوں سے میری درخواست ہے کہ وہ ان ڈراموں کو خاص ریڈیائی ڈرامے سمجھ کر پڑھیں۔ اس طرح وہ زیادہ لطف حاصل کریں گے۔

بعض ڈراموں کے متن میں مجھے چند تبدیلیاں کرنا پڑی ہیں۔ بلکہ یوں کہیے کہ وہ تبدیلیاں جو براڈکاسٹ کرتے وقت خاص مصلحتوں کی بنا پر کی گئی تھیں میں نے ان ڈراموں میں نہیں رہنے دیں البتہ اگر آپ کبھی یہ ڈرامے ریڈیو پر سنیں گے تو ان میں یہ تبدیلیاں ضرور ہوں گی۔

سعادت حسن منٹو

نیلی رگیں

افراد

سعید	(شاعر۔ آواز میں جذبات کا ہجوم۔ خوش گفتار)
کرشن	(سعید کا دوست)
ثریا	(ایک اجنبی عورت متلون مزاج)

سعید:۔ (ذیل کے اشعار پڑھتا ہے)

مرمریں پیکر پہ شبنم کے خطوط
سرد ہے دنیائے خواب
میرے برفانی تصور میں مگر

بہہ رہا ہے نیلگوں سیماب سا
جس طرح ساری ہو قلب و روح میں
اک حسین افعی کا زہر
چاند میں جس طرح نیلی شعاعوں کی جھلک
مرمریں پیکر پہ نیلم کے خطوط

کرشن :۔ تم اب دن بدن شاعر ہوتے چلے جا رہے ہو۔

سعید :۔ مجھے بھی یہی محسوس ہوتا ہے —— ان نیلی رگوں نے مجھے شاعر بنا دیا ہے میرے ذہن کی ہر سوٹ میں یہ رگیں رینگتی رینگتی پہنچ گئی ہیں (کرشن سے شدت کے ساتھ مخاطب ہو کر) —— کرشن : تم نے کبھی کسی عورت کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے ہیں۔

کرشن :۔ ٹھنڈے ہاتھ ......؟

سعید :۔ ٹھیرو! مجھے اپنا فقرہ درست کر لینے دو۔ پھر جواب دینا —— اب بتاؤ۔ کیا تم نے کبھی کسی اجنبی عورت کے ٹھنڈے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبائے ہیں —— ایسے ہاتھ جو چاند کی طرح خنک ہوں —— کسی اجنبی عورت کے ہاتھ جو تمہاری زندگی میں یوں داخل ہوں جیسے رات کے سنسان اندھیرے میں کوئی جگنو بھٹکتا ہوا آ نکلے۔

کرشن :۔ (مذاق کے طور پر) اپنی دم میں لالٹین باندھے —— نہیں۔ چاند کی ڈلی چوستا ہوا ادھر آ نکلے دھنتا ہے ا تمہیں آج کیا ہو گیا ہے سعید —— یہ ٹھنڈی یخ عورت تمہاری زندگی میں کب داخل ہوئی —— اگر سامنے

انگیٹھی میں دہکتے ہوئے کوئلے واقعی گرم ہیں تو جناب کو معلوم ہونا چاہئے کہ آج دسمبر کی ایک سرد رات ہے اور سرد راتوں میں برف کوئی نہیں پیتا۔ شراب تک کو اس کی سرد آغوش سے دور رکھا جاتا ہے ــــ مگر میں تو سبق پڑھانے لگا ــــ بتاؤ یہ سرد ہاتھوں والی عورت کون تھی؟

سعید:۔ سرد ہاتھوں والی اجنبی عورت کہو ــــ اجنبی (آہ بھر کر)..... کرشن تم نہیں جانتے یہ اجنبیّت کس قدر پرلطف شے ہے۔ سوچو تو اگر خدا بھی ہمارے دیس کا ہوتا۔ ہمارا دیکھا بھالا ہوتا تو ـ ـ ـ ــ تو اس کی خدائی کیسی ہوتی ــــ اجنبیت کیا ہے۔ نہیں تم نہیں سمجھ سکتے ــــ اجنبیت...... (وقفہ) ...... کبھی کبھی ہمارا جسم تالاب کے ٹھیرے ہوئے پانی کی طرح جس کی سطح پر کوئی اڑتا اڑتا پتا آن گرے کپکپا اٹھا کرتا ہے۔ یہ کپکپاہٹ جس کا کچھ مطلب ہوتا ہے اور کچھ مطلب نہیں بھی ہوتا۔ یہ کپکپاہٹ جو سرد اور گرم لہروں کا ایک الجھاؤ سا ہوتا ہے، (وقفہ) نہیں ــــ اجنبی عورت کی اجنبیت اس سے زیادہ اجنبی ہوتی ہے۔

کرشن:۔ (مذاقیہ انداز میں) ٹھنڈے ہاتھوں والی اجنبی عورت کی اجنبیت۔ ظاہر ہے اس سے بھی زیادہ اجنبی ہوتی ہو گی اور سرد بھی۔

سعید:۔ (کھوئے ہوئے انداز میں) گورے گورے ٹھنڈے ہاتھ اور ان پر پھیلی ہوئی نیلی رگیں جیسے برف میں نیلم کی لکیریں ــــ ان نیلی رگوں میں کہیں کہیں ہانپتی ہوئی لہو کے بہنے کی سی پھڑپھڑاہٹ...... نہیں میں کہیں بہک نہ جاؤں۔

کرشن:۔ آپ کو یہ اندیشہ بہت بعد میں ہوا ہے ــــ آپ بہک چکے ہیں۔ نہیں بہکے ہوئے ہیں۔

سعید :- یہ سن کر مجھے تعجب نہیں ہوا ــــ جب تک اس دنیا میں عورت، شراب اور
پھول موجود ہیں۔ انسان ضرور بہکیں گے اور بہکانے والا انسان عورت، شراب اور
پھول سے زیادہ خوبصورت ہوتا ہے۔

موسیقی دھیمے دھیمے سروں میں انبساط کروٹیں لے ــــ ایسا انبساط جس
میں دبلے دبلے درد کی جھلک بھی ہو ــــ عورت کی ہنسی بکھر سی
جائے۔ یہ ہنسی معصومانہ ہو ــــ چند لمحات تک یہ نغمہ جاری رہے اور
آہستہ آہستہ دھیما ہو کر بیک گراؤنڈ میں چلا جائے۔

ثریا :- میں بہک رہی ہوں۔
سعید :- تمہاری زندگی نیا لباس پہن رہی ہے۔
ثریا :- مجھے حجاب محسوس ہوتا ہے۔
سعید :- یہ نئے کپڑوں کا قصور ہے۔
ثریا :- اُف میرے ہاتھ کتنے ٹھنڈے ہیں۔
سعید :- میرے ہاتھوں میں دے دو ...... جوانی کے خیالوں کی سی گرمی تم ان
میں پاؤ گی۔
(ثریا سردی کے باعث "سی سی" کرتی ہے)
ثریا :- آہ ــــ تمہارے ہاتھ ــــ گرم ہیں .... ماں کی گود کی طرح ....
مجھے یاد ہے میری ماں بھی ہوا کرتی تھی۔

سعید:- ایک میری بھی تھی —— مائیں سب کی ہوتی ہیں مگر مصیبت یہ ہے ان میں سے
اکثر مر جاتی ہیں —— میری ماں کو مرے اتنے ہی برس ہو گئے ہیں۔ جتنے مجھے
زندہ رہتے۔

ثریا:- (ہلکی سی ہنسی) تم —— تم —— تم دلچسپ آدمی ہو —— تمہارا نام کیا ہے؛

سعید:- میرا نام —— بھئی حد ہو گئی —— پہلے تم اپنا بتاؤ۔

ثریا:- رسی سی کرتی ہے) سردی زیادہ ہو گئی ہے۔

سعید:- انگیٹھی میں کوئلے اور ڈال دیتا ہوں۔

ثریا:- ختم ہو گئے تو کیا کرو گے۔

سعید:- کچھ بھی نہیں۔ ختم ہو جائیں گے تو —— ختم ہو جائیں گے —— (وقفہ)
لیکن میرے پاس کاغذوں کا ایک انبار جو موجود ہے۔ اس کو جلانا شروع
کر دوں گا۔

ثریا:- لیکن ان کاغذوں پر تو شعر لکھے ہوتے ہیں۔

سعید:- اسی لئے تو کہتا ہوں کہ جلانے کے لئے اچھے رہیں گے۔ تمہارے آنے سے
پہلے میں ان شعروں کو بہت سنبھال سنبھال کے رکھتا تھا پر تمہارے آنے پر معلوم
ہوا کہ ان میں سے ہر ایک لکڑی کا کھلونا ہے —— لکڑی جلانے ہی کے کام تو
آتی ہے۔

ثریا:- دھواں دے گی۔

سعید:- (وقفہ) . . . . . تمہارا نام کیا ہے؛

ثریا:- میرا نام —— میرا نام —— دیکھو تم نے ابھی تک انگیٹھی میں کوئلے نہیں ڈالے

میں یہ مرزی برداشت نہیں کر سکتی ——— میرے ہاتھ ——— دیکھو میرے ہاتھ
پھر ٹھنڈے ہو گئے ——— لاؤ مجھے اپنے ہاتھ دو ——— کہاں ہیں تمہارے ہاتھ

سعید:- یہ رہے ——— اوہ ——— کمرے میں روشنی نہیں ہے ——— ٹھیک،
والٹین کونے میں پڑی ہے۔ اس کی چمنی کا تلا ٹوٹ گیا تھا ——— لیکن پھر میں
اس اندھیرے میں تمہیں دیکھتا کیسے رہا ——— بخدا تمہارے چہرے کا
ایک ایک خط میں نے غور سے دیکھا ہے ——— تمہارا تِل . . . . .

ثریا:- کہاں پر ہے یہ میرا تِل ؟

سعید:- گویا میں نے دیکھا ہی نہیں ——— میں سچ کہتا ہوں۔ ابھی ابھی تمہارا یہ تِل
چمک رہا تھا ——— کہاں پر تھا؟ ہونٹوں کی اختتامی نکون کے اوپر۔ دائیں آنکھ
کی پتلی کی سیدھ میں یعنی اوپر سے اگر عمود گرایا جائے تو اس تِل کو ضرور چھوئے
——— کیا غلط کہتا ہوں ؟

ثریا:- بالکل غلط۔

سعید:- تو پھر میں نے کہاں دیکھا تھا۔

ثریا:- یہ تِل ٹھیک اسی جگہ تمہارے چہرے پر ہے۔

سعید:- میرے چہرے پر ——— نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ——— لیکن ———
ارے ——— تم شاید ٹھیک کہتی ہو۔ اب مجھے یاد آیا۔ یہ تِل میرے ہی
چہرے پر ہے۔ کل جب تم برفانی رات میں مجھ سے ملی تھیں اور میں نے ماچس
جلا کر تمہاری طرف دیکھا تھا تو مجھے تمہارے ہونٹوں کے اختتامی کونوں
کے اوپر کی جگہ بہت پسند آئی تھی۔ اور میں نے سوچا تھا کہ اگر وہ تِل جو میرے

چہرے پر بیکار پڑا ہے۔ اڑ کر وہاں چلا جائے تو کیسا بھلا معلوم ہو ——

(دفعتاً) وہاں تل ضرور ہونا چاہئے۔ خواہ میرا ہو یا تمہارا اپنا۔

ثریا:۔ وہاں تل کا ہونا ضروری کیوں ہے؟

سعید:۔ ارے بھئی۔ وہاں تل کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں۔ دیکھو۔ . . . ٹھیرو۔ میں تمہیں تصویر بنا کر سمجھاتا ہوں —— لیکن تم دیکھو گی کیسے؟ —— یہاں تو سخت اندھیرا ہے —— اب میں تمہیں کیسے سمجھاؤں —— تل کا ہونا وہاں بہت ضروری ہے —— یعنی مجھے سخت روحانی کوفت ہوگی۔ اگر وہاں تل نہ ہوا۔

ثریا:۔ تمہیں روحانی کوفت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ تل وہاں موجود ہے۔

سعید:۔ ہونا چاہئیے تھا —— اگر نہ ہوتا تو بھی ہوتا (وقفہ) . . . . . لیکن . . . . لیکن تم نے جھوٹ کیوں بولا۔

ثریا:۔ اس لئے کہ یہ تل سے زیادہ خوبصورت چیز ہے —— میرا دل چاہتا تھا کہ تمہیں چھیڑوں . . . . . میں بڑی شریر ہوں (ہنسی)

سعید:۔ تمہیں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے —— داناؤں نے کہا ہے کہ جھوٹ نقصان دہ ہوتا ہے۔

ثریا:۔ یہ سب سے بڑا اور سب سے خوبصورت جھوٹ ہے جو داناؤں نے بولا —— لیکن میں پوچھتی ہوں تم نے جھوٹ کیوں بولا؟ —— ابھی ابھی تم کہہ رہے تھے کہ تمہارے ہونٹوں کے اوپر واقعی ایک تل موجود ہے —— کیا میں دیکھ سکتی ہوں۔

سعید:۔ (ہکلاکر) ابھی نہیں ہوگا اور بہت ممکن ہے کہ ہو ——— بہرحال کہیں
نہ کہیں موجود ہے ——— بات یہ ہے کہ میں اپنا چہرہ بہت کم دیکھا کرتا ہوں
آئینے سے مجھے نفرت ہے۔ اس میں اصلی شکل نظر نہیں آتی ——— میں نے
جب اپنا چہرہ اس میں دیکھا مجھے ایسا لگا۔ کہ اس پر کسی نے قلعی کر دی ہے۔
لعنت بھیجو ایسی واہیات چیز پر ——— جب آئینہ نہیں تھا۔ لوگ زیادہ
خوبصورت تھے اب آئینہ موجود ہے۔ مگر لوگ خوبصورت نہیں رہے۔

(وقفہ)

ثریا:۔ سردی ناقابل برداشت ہوگئی ہے ——— کوئلے ختم ہوگئے تو؟
سعید:۔ (اپنے خیال میں) ..... تو میں آئینے جلانا شروع کر دوں گا۔
ثریا:۔ آئینے؟
سعید:۔ اور کیا ——— نہیں میں بھولا ——— آئینے نہیں وہ کاغذ جن پر میں نے
شعر لکھے ہیں ——— یہ شعر آئینوں سے بھی بدتر ہیں۔
ثریا:۔ (ہنستی ہے) ——— تم بہت دلچسپ آدمی ہو ——— میں بہت خوش
ہوں ——— لیکن کوئلے؟

(ایسا نغمہ شروع ہو جس کے سُر شروع شروع میں بلند ہوں مگر بیچ بیچ
میں دھیمے ہو جائیں۔ ایسا معلوم ہو کہ سازوں میں سُر باقی نہیں رہے۔
موسیقی کے اس ٹکڑے کے دوران میں کہیں کہیں یہ آواز آتی رہے۔
"لیکن کوئلے ——— لیکن کوئلے ——— " یہ آواز سعید کی ہو۔)

سعید:۔...... لیکن کوئلے ـــــ لیکن کوئلے ـــــ کتنا اہم سوال ہے۔
(وقفہ) کرشن یہ شاعری سب بکواس ہے۔ آدھ سیر کوئلے شاعر کے دو
دیوانوں کے مقابلے میں زیادہ دیر تک چلتے ہیں اور زیادہ گرمی پہنچاتے ہیں
ـــــ ٹھنڈے ٹھنڈے گورے ہاتھ جن پر نیلی لکیروں کا جال سا بنا ہو
ضرور گرم ہونے چاہئیں۔

کرشن:۔ ضرور گرم ہونے چاہئیں ـــــ تمہارے چار دیوان کیا ان دو ہاتھوں
کو گرم نہیں کر سکے۔

سعید:۔ (آہ بھر کر) نہیں ـــــ کاش میں نے شاعری کے بجائے کوئلے
چننے کا کام کیا ہوتا۔ اب تک میں نے چار بوریاں بھر لی ہوتیں ... (وقفہ)

کرشن:۔ کس سوچ میں پڑ گئے۔

سعید:۔ سوچ رہا تھا اگر چار بوریاں کوئلوں سے بھر لی ہوتیں تو اس عورت کو شعروں
کی ضرورت ہوتی ـــــ ٹھنڈے شعروں کی ـــــ میں ایسی کئی عورتوں
کو جانتا ہوں جو شعروں کو ملائی برف کی طرح پلیٹ میں ڈال کر چمچے سے کھانا
پسند کرتی ہیں ـــــ (وقفہ) عورت نرالی ہے یا وہ جو عورتوں کو بناتا
ہے، نرالا ہے۔

کرشن:۔ دونوں نرالے ہیں۔ اس لئے کہ دونوں ہماری سمجھ سے بالا تر ہیں۔

سعید:۔ لیکن لوگ کہتے ہیں کہ شاعر دونوں کو اچھی طرح سمجھتا ہے۔

کرشن:۔ یہ بھی شاعری ہے۔

سعید:۔ لیکن مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے عورت کو سمجھنے کا گر پا لیا ہے

کرشن :- بتاؤ وہ گر کیا ہے۔

سعید :- اس کو سمجھنے کی کوشش ہی نہ کی جائے۔

(دونوں ہنستے ہیں ——— اس ہنسی کے ساتھ ہی طرب انگیز موسیقی کا ٹکڑا شروع ہو۔ آخر میں ثریا کے ہنسنے کی آواز آئے)

ثریا :- تم مجھے سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔

سعید :- ہر شے جو میرے گرد و پیش ہے یہ کہتی ہے مجھے سمجھو ——— اس انگیٹھی کا ہر بجھتا ہوا کوئلہ بھی یہی کہتا ہے مجھے سمجھو ——— دور آسمان پر ٹھٹھرے ہوئے تارے بھی اسی تمنا میں ٹمٹما رہے ہیں ——— چاند ——— یہ نقرئی طشتری میں جما ہوا پانی۔ یہ بھی تو کہتا ہے مجھے سمجھو ——— اور تمہارے ٹھنڈے ٹھنڈے ہاتھوں پر یہ نیلی نیلی رگیں جو کنوارے خیالوں کی طرح معصوم ہیں ——— کیا ان کو سمجھنے کی کوشش نہ کرنی چاہیئے۔

ثریا :- کھڑکی بند کر دو ——— چاند کی شعاعیں سردی میں اضافہ کر رہی ہیں...... کوئلے ؟ ... بس یہ آخری کوئلے تھے کیا ؟

سعید :- ہاں ——— آخری تھے۔

ثریا :- تو اب کیا ہوگا ——— سعید ——— میرے ہاتھ ——— ہائے۔ میرے ہاتھوں کا کیا ہوگا۔

سعید :- میرا نام تمہیں کیسے معلوم ہوا۔

ثریا :- کیا تمہارا نام سعید ہے۔

سعید:۔ سعید ہی تو ہے ـــــ اور ہو بھی کیا سکتا ہے پر تمہیں کیسے معلوم ہوا۔

ثریا:۔ (ہنستی ہے) ایک نجومی نے مجھ سے کہا تھا۔ ان برسوں میں تیری زندگی کے اندر ایک ساعتِ سعید آئے گی ـــــ یہ چند گھڑیاں جن میں میرے ٹھٹھرے ہوئے ہاتھ آگ تاپتے رہے ہیں۔

سعید:۔ ثریا ـــــ ثریا ـــــ (رُک کر) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کاش میرے پاس اور کوئلے ہوتے۔

ثریا:۔ (چونک کر) لیکن یہ تو میرا نام ہے ـــــ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میرا نام ثریا ہے۔

سعید:۔ یہ تارہ بہت اونچا ہے۔ ناقابلِ رسا اور بہت خوبصورت ـــــ

ثریا:۔ کیا میں خوبصورت ہوں؟

سعید:۔ خوبصورت بھی اور ناقابلِ رسا بھی۔

ثریا:۔ خوبصورت عورتوں سے تو لوگ محبت کرتے آئے ہیں۔ تم مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتے (بدلے ہوئے لہجے میں) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے اب تک یہ راز مجھ سے کیوں چھپائے رکھا کہ میں خوبصورت ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج جب کہ کوئلے ختم ہو چکے ہیں اور میری انگلیاں برف کی ڈلیاں بن رہی ہیں تم نے مجھے بتایا ہے کہ میں خوبصورت ہوں ـــــ میں خوش نہیں ہوئی ـــــ میں تم سے ناراض ہو رہی ہوں ـــــ سچ کہتی ہوں۔ تم سے ناراض ہونے کے لئے میں نے اپنے آپ کو بالکل تیار کر لیا ہے ـــــ میں عنقریب تم سے بگڑنے والی ہوں ـــــ (وقفہ ـــ لہجہ بدل جاتا ہے)

اچھا یہ بتاؤ۔ میں کتنی خوبصورت ہوں ——— تمہیں اندازہ تو ہوگا۔

سعید :۔ (توقف کے بعد) . . . . . کاغذ جلا دوں ——— کرنے کو ہے ہیں۔

ثریا :۔ پہلے یہ بتاؤ۔ میں کتنی خوبصورت ہوں . . . . تمہیں میری جان کی قسم ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ میں کتنی خوبصورت ہوں۔

(چند لمحات کے لئے خاموشی)

ثریا :۔ بتاتے کیوں نہیں ——— (وقفہ) . . . . . آہ۔ میں سمجھ گئی . . . . . تم کبھی نہیں بتاؤ گے۔ تم نہیں چاہتے کہ مجھے اپنے حسن کا ٹھیک اندازہ ہو . . . . . تم . . . . . . تم حاسد ہو . . . . . چونکہ آج تک کوئی خوبصورت عورت تمہاری زندگی میں نہیں آئی اس لئے تم چاہتے ہو کہ مجھے میرے حسن سے غافل رکھو . . . . اس غفلت کا تم ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتے ہو . . ——— لیکن میں خوبصورت ہوں۔ تمہارے اس دباؤ سے میرا حسن دب تو نہیں جائے گا ——— میرے ہاتھوں کی نیلی رگیں . . . . . کیا کہا تھا ایک بار تم نے . . . . برف میں نیلم کی لکیریں . . . . . . نہیں۔ یہ ان سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت ہیں ——— اور میرا تل ——— ہونٹوں کے اختتامی کونے کے اوپر وہ ننھا سا نقطہ ——— تم مجھے بتا چکے ہو کہ یہ خوبصورت ہے ——— اب یہ اور بھی خوبصورت ہوگا (ہنستی ہے) . . . . . میں اب سنگھار کیا کروں گی۔ سولہ سنگھار۔ ان سے میری اور بھی چھب نکلے گی۔ تم مجھے بہت نزدیک سے دیکھتے ہو۔ لیکن بہت جلد دور سے دیکھا کرو گے اور ——— ترسا کرو گے (وقفہ) . . . . . تم مجھے کیوں نہیں بتاتے کہ میں کتنی خوبصورت ہوں۔

سعید:۔ کوئلے بالکل بجھ گئے ہیں ـــــ انگیٹھی میں آخری چنگاری سفید راکھ کی گرد میں آنکھیں میچ رہی ہے۔

ثریا:۔ تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے ـــــ میں تم سے کیا پوچھ رہی ہوں ـــــ بتاؤ ـــــ بتاؤ سعید۔

سعید:۔ لو۔ وہ آخری چنگاری بھی سو گئی۔

ثریا:۔ میں تنگ آ گئی ہوں۔ سعید میرا جی چاہتا ہے۔ (غصے میں زور زور سے اپنے پیر اس فرش پر ماروں ...... تم ...... تم ...... تم بہت بدصورت ہو ـــــ اور ...... تمہارے پاس نگوڑے کوئلے بھی تو نہیں ہیں جو میں اپنے ہاتھ تاپ سکوں ...... تم کچھ بھی نہیں ہو ـــــ میں نے غلطی کی جو تمہارے پاس چلی آئی ـــــ میں اب فوراً چلی جاؤں گی۔ تمہارے پاس ایک منٹ نہیں ٹھیر سکتی۔

(تھوڑا وقفہ)

سعید:۔ (اس لہجے میں) سچ مچ جا رہی ہو۔

ثریا:۔ (غصے میں) مجھے روکنے والے تم کون؟

سعید:۔ جاتی ہو تو میرا یہ کمبل لیتی جاؤ ـــــ باہر ناقابلِ برداشت سردی ہے۔

ثریا:۔ تمہاری اس ہمدردی کا میرے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

سعید:۔ کمبل لپیٹ لو کہیں سردی نہ لگ جائے۔

ثریا:۔ تم میرے دل و دماغ پر طاری ہونے کی کوشش نہ کرو ـــــ تمہارا یہ کمبل مجھے پسند نہیں۔ اس کا رنگ نہایت ہی فضول ہے ـــــ اچھا تو میں چلی

سعید:۔ خدا حافظ۔

ثریا:۔ (تنگ آکر) تم کچھ نہ کہو ——— کچھ نہ بولو ——— خاموش رہو ——— میں
جانا چاہتی ہوں۔

سعید:۔ جاؤ۔

(وقفہ) ——— دروازہ کھولنے کی آواز ——— (وقفہ) ——— ثریا کی
آواز دور سے آئے)

ثریا:۔ چلی گئی ——— لیکن اب پھر نہ آؤں گی۔

سعید:۔ جاتے وقت تم بہت زیادہ حسین ہو گئی ہو ——— اتنی خوبصورت تم
پہلے کبھی نہ تھیں . . . . .

نوٹ:۔ دھیمے دھیمے سروں میں کوئی ساز بجایا جائے۔ سعید ذیل کے
اشعار گائے۔ درد بھری دھن میں)

موج سی پانی میں اک پیدا ہوئی
بہہ گئی
جیسے اک جھونکا ہوا کا
پاس سے ہو کر نکل جائے کہیں
چند روزہ آرزوؤں کا چراغ
جھلملا کر بجھ گیا۔

فیڈ آؤٹ

کبوتری

(مرغ کی اذان ——— پتھریلے زینوں پر قدموں کی آواز ——— پھر
مرغ کی اذان ——— قدموں کی آواز ——— مندر کا گھنٹہ ایک بار
بجتا ہے ——— وقفہ ——— دوسری بار بجتا ہے ——— وقفہ ———
دو لڑکیوں کے گنگنانے کی آوازیں جیسے وہ زیرِ لب پوجن کر رہی ہیں
——— یہ گنگناہٹ چند لمحات تک جاری رہتی ہے ——— اس کے
بعد آرتی شروع ہو ——— آرتی ختم ہو جاتی ہے ——— وقفہ ———
گھنٹہ ایک بار بجتا ہے ——— وقفہ ——— دوسری بار بجتا ہے
——— پتھریلے زینوں پر قدموں کی آواز۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ
دونوں لڑکیاں مندر میں سے باہر نکل رہی ہیں)

چندرا: درگی۔ آج کتنی ٹھنڈ ہے (سردی کے باعث سی سی کرتی ہے)

درگی :۔ دانت سے دانت بج رہے ہیں۔

(دور سے ڈھور ڈنگروں کے گلے میں بندھے ہوئے گھنگھروؤں کی آواز آتی ہے ——— چند لمحات تک یہ آواز آتی رہتی ہے جس سے یہ پتا چلے کہ پاس ہی سے یہ مویشی گذر رہے ہیں)

چندرا :۔ درگی آج وہ تیرا کمبل والا دکھائی نہیں دیا۔ جو تیری طرف گھور گھور کے دیکھا کرتا ہے۔

درگی :۔ آج کمبل نہ ملا ہوگا (ہنستی ہے)۔ . . . میں پوچھتی ہوں چندرا یہ موا ہر روز منہ اندھیرے کیوں آن ٹپکتا ہے ——— اس کی لال لال آنکھوں سے مجھے بہت ڈر لگتا ہے ——— چرس پی کے آتا ہوگا۔

چندرا :۔ جانے کیا پی کے آتا ہے پر میں اتنا جانتی ہوں کہ تجھے دیکھ کر اس کی پیاس بالکل بجھ جاتی ہے ——— درگی سچ کہتی ہوں وہ تجھ پر بہت بری طرح مرتا ہے۔

درگی :۔ تو میں کیا کروں ——— مرتا ہے تو مرے ——— میرا پیچھا چھوڑے ——— چندرا۔ تو سوچ تو سہی۔ اگر یہ موا ہر روز اسی طرح آتا رہا اور یہ بات اڑتی اڑتی ان کے کانوں تک پہنچ گئی تو آفت ہی آجائے گی۔

چندرا :۔ تو اس کا کوئی اوپائے کر ——— ایسی باتیں کب تک چھپی رہیں گی ——— یہ تو تجھے بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ صرف تیرے لئے آتا ہے۔

درگی :۔ لے میں نے قبول لیا۔ پر اب تو کوئی اوپائے بتا ——— کس طرح اس کا آنا بند ہو سکتا ہے۔ تجھے تو ایسی باتیں خوب سوجھا کرتی ہیں۔

چندرا:- (شرارت آمیز لہجے میں) تجھے کیسے سوجھیں گی تیرا من تو ہر وقت اس گھڑسوار تھانیدار کی بابت سوچتا رہتا ہے جو ایک روز سہرا باندھ کر تجھے اپنے ساتھ لے جائے گا اور تجھے وہ تمام باتیں سنائے گا جو ابھی تک وہ تجھ سے نہیں کہہ سکا ——— میں کہتی ہوں۔ درگی ——— تو بڑی بھاگوان ہے ——— ایسا اچھا بر تجھے مل گیا۔

درگی :- تجھے بھی مل جائے گا۔ ذرا بڑی تو ہو جا۔ زیادہ چنتا نہ کیا کر۔ یہ بر اپنے آپ مل جایا کرتے ہیں۔

چندرا :- میں بڑی تو ہو جاؤں گی۔ پر وہ تجھ جیسا روپ کہاں سے لاؤں گی ——— یہ جو میٹھی میٹھی باتیں کرنے اور دل موہ لینے کا ڈھنگ تجھے آتا ہے مجھے کہاں سے آئے گا ——— کیا تو سکھائے گی مجھے۔

درگی :- چندرا تو چھیڑ خانی کرتی ہے پر میرا دل تو بتاشے کی طرح بیٹھ رہا ہے ——— اس نگوڑے کمبل والے نے تو مجھ پر راتوں کی نیند اچاٹ کر دی ہے ——— (مرو کے کھانسنے کی آواز ——— یہ سن کر درگی ڈری ہوئی مدھم آواز میں کہتی ہے) چندرا ——— یہ کون کھنکار رہا ہے ——— یہ ——— یہ ——— یہ تو وہی ہے۔

چندرا :- (سرگوشی میں) ہاں ——— وہی ہے ——— وہ ببول کے نیچے کھڑا ہے

درگی :- اندھیرے میں یوں دکھائی دیتا ہے جیسے اس پیڑ کی چھال اتر کر ایک طرف کھڑی ہو گئی ہے۔

چندرا :- ہولے ہولے بات کر۔ سن لے گا ——— (سرگوشی میں) او دیکھ میرا کہا مان

اور آج اس سے مل کر سارا جھگڑا ہی چکا ڈے۔ صاف صاف کہہ دے کہ
یوں کسی کے پیچھے پرچھائیں کی طرح لگا رہنا اچھا نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی روز
بیکار تھانہ منتقل ہو جائے ـــــ بس اتنا کہہ دے کہ ان تلوں میں تیل نہیں
ـــــ سمجھیں

درگی :۔ سمجھ گئی۔ پر مجھے ڈر لگتا ہے ـــــ چندرا ایسا نہ ہو......

چندرا :۔ ایسا نہ ہو۔ ویسا نہ ہو ـــــ اب تو چھوڑ اس سوچ بچار کو۔ جا اس سے
بات کر ـــــ ایسا موقع پھر نہیں ملے گا ـــــ آس پاس اس وقت کوئی ہے
بھی نہیں۔

درگی :۔ (جھجک کے ساتھ)... جاتی ہوں۔

چندرا :۔ اب چلی بھی جا ـــــ کھڑی ٹکٹکی لگا کر میرا منہ کیا دیکھ رہی ہے۔ جا۔

درگی :۔ تو بھی ساتھ چل۔ دونوں بات کریں گے۔

چندرا :۔ تو ٹھہر میں اسے یہیں بلاتی ہوں ـــــ کھڑی رہ۔ بھاگتی کہاں ہے۔

درگی :۔ (ڈر کر) تو نے سچ مچ اسے اشارہ کر دیا ـــــ چندرا وہ آرہا ہے۔

چندرا :۔ تو کیا ہوا۔

(چند لمحات کا وقفہ ـــــ بالکل خاموشی)

درگی :۔ (سرگوشی میں) پہلے تجھے ہی بات کرنی پڑے گی۔ مجھ سے نہ بولا جائے گا۔

(وقفہ)

کمبل پوش :۔ (رک رک کر) مجھے..... مجھے ـــــ کیا تم نے مجھے بلایا تھا۔

چندرا :۔ ہاں ـــــ ہم نے ہی بلایا تھا ـــــ بولو۔ تم کیا چاہتے ہو ـــــ تم اس

لڑکی کا پیچھا کیوں نہیں چھوڑتے ـــــــ کیوں ہر روز تم اس مندر کے
پاس آن کھڑے ہوتے ہو۔ اگر تمہیں پوجا کرنی ہوتی ہے۔ تو مندر میں کیوں نہیں
جاتے باہر سردی میں کیوں ٹھٹھرتے رہتے ہو۔

کمبل پوش:۔ دیوی۔ پوجا مندروں کے باہر بھی ہو سکتی ہے۔

چندرا:۔ سنا تم نے درگی ـــــ

درگی:۔ (گھبرا کر) . . . . چلو۔ چندرا چلیں۔

چندرا:۔ اگر تجھے مندروں کے باہر ہی پوجا کرنی ہے تو کرو پر تو درگی کی طرف گھر
گھور کے کیوں دیکھا کرتا ہے۔

کمبل پوش:۔ میں تو جدھر دیکھتا ہوں اُدھر مجھے اپنے ہی وچار نظر آتے ہیں ـــــ
میں انہیں ہی گھور گھور کے دیکھتا ہوں۔ اس کو تو میری آنکھیں دیکھ ہی نہیں سکتیں
میرے وچار ہر چیز پر کہرے کی طرح چھا جاتے ہیں۔

درگی:۔ جانے کیا پہیلیاں بکھر رہا ہے۔ آؤ چلیں۔

چندرا:۔ (درگی سے) ٹھیر۔ مجھے پوری بات تو کر لینے دے (کمبل پوش سے)
تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنی ہٹ نہیں چھوڑے گا۔

کمبل پوش:۔ ہٹ تو وہ کر سکتا ہے۔ جس میں ہٹ کرنے کی شکتی ہو۔ میں کیا ہٹ
کروں گا۔ میری تو کوئی چیز بھی میرے بس میں نہیں۔

چندرا:۔ جبھی تو یہ پاگل پن تیرے سر میں سما گیا ہے۔

درگی:۔ (تنگ آکر) . . . . میں تجھ سے ایک بات پوچھوں ـــــ کیا تو پیار کرتا
ہے مجھ سے؟

چندرا:- جواب دے اس کی بات کا۔

کمبل پوش:- (اداس آواز میں) اب کوئی بات جواب دینے کی نہیں رہی ——
میں کل سے ادھر نہیں آؤں گا . . . . (خشک پتوں پر چلنے کی آواز ——
چند لمحات کے لئے)

درگی:- چندرا۔ اس کی آواز میں ان سوکھے ہوئے پتوں کی سی کھڑکھڑاہٹ تھی
—— اس آدمی سے مجھے اتنا ڈر کیوں لگتا ہے . . . . ؟

(سوکھے ہوئے پتوں پر چلنے کی آواز —— ٹہنیاں چٹختی ہیں پتے کھڑکھڑاتے
ہیں —— یہ آوازیں آہستہ آہستہ فیڈ ہوتی جائیں —— ذیل کے گیت
کے سر ابھرتے آئیں)

کھڑکھڑ پت جھڑ آئی —— پگلے
کھڑکھڑ پت جھڑ آئی

جھکڑ چیخے، شاخیں چٹخیں، سوکھے پتے ٹوٹے
آشا کی کلیاں کملائیں، کانچ کے سپنے ٹوٹے
پریم کا سندر دیپک بھڑکا، من کی چتا جلائی

کھڑکھڑ پت جھڑ آئی —— پگلے
کھڑکھڑ پت جھڑ آئی

راس نہ آیا دکھیاروں کو پل بھر کا مسکانا
آنکھ کی اک جھپکی میں بکھرا پریم کا تانا بانا
کیسا پھوٹا بھاگ بنایا، ہے بھگوان دہائی،

کھڑکھڑاہٹ جھڑ آئی ــــ پگلے
کھڑکھڑاہٹ جھڑ آئی

نوٹ:۔ اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا جائے کہ یہ گیت ایک ہی وولیوم میں براڈکاسٹ نہ ہو ــــ مصنف یہ چاہتا ہے کہ گیت کے سُر کبھی دھیمے ہو جائیں اور کبھی اونچے ہو جائیں جس سے سننے والوں کو یہ معلوم ہو کہ کوئی آدمی دور گا رہا ہے جس کی آواز ہوا کے جھونکوں سے آ رہی ہے۔ یہ گیت کمبل پوش کا ہوگا)

کمبل پوش:۔ دور دور تک جدھر نظر دوڑاتا ہوں اونچے اونچے پیڑ دکھائی دیتے ہیں۔ جن کی ٹہنیوں سے پتے یوں جھڑ گئے ہیں جیسے میری آشائیں ــــ اب میں بھی اس ویرانے کا ایک ٹنڈ منڈ پیڑ ہوں ــــ ہوائیں اداسیوں سے بوجھل ہو رہی ہیں ــــ سوکھے پتے کھڑکھڑاتے ہیں۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے اداس دل دھڑک رہے ہیں ۔ (چیل کی اداس چیخ) چیل کی اس پتلی آواز نے میرے سارے جیون پر ایک لکیر سی کھینچ دی ہے ــــ (گھبرا کر) مجھے کیا ہو گیا ہے . . . . (چونک کر) . . . . تم . . . تم کون ہو؟

کملو:۔ (ستا کر) میں ــــ میں کملو ہوں۔

کمبل پوش: کملو کون ــــ تو یہاں جھاڑیوں کے پیچھے کیوں چھپی ہوئی تھی۔

کملو:۔ مجھ سے کسی نے کہا تھا کہ تم سادھو ہو ــــ دل کی باتیں بتا سکتے ہو ــــ

ـــــ میں تم سے کچھ پوچھنے آئی تھی۔

کمبل پوش :۔ (ہنستا ہے) یہ تم سے کس نے کہا۔

کملو :۔ سارے گاؤں والے یہی کہتے ہیں۔

کمبل پوش :۔ (ہنستا ہے) کیا کہتے ہیں۔

کملو :۔ گاؤں میں آج کل تمہارا بہت چرچا ہے۔ لوگ کہتے ہیں تم دنیا چھوڑ کر اس جنگل میں آ بیٹھے ہو اور ایشور بھگتی کر رہے ہو۔ اگر تم کسی کو آشیش دو گے تو اس کا بیڑا پار ہو جائے گا۔

کمبل پوش :۔ (سرد آہ بھر کر) جو اپنے لئے کچھ نہ کر سکا وہ تیرے لئے کیا کر سکے گا بھولی لڑکی ـــــ یہ دنیا والے کیسے ہیں۔ جو آدمی بالکل نراش ہو کر ایک کونے میں بیٹھ جائے اسے اپنی مشکلیں آسان کرنے والا سمجھنے لگتے ہیں ـــــ بول تو بھی تو کیا چاہتی ہے۔

کملو :۔ (بڑے بھولے پن کے ساتھ) اس پھاگن کو میرا بیاہ ہونے والا تھا پر....

کمبل پوش :۔ بول ـــــ بول ـــــ اس پھاگن کو تیرا بیاہ ہونے والا تھا پھر....

کملو :۔ (شرما کر) ہمارے گاؤں کا ایک پٹواری ہے۔ اس کی ماں سے نہیں بنتی۔ اس کلموہے نے بھانجی ماری اور بیاہ رک گیا ـــــ کوئی ایسی بات کرو جس سے یہ روک دور ہو جائے ـــــ اگلے مہینے درگی کا بیاہ ہو رہا ہے۔ وہ مجھ سے دو برس چھوٹی ہے ـــــ (شرما کر جلدی جلدی) .... اب ـــــ اب میں تم سے کیا کہوں۔ تم ساری بات سمجھ تو گئے ہو۔

کمبل پوش :۔ درگی کا بیاہ ہو رہا ہے ـــــ کیا سچ مچ درگی کا بیاہ ہو رہا ہے۔ کیا

اگلے مہینے وہ بیاہ دی جائے گی۔ اگر یہ سچ ہے تو وہ ــــ اتنی سندر کیوں
تھی؟

کملو:۔ کیا کہا۔

کمبل پوش:۔ (سنبھل کر) کچھ نہیں ــــ دیکھ کملو ــــ میں نے آج تک اپنے لئے
بھی ایشور سے کچھ نہیں مانگا۔ پر میں تیرے لئے ضرور پرارتھنا کروں گا۔ ایک شرط پر
کہ تجھے میرا ایک چھوٹا سا کام کرنا ہوگا۔

کملو:۔ بولو کیا کام ہے ــــ میں ضرور کروں گی۔

کمبل پوش:۔ جب ورگی سج بن کر دلہن بن جائے گی اور اس کا من کبوتری کے پروں
کی طرح آنے والی گھڑیوں کے گرم گرم خیالوں سے بھرا ہوگا تو کملو تو اسے ایک
طرف لے جائیو اور اس کے کان میں ہولے ہولے کہیو: وہ آدمی جو تجھے ہنڈ
کے پاس گھور گھور کے دیکھا کرتا تھا۔ گم ہو گیا ہے۔ اب صرف اس کی آواز
رہ گئی ہے جو سدا اس گاؤں کی پگ ڈنڈیوں پر بھٹکتی رہے گی ــــ
بھول نہ جائیو کملو ــــ جب گزرتے کی رو آخری بار ورگی کے مکھڑے پر
جھلملائے گی تو میری جگہ تو آگے بڑھے گی اور دھیرے سے یہ کہہ کر اسے بجھا
نے گی: لے اب تو پھسل کر اندھیرے میں ڈوب جا ــــ کملو یہ
سب باتیں تجھے کہنی پڑیں گی (دھیان سے عقب میں شہنائیوں کی آواز شروع ہو
بالکل دھیمی) ۔ ۔ ۔ ۔ جب شہنائیاں بج رہی ہوں گی اور ایسا معلوم ہوگا کہ تیکھے
تیکھے سُر آپس میں ننھی ننھی چڑیوں کی طرح لڑ جھگڑ رہے ہیں تو کملو تو اس سے
کہے گی: جا۔ ارمانوں بھری ڈولی میں بیٹھنے سے پہلے اس آدمی سے مل جا

کے دل میں اب کوئی ارمان نہیں رہا۔ وہ مندر کے پاس تیرا انتظار کر رہا ہے.....

(شہنائیوں کی آواز عقب سے اُبھر آئے۔ ایسا معلوم ہو کہ شادی ہو رہی ہے۔ شہنائیوں کے عقب میں ہجوم کا ریکارڈ بھی لگا دیا جائے تاکہ آواز کا یہ پردہ دبیز ہو جائے ___ چند لمحات کے بعد شہنائیوں کی آواز فیڈ کر دی جائے)

نوٹ:۔ جونہی شہنائیوں کی آواز تحلیل ہو۔ پانچ چھ لڑکیوں کی ہنسی کا ایک فوارہ سا چھوٹ پڑے۔

چندرا:۔ رادھا۔ درگی کی اس چھم چھم کرتی چرلی کی طرف تو دیکھ۔ کیا ہنسی چھنسی آتی ہے۔

رادھا:۔ اور یہ اس کی گھگری ___ اوپر سے میٹھا میٹھا اور نیچے سے کھلا کھلا جھول ___ دور سے دیکھ۔ ایسا لگتا ہے کھمبی پر تیتری بیٹھ گئی ہے۔

درگی:۔ چل ہٹ دور ہو۔

رادھا:۔ افوہ ___ بڑی لاج آتی ہے میری بنو کو ___ آج رات ___

آج رات درگی اس کا منہ ہاتھ سے بند کر دیتی ہے۔ رادھا کی سانس بند ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ وہ درگی کا ہاتھ ہٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتی ہے درگی ___ درگی ___ نہ کر ___ میری سانس رک جائے گی ___

یہ میری نگوڑی ناک کل سے بند ہے ۔ــــ اب چھوٹی ہوئے درگی ہاتھ ہٹا لیتی ہے) ابھی ایسا مذاق ہمیں اچھا نہیں لگتا اور جو ہم تیرا گلا گھونٹ دیں ......

چندرا: چل دور ہو۔ موئی کل جیسی ــــ

رادھا:۔ تجھے کس نے بیچ میں پنچ بنایا ہے ۔ میں جو چاہوں کہوں گی ــــ (ہم درگی میری ایک بات تو سن ــــ (شرارت آمیز لہجے میں) آج وہ تیرا تھانیدار لوٹ پوٹ ہی تو ہو جائے گا تجھے ان کپڑوں میں دیکھ کر۔

کملو:۔ اب تو درگی تھانیدارنی ہو جائے گی۔

(سب لڑکیاں ہنستی ہیں)

درگی:۔ تو کیوں جلتی ہے۔

چندرا:۔ درگی بات سن میری ــــ (ادھر آ درگی کے جھانجھ بندھے پیروں کی آواز) ــــ ارے مجھ سے کیوں جھینپتی ہے۔ میں تھانیدار تھوڑی ہوں

درگی:۔ بول کیا کہنا ہے تجھے۔

چندرا:۔ اگر اس نے تجھے ہتھکڑی لگا دی تو وہ باتیں تیری ساری دھری رہ جائیں گی۔ جو تو نے مجھ سے کہی تھیں ــــ وہ تیری ہٹ نہیں مانے گا۔ ایسے تو بہت سے گر آتے ہوں گے منانے کے ــــ (یوں یہ رادھا ہنستی ہے)

رادھا:۔ ہنستی ہے، سچ ہے۔ ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال دے تو کیا کرے گی بیچاری درگی ــــ ماننا ہی پڑے گی بابا ــــ یہ تھانیدار میں سنتی ہوں بہت کڑے مزاج کے ہوتے ہیں۔

درگی :- بس تو اب رکے گی نہیں ـــــ اپنی بکواس کرتی ہی چلی جائے گی (لہجہ بدل کر) ...... ان کا مزاج تو بہت نرم ہے ـــــ وہ تو مجھ سے کچھ نہ کہیں گے

چندرا :- ہاتھ تک نہ لگائیں گے ـــــ تو بھولی ہو رہی۔

رادھا :- درگی سچ سچ بتا ـــــ ان سے ملے تجھے کتنے دن ہو گئے ہیں۔

درگی :- (جھوٹ بولتی ہے) ... میں نے تو انہیں کبھی دیکھا ہی نہیں اور پھر میں ان سے کیوں ملنے لگی ـــــ میرے کیا لگتے تھے جو میں ان سے ملتی۔

چندرا :- میرے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آئی ـــــ ابھی تو اس سے کل ہی مندر کے پرلی طرف بیروں کے جھنڈ میں چھپ چھپ کر باتیں کر رہی تھی اور میں دور کھڑی دیکھ رہی تھی کہ کوئی آ نہ جائے۔

کملو :- درگی۔ بتا کیا باتیں ہوئی تھیں؟

درگی :- جانے میری جوتی کیا باتیں ہوئی تھیں ـــــ مجھے کیا غرض پڑی تھی اس سے ملنے کی۔ چندرا تو مجھ سے ضرور پٹے گی۔

رادھا :- ہائی بابا ـــــ پروں پہ پانی ہی نہیں لیتی ـــــ تو کیا ہوا۔ تو نے ان سے بات چیت کی تو بڑا اچھا کیا۔ جھجک دور ہو گئی ـــــ آج جب وہ تجھے ڈولی میں ڈال کر لے جائیں گے تو شرم سے گٹھڑی سی تو نہ بنے گی ـــــ بڑی میٹھی میٹھی باتیں ہوں گی۔ وہ تجھے دھیرے دھیرے چھیڑیں گے ـــــ گدگدائیں گے۔ کبھی تو بھی ان کو ستائے گی چہلیں ہوں گی اور پھر .....

درگی :- (بات کاٹ کر) تیرا من کیوں للچاتا ہے؟

(ایک اور لڑکی بھاگی بھاگی آتی ہے۔ "درگی۔ درگی" کہتی ہے ـــ پہلے یہ آ ملا نہ

دور سے آتی ہے۔ پھر قریب تر ہوتی جاتی ہے)

کانتا :۔ درگی ــــ درگی ــــ درگی ــــ برات آگئی ــــ (کملو سے) کملو۔ درگی کا دولہا میں نے دیکھا ــــ بڑا سندر ہے ــــ یہ بڑی بڑی کالی مونچھیں ــــ لمبا تڑنگا ــــ اچھا گبرو جوان ہے۔ (یہاں سے شہنائیوں کی آواز فیڈ ان کی جائے ــــ آہستہ آہستہ یہ آواز ابھرتی آئے۔ بہت آہستہ آہستہ)... گھوڑی بہت سندر ہے ــــ (درگی سے) درگی اب تو تو کھاٹ پر بیٹھی راج کرے گی ــــ رادھا ــــ چندرا۔ کملو آ و چلیں۔ برات دیکھیں ــــ تو کھڑکی میں سے چپکے چپکے سب کچھ دیکھ لیجو ــــ چلو چلیں (تین چار لڑکیوں کے جانے کی آواز ــــ ہنسی اور باتوں کا ملا جلا شور ــــ شہنائیوں کی قدرے آواز ابھر آتی ہے ــــ چند لمحات تک کوئی نہیں بولتا)

درگی :۔ کملو۔ جا تو بھی جا۔ باہر جا کے تو بھی تماشا دیکھ۔

کملو :۔ مجھے ایک ضروری بات کہنی ہے تجھ سے۔

درگی :۔ ضروری بات ــــ کیسی ضروری بات

کملو :۔ (دبی زبان میں) وہ آدمی جو تجھے مندر کے پاس گھور گھور کے دیکھا کرتا تھا گم ہو گیا ہے (درگی ایک آہ کے ساتھ کہتی ہے "گم ہو گیا ہے") اب صرف اس کی آواز رہ گئی ہے جو سدا اس گاؤں کی پگڈنڈیوں پر بھٹکتی رہے گی ــــ پھر اس نے کہا تھا....

درگی :۔ (کمزور آواز میں) .... کیا کہا تھا۔

کملو :۔ جب کنوار پنے کی تو آخری بار درگی کے مکھڑے پر جھلملائے گی تو میری جگہ تو آ گئے

بڑھے گی اور دھیرے سے یہ کہہ کر اسے بجھا دے گی۔ لے اب تو مسل کر اندھیرے میں ڈوب جا۔ شہنائیوں کی آواز ایک لمحے کے لئے اونچی ہو جاتی ہے)

درگی :۔ دوڑ کر چیختی ہے) کملو۔

کملو :۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جب شہنائیاں بج رہی ہوں گی اور ایسا معلوم ہو گا کہ تیکھے تیکھے سر آپس میں ننھی ننھی چڑیوں کی طرح لڑ جھگڑ رہے ہیں تو کملو تو اس سے کہے گی یہ جا۔ ارمانوں بھری ڈولی میں بیٹھنے سے پہلے اس آدمی سے مل آ جس کے دل میں اب کوئی ارمان نہیں رہا ـــــ وہ مندر کے پاس تیرا انتظار کر رہا ہے ـــــ بس یہی اس کا سندیس تھا جو میں نے تجھے دے دیا۔

درگی :۔ وہ مندر کے پاس میرا انتظار کر رہا ہے ـــــ کیوں ہ ـــــ کملو وہ مندر کے پاس میرا کیوں انتظار کر رہا ہے ؟ ـــــ میں نہیں جاؤں گی ـــــ میں نہیں جاؤں گی ـــــ وہ مجھے کیوں ڈراتا ہے کملو ـــــ وہ کیوں میرے پیچھے پڑا ہے ـــــ میں نے اس کا کیا بگاڑا ہے ـــــ وہ کیوں میری مانگ کا سیندور مٹانا چاہتا ہے ـــــ میں نہیں جاؤں گی ـــــ میں کبھی نہیں جاؤں گی۔ ۔ ۔ ۔

(شہنائیوں کی آواز بلند سے بلند تر ہو جاتی ہے ـــــ آخر میں جھانجھ کی جھنکار کے ساتھ یہ آواز بلندی پر جا کر رک جاتی ہے ـــــ ایک لمحے کے لئے مکمل سکوت ـــــ پھر سوکھے ہوئے پتوں اور خشک ٹہنیوں پر کمبل پوش کے چلنے کی آواز ـــــ)

کمبل پوش :- (خشک پتوں پر چلتے ہوئے) نہیں آئی (رک جاتا ہے) نہیں آئی
برات چلی گئی۔ وہ نہیں آئی ——— آتی بھی کیوں؟ میرا اس پر کیا ادھیکار
تھا —— (وقفے کے بعد اپنے آپ سے) ارے مورکھ وہ بول جو تیرے ہونٹوں پر
نہیں آئے کیا انہیں کے بل پر تو اسے یہاں بلانا چاہتا تھا۔ (اداس ہنسی)
کیسے کیسے مورکھ اس دنیا میں بستے ہیں —— (وقفہ) وہ آجاتی ——— اسے
آخری بار دیکھ لیتا (لہجہ بدل کر) تو کیا ہوتا؟ سب من پرچاوے کی باتیں ہیں (خشک
پتوں پر چلتا ہے) ٹھیک ہے۔ پھر اس کو دیکھنے اور بار بار دیکھنے کی چاہ میرے
دل میں کیوں چٹکیاں لیتی ہے ———

میرے دل کی ویرانی کیسی ہے کہ جوں جوں بڑھتی ہے ایک آبادی سی پیدا ہوتی
جاتی ہے۔ آج برسوں کا باغی من کیوں چاہتا ہے کہ کسی مٹی کی مورتی ہی کے سامنے
جھک جاتے (خشک پتوں پر چلنے کی آواز) .... کچھ سمجھ
میں نہیں آتا ——— وہ اگر نہیں آئی تو اس نے ٹھیک کیا۔ اسے کیا غرض پڑی تھی
یہاں آنے کی ——— میں کون ہوں ——— پر ——— پر ——— یہ بھی تو ٹھیک
ہے کہ میں ——— میں ——— (رک جاتا ہے) یہ زبردستی ہے ——— مجھے اس
پر کوئی ادھیکار نہیں ——— میں مورکھ ہوں۔ مہا مورکھ۔ (خشک پتوں پر چلتا ہے)
...... اس مندر میں وہ سورج کی پہلی کرن کی طرح آیا کرتی تھی پر اب نہیں
آئے گی ——— مندر بالکل سونا ہو جائے گا۔ میرے اداس دل کی طرح ———
(پتھریلے زینوں پر قدموں کی آواز ——— مندر کا گھنٹہ ایک بار بجتا ہے ———
وقفہ ——— دوسری بار بجتا ہے ——— وقفہ) اس مورتی کی طرف دیکھتا ہوں

تو ایسا معلوم ہوتا ہے میرا ہی کوئی نامکمل خیال باہر نکل کر بکھر گیا ہے ـــــ باسی پھولوں کی باس کتنی اداس ہے ـــــ پھول میں سے جب باس نکلتی ہے تو اس کو تکلیف تو ضرور ہوتی ہوگی ـــــ فرش پر چنبیلی کی یہ بکھری ہوئی پتیاں کتنی نڈھال دکھائی دیتی ہیں ـــــ میں بھی کتنا نڈھال ہوں ـــــ (وقفہ) . . . . . جی چاہتا ہے پرارتھنا کروں ـــــ پر ان نیند کے ماتے دیوتاؤں کو پہلے جگا تو لوں (چند لمحات گھنٹہ بجاتا ہے) ـــــ بھگوان ـــــ دنیا کو تباہ اور برباد کرنا تیرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ـــــ تو بھونچال لا سکتا ہے۔ آکاش سے بجلیاں گرا سکتا ہے ـــ ـ تو سب کچھ کرا سکتا ہے۔ میں التجا کرتا ہوں کہ تو میرے اس ننھے سے دل میں اُس کا خیال کچل دے ـــــ یہ نہیں کر سکتا تو میری تمام سوچنے سمجھنے کی طاقتیں مجھ سے چھین لے ـــــ میرے پہلو میں دل کی جگہ برف کا ڈھیلا رکھ دے جس پر کوئی لکیر اگر کھنچ جائے تو اپنے آپ مٹ جائے ـــــ میں اس کو بھول جانا چاہتا ہوں اس لئے کہ اس کو یاد کرنے کا مجھے کوئی بھی ادھیکار نہیں . . . . . .

(وقفہ ـــــ پتھریلے فرش پر چند قدموں کی آواز ـــــ گھنٹہ ایک بار بجتا ہے ـــــ وقفہ ـــــ پتھریلے زینوں پر قدموں کی آواز ـــــ فیڈ آؤٹ فیڈ ان گھوڑے کی ٹاپ۔)

نوٹ:۔ گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز چند لمحات تک آتی رہے۔ اس کے بعد گھوڑے کو رکنے کی آواز آئے۔

تھانیدار :۔ تم تھک گئی ہو گی ــــــ یہاں اس جھاڑ کی چھاؤں میں کچھ دیر ستالیں پھر چلیں گے (گھوڑے پر سے اترنے کی آواز)

درگی :۔ میں تو نہیں تھکی ــــــ آپ نے گھوڑی کیوں روک لی۔

تھانیدار :۔ یہاں کچھ دیر بیٹھیں گے۔ کچھ باتیں کریں گے ــــــ تمہارے گھر پہنچ گئے تو تم سے باتیں کرنے کا موقع کہاں ملے گا۔

درگی :۔ (شرمیلی ہنسی) آپ کی تو باتیں ہی ختم نہیں ہوتیں ــــــ اتنی تو کر چکے۔

تھانیدار :۔ ابھی تو میں نے شروع بھی نہیں کیں اور تم گھبرا گئیں ــــــ مرد بڑے باتونی ہوتے ہیں درگی (ہنستا ہے)۔ ۔ ۔ ۔ لو اب میرا سہارا لیکر نیچے اتر آؤ۔

درگی :۔ (نیچے اترتی ہے) اب نیچے اتری ہوں تو تھکن ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے ــــــ چلتے رہتے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

تھانیدار :۔ عورتیں جھوٹ بہت بولتی ہیں

درگی :۔ میں نے کب جھوٹ بولا۔

تھانیدار :۔ اب تم چاہتی ہو کہ جس طرح میں تھانے میں جھوٹ بولنے والوں سے سچ کہلواتا ہوں اس طرح تم سے بھی کہلواؤں ــــــ سو یہ میں کر نہیں سکتا۔

درگی :۔ کیوں ؟

تھانیدار :۔ اس لئے کہ تمہارے سامنے میں تھانیدار نہیں رہتا۔

درگی :۔ کیا رہ جاتے ہیں۔

تھانیدار :۔ سب جانتی ہو پھر کیوں پوچھتی ہو ــــــ چلو آؤ بیٹھ کر کچھ کھالیں۔

(تھوڑا وقفہ) ٹھیرو مجھے یہ چادر بچھا لینے دو ــــــ بیٹھ جاؤ ــــــ بیٹھ جاؤ۔

میرے لئے کافی جگہ نکل آئے گی ـــــ اب بیٹھ بھی جاؤ۔

درگی :- پہلے آپ بیٹھیے۔

تھانیدار :- تو یہ جھگڑا کبھی ختم نہ ہوگا۔ میں کہوں گا تم پہلے بیٹھو تم کہو گی میں پہلے بیٹھوں ـــــ لو اب بیٹھ جاؤ ـــــ چھاؤں بڑی گھنی ہے ہوا بھی خوب چل رہی ہے

درگی :- بیٹھ گئی ـــــ لیجئے اب آپ کو جو باتیں کرنی ہوں کیجئے۔

تھانیدار :- کس کمبخت کو یاد رہا ہے۔ کیا کہنا تھا ـــــ لو تھوڑا سا یہ حلوہ کھاؤ۔ کچوری کے ساتھ کھاؤ۔ اچھا لگے گا۔

درگی :- کھاتی ہوں ـــــ آپ میرے منہ میں کیا ٹھونستے جا رہے ہیں۔

تھانیدار :- تمہیں بُرا لگا۔

درگی :- جی نہیں۔ بُرا کیوں لگے گا ـــــ میں آپ کھاؤں گی۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔

تھانیدار :- نہیں تمہیں میری جان کی قسم ـــــ یہ میرے ہاتھ سے ضرور کھاؤ۔

درگی :- لائیے کھا لیتی ہوں (منہ بھر جاتا ہے ـــــ ہنستی ہے) آپ نے تو میرا منہ بھر دیا۔

تھانیدار :- میرے پاس موتی ہوتے تو اس وقت ان سے تمہارا منہ بھر دیتا ـــــ درگی ـــــ درگی ـــــ

درگی :- کہئے۔

تھانیدار :- تم بہت اچھی ہو۔

درگی :- (ہنسی ہے) بس؟

تھانیدار:۔ بس۔

درگی:۔ تو مجھے پانی پلائیے۔ آپ کی یہ کچوری میرے گلے میں پھنس گئی ہے
پانی پلائیے۔

تھانیدار:۔ پانی —— پانی تو یہاں نہیں ——

درگی:۔ جانے دیجیے —— گھر جا کے پی لوں گی۔

تھانیدار:۔ نہیں نہیں۔ میں ابھی لا دیتا ہوں —— یہاں سے کنواں دور نہیں
ایک کوس سے بھی کچھ کم ہوگا اور تمہارا گاؤں تو یہاں سے بہت دور ہے ——
سارا راستہ کیا پیاسی رہو گی۔

درگی:۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔

تھانیدار:۔ تم یہاں بیٹھو۔

درگی:۔ اکیلی۔

تھانیدار:۔ تو کیا ہوا —— تم یہاں بیٹھو۔ میں یوں چٹکیوں میں پانی لے کر آتا ہوں ——
یہیں بیٹھی رہنا۔

درگی:۔ (ہنس کر) آپ جائیے پر جلدی واپس آئیے۔

(گھوڑے پر سوار ہوتا ہے —— گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز —— آہستہ آہستہ
یہ آواز فیڈ آؤٹ کر دی جاتی ہے)

درگی:۔ لیٹ جاتی ہوں —— پر پیاس سے گلا سوکھ رہا ہے —— جلدی آ جائیں
—— (دور سے کسی کے گانے کی آواز آتی ہے —— یاد رہے کہ یہ آواز بہت
دور سے آئے اور آہستہ آہستہ۔ بالکل آہستہ آہستہ واضح ہو) . . . . . .

کرن گا رہا ہے۔

گیت:۔

جوگی سوگی ہوتے ہیں
جوگی روگی ہوتے ہیں
تپتی ریت، سلگتا سورج، ننگے سر اور ننگے پاؤں
تو کیا جانے کس کے کارن ہم پھرتے ہیں گاؤں گاؤں
جوگی سوگی ہوتے ہیں
جوگی روگی ہوتے ہیں
ساون رت میں جب آموں پر پاپی پپیہا بولتا ہے
تو کیا سمجھے من کا پنچھی اپنے پر کیوں تولتا ہے
جوگی سوگی ہوتے ہیں
جوگی روگی ہوتے ہیں

درگی: ۔کمبل والا ——— وہی کمبل والا ——— اب میں کیا کروں ——— اب میں کیا کروں۔

کمبل پوش:۔ ڈرو ——— بھاگو نہیں ——— گر پڑو گی۔

درگی:۔ تم ——— تم کیوں میرا پیچھا کرتے ہو ——— تم یہاں کیوں میرے پیچھے پیچھے آئے؟

کمبل پوش:۔ میں نے تیرا پیچھا نہیں کیا ——— یہ ہوا ہے جو ہم دونوں کا پیچھا کر رہی ہے ——— یہاں اکیلی تو کیا کر رہی ہے۔

درگی:۔ میں اکیلی نہیں ہوں ——— وہ پانی لینے گئے ہیں ابھی آجائیں گے۔

کمبل پوش :۔ تونے میری آواز پہچان لی تھی۔
درگی :۔ نہیں ـــــ (گھبرا کر) میں جاتی ہوں۔
کمبل پوش :۔ ٹھیر جا ـــــ مجھے تجھ سے ابھی کچھ کہنا ہے ـــــ یاد ہے تونے
ایک بار مجھ سے یہ سوال کیا تھا "کیا تو مجھ سے پریم کرتا ہے ؟" ـــــ
آج اس کا جواب سن لے ـــــ ایسی کوئی گھڑی نہیں گئی۔ جب میں نے
تجھ سے پریم نہ کیا ہو ـــــ (دور سے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز۔ صرف
چند لمحات کے لئے)
درگی :۔ (سخت گھبرا کر) وہ آگئے۔
کمبل پوش :۔ جب تک میں چاہوں گا کوئی یہاں نہیں آئے گا۔ آج مجھ میں اتنی شکتی
ہے کہ میں اس دھرتی کے سدا گھومنے والے چکر کو بھی کچھ دیر کے لئے روک سکتا
ہوں ـــــ تو نہیں جانتی میری کمزوریوں نے مجھے کتنا طاقتور بنا دیا ہے
ـــــ کھڑی رہ یہاں ـــــ کچھ دیر اسی طرح اپنے چہرے
پر زردیاں لئے کھڑی رہ کہ میں تجھے آخری بار جی بھر کے دیکھ لوں ـــــ
تونے آنکھیں کیوں میچ لیں ؟ ـــــ یہ تجھے ایکا ایکی کیا ہو گیا ؟ ـــــ
وہ کون سی چیز ہے۔ جو تیری آنکھیں نہیں دیکھنا چاہتیں ؟
(ایک دم فائر کی آواز)
درگی :۔ (چیخ مارتی ہے اور گر پڑتی ہے) ....

ہجوم کا شور و غل فوراً ہی شروع ہو جاتے ـــــ اس پر ذیل کے ٹکڑے

سپر امپوز کئے جائیں۔

ایک لڑکی:۔ کیسے ہوا؟
دوسری لڑکی:۔ سمجھ میں نہیں آتا۔
پہلی لڑکی:۔ بیچاری کے ہاتھوں کی مہندی بھی ابھی نہیں اتری تھی۔
دوسری لڑکی:۔ وہ کون تھا جس نے گولی چلائی۔ پرماتما کرے نہ رہے اس دنیا کے تختے پر۔
پہلی لڑکی:۔ تھانیدار ہے۔ گولی مارنے والے کا ضرور کھوج نکال لے گا۔
دوسری لڑکی:۔ میری تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ جب میں نے درگی کو اس حالت میں دیکھا۔ سیروں لہو نکل گیا ہوگا۔
تیسری لڑکی:۔ مجھے اس کے بچنے کی آشا نہیں۔ تو نے رنگ نہیں دیکھا ہلدی کے گابھے کی طرح پیلا پڑ گیا ہے۔
چوتھی لڑکی:۔ کچھ بول ہی نہیں سکتی۔

ہجوم کا شور و غل فیڈ آؤٹ کر دیا جائے ——— ذیل کا مکالمہ جب شروع ہو تو عقب میں سارنگی دھیمے دھیمے سروں میں بجتی رہے کوئی دردناک ٹیون ہو۔

تھانیدار:۔ درگی . . . . درگی ——— کچھ منہ سے تو بولو۔

پٹواری:- تھانیدار صاحب اگر آپ کو کچھ پوچھنا ہے تو صرف یہ پوچھئے کہ گولی کس
نے چلائی ـــ ویدجی کہتے ہیں کہ بس اب چند منٹوں ہی کی بات ہے جلدی کیجئے

تھانیدار:- میں سب جانتا ہوں۔

وید:- ان باتوں میں بھی وقت ضائع نہ کیجئے ..... ایسا نہ ہو کہ .....

تھانیدار:- (پیار سے) ..... درگی۔

درگی:- (کمزور آواز میں) جی۔

وید:- اب جلدی پوچھ لیجئے۔

تھانیدار:- پوچھتا ہوں۔ آپ گھبرائیے نہیں۔

تھانیدار:- درگی ـــ ذرا آنکھیں تو کھولو مجھ سے کچھ باتیں تو کرو ـــ
یاد ہے۔ میں نے تم سے وہاں کیا کہا تھا کہ میں تم سے بہت باتیں کرنا چاہتا ہوں
ـــ سنو گی میری باتیں ـــ اچھا بھلا یہ تو بتاؤ۔ کیا تمہیں وہ سب باتیں یاد ہیں
جو وہاں جنگل میں ہوئی تھیں ـــ وہ ہرا بھرا درخت ـــ وہ اس
کی گھنی گھنی چھاؤں ـــ گھوڑی پر سے ہمارا اترنا .... اور وہاں چادر
بچھا کر بیٹھنا ..... یاد ہے تمہیں ....

پٹواری:- (تشویشناک لہجے میں) تھانیدار صاحب ...

وید:- یہ آپ نے اتنی لمبی باتیں کیوں شروع کر دیں۔ جو مطلب کی بات ہے وہ پوچھئے

تھانیدار:- میں ابھی پوچھتا ہوں ـــ (درگی سے) ہاں درگی تو یہ باتیں تمہیں یاد
ہیں نا ..... جب کھچڑی کھاتے کھاتے تمہیں پیاس لگی تھی اور میں پانی لینے
چلا گیا تھا ـــ اور ـــ تم نے مجھے کتنا روکا تھا۔

درگی:۔ (ایک آہ کے ساتھ) جی ہاں۔

وید:۔ تھانیدار صاحب۔ پرماتما کے لئے آپ جلدی کیجئے۔

تھانیدار:۔ اچھا درگی اب یہ بتاؤ کہ اس کے بعد کے واقعات بھی تمہیں یاد ہیں ——
میں گھوڑی پر تمہارے لئے پانی لے کر آیا تھا —— تم ادھر دور کھڑی تھیں
—— پھر کیا ہوا تھا؟

درگی:۔ (کمزور آواز میں) . . . آپ نے فائر کیا تھا۔
(ایک لمحے کے لئے مکمل خاموشی)

تھانیدار:۔ (سنبھل کر) ہاں میں نے فائر کیا تھا —— سامنے جھاڑ پر ایک کبوتری
مجھے نظر آئی تھی جسے ایک باز دبوچے ہوئے تھا۔ میں نے ان پر فائر کیا تھا۔ پر تم
یہ بتاؤ کہ تمہیں کس نے مارا؟ —— تم مجھے اس کا نام بتاؤ —— اس نے
جس نے تم پر گولی چلائی ہے بہت بڑا جرم کیا ہے —— اتنا بڑا جرم کہ اس کی
سزا پھانسی ہے —— اگر تم قاتل کا نام بتا دو گی تو وہ یقیناً پھانسی پر چڑھا دیا
جائے گا —— جانتی ہو پھانسی کتنی خوفناک چیز ہوتی ہے ——
اس وقت تک آدمی رسی کے پھندے میں لٹکا رہتا ہے۔ جب تک اس کی
جان نکل نہیں جاتی —— اب بتاؤ وہ کون آدمی تھا . . . . میری بات
سمجھ گئی ہونا . . . .

درگی:۔ (توقف کے بعد —— معنی خیز ہنسی کے ساتھ) . . . میں سمجھ گئی . . .
میں سمجھ گئی (آواز ڈوب جاتی ہے)

تھانیدار:۔ (اونچی آواز میں) درگی —— درگی . . . . . . درگی . . . . .

(وقفہ)

دیدی:۔ (گلوگیر لہجے میں) ...... وہ گئی پر لوک سدھار گئی اور یہ راز بھی اپنے ساتھ ہی لیتی گئی۔

(کمبل پوش کا داخلہ —— چار پانچ آدمیوں کی سرگوشیوں کی آواز)

دیدی:۔ یہ آدمی کون ہے۔

تھانیدار:۔ تم کون ہو؟

کمبل پوش:۔ میں کون ہوں —— (سوالیہ انداز میں، میں کون ہوں؟

تھانیدار:۔ کیا چاہتے ہو تم؟

کمبل پوش:۔ کچھ بھی نہیں چاہتا —— صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ بیبی کو مارنے والا میں ہوں — اس کی جان میں نے لی ہے —— مجھے گرفتار کر لیجئے۔

(حیرت بھری سرگوشیوں کا ہجوم۔ پھر فیڈ آؤٹ)

انتظار

افراد

منتظر (آواز میں اضطراب ہو)
منتظر کا منطقی وجود (آواز موٹی ہو)
اخبار والا
وہ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے۔
منتظر کا دوست

نوٹ: شروع سے لے کر آخر تک اس فیچر میں گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دیتی رہے۔ یہ آواز عقب میں ہو۔

گھڑی آٹھ بجاتی ہے

منتظر :- آدھا گھنٹہ ـــــ صرف آدھا گھنٹہ اور پھر اس کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ دھن
کی آخری ڈوبتی ہوئی گونج کتنی پیاری تھی ـــــ اور ۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
منتظر کا منطقی وجود :- ۔ ۔ ۔ ۔ اگر وہ نہ آئی ـــــ یعنی اگر ۔ ۔ ۔ ۔
منتظر :- کیوں نہ آئے گی ـــــ ضرور آئے گی (پھیکی ہنسی) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ اندیشے
بالکل فضول ہیں (اپنے کو تسلی دینے کے انداز میں) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس نے مجھ
سے وعدہ کیا ہے ۔

منطقی وجود :- وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا ۔

منتظر :- کتنا لغو خیال ہے ـــــ کسی کے شعر کا ایک مصرعہ ہے شاید لیکن کس قدر
عامیانہ ہے ـــــ ایسی شاعری ہی سنے تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ضرور آئے گی اور
شاعری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاعری ـــــ اچھی چیز ہے ـــــ تپائی پر جو یہ گلدان
پڑا ہے میں نے اس میں ابھی تک پھول کیوں نہیں سجائے (گلدان کی آواز)
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ گلدان اسے پسند ہے ۔ آج وہ اسے اور بھی پسند کرے گی نرگس
اور مصدر کا پھول اسے بہت بھلتے ہیں ـــــ یہاں پر یہ ٹھیک رہے
گا ـــــ کیوں ۔

(سیٹی بجاتا ہے ـــــ ایک خاص دھن میں)

منطقی وجود :- (اس دھن میں یہ شعر گاتا ہے)

ـــــ وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

(وقفہ)

منتظر :۔ (ایک ایک لفظ کرکے) وہ ـــ آئیں ـــ گھر ـــ میں ـــ ہمارے
خدا ـــ کی ـــ قدرت ـــ ہے ـــ خدا کی قدرت ہے (چونک کر)
خدا کی قدرت ـــــ خدا کی قدرت (یعنی اس کا آنا بالکل اچانک تھا۔ شاعر
کو اس کی آمد کا یقین نہیں تھا ـــــ بھئی ہوگا۔ مگر ہمیں تو پورا پورا یقین ہے
ـــــ کیوں؟

منطقی وجود :۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ۔ ۔ ۔ ۔

منتظر :۔ ہشاؤ جی اس خیال کو ـــــ ہاں ـــــ تو میں کیا سوچ رہا تھا ـــــ سوچ
کیا رہا تھا؟ ـــــ سوچنے کی بات ہی کیا ہے؟ ـــــ وہ ضرور آئے گی
ـــــ چند منٹوں کی بات ہے۔

منطقی وجود :۔ ایک گھنٹہ میں ساٹھ منٹ ہوتے ہیں ـــــ ساٹھ۔

منتظر :۔ ستائیس منٹ اور رہ گئے ہیں ـــــ صرف ستائیس ـــ (گھڑی کی ٹک
ٹک بلند ہو کر پھر اصلی حالت پر آجاتی ہے) ـــــ ہر چیز قرینے سے رکھی ہوئی
ہے ـــــ گلدان بھی سج گیا ـــــ سگرٹ سلگا لیتا ہوں ـــــ ایک
سگریٹ کم از کم دس منٹ جلتا رہے گا۔

منطقی وجود :۔ ساڑھے سات منٹ۔

منتظر :۔ تو کیا ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ (سگریٹ سلگانے کی آواز)

منطقی وجود :۔ کش زور سے کیوں لے رہے ہو؟

منتظر :۔ ساتھ ساتھ ٹہلتا بھی رہوں تو ٹھیک رہے گا ـــــ (ٹہلنے کی آواز)
ہاں ـــــ تو بات یہ ہے۔

منطقی وجود:۔ کیا بات ہے ـــــ تم کھوئے کھوئے سے کیوں ہو؟

منتظر:۔ کوئی بات نہیں۔ بات کیا ہو گی ـــــ ایک صرف اتنا ڈر ہے کہ . . .

منطقی وجود:۔ موسم خراب ہے۔

(کڑاک کی آواز)

منتظر:۔ (گھبرا کر) یہ بجلی کی کڑاک تو نہیں؟

منطقی وجود:۔ سگرٹوں کا ڈبہ جو آپ نے ابھی ابھی کھولا تھا اس کا ڈھکنا آپ کے پیر کے نیچے آ گیا ہے۔

منتظر:۔ (ہنستا ہے) . . . . آواز بالکل بجلی کی سی پیدا ہوئی ـــــ کیا ڈھکنا ہی تھا ـــــ ڈھکنا ہی تھا ـــــ (کھڑکی کھولنے کی آواز) . . . موسم زیادہ خراب تو نہیں ہے ـــــ بادل؛ ـــــ وہ اب تو گھر سے چل پڑی ہو گی ـــــ یہ سگریٹ ختم ہونے ہی میں نہیں آتا انگلیوں میں مسلا گیا ہے۔

منطقی وجود:۔ دوسرا سلگاؤ۔ یوں تھوڑا سا وقت بھی خرچ ہو جائے گا۔

منتظر:۔ نہیں۔ زیادہ سگریٹ میں نہیں پیوں گا۔ منہ سے بو آئے گی۔ بہت ممکن ہے اسے ناگوار معلوم ہو ـــــ اس نے ایک بار کہا بھی تو تھا . . . .
وہ (یعنی وہ جس کا انتظار کیا جا رہا ہے) . . . . . تمہیں میری ہی جان کی قسم جو اب سگریٹ پیو . . . . .

منتظر:۔ مجھے عدول حکمی نہیں کرنی چاہئے (وقفہ)

منطقی وجود:۔ سگریٹ بجھا دیا ـــــ اب یہ وقت کیسے کٹے گا۔

منتظر: ۔ یہ گراموفون باجا جو ہے ـــــ ریکارڈ نکال کر باہر رکھ دوں وہ بہت ممکن ہے وہ بجانا چاہے۔

منطقی وجود: ۔ ایک ریکارڈ پورے تین منٹ تک بجتا رہے گا۔

منتظر: ۔ تین منٹ . . . . . (ریکارڈ لگانے کی آواز) . . . . . تین منٹ تک بجتا رہے گا ـــــ کیا برا ہے ـــــ موسیقی مجھے پسند ہے۔

(ذیل کا ریکارڈ بجایا جائے)

سہگل کا ریکارڈ (چنڈی داس فلم کا) . . . . . رات کٹی گن گن کے تارے (ریکارڈ پر سے ایک دم سوئی ہٹالی جائے)

منتظر: ۔ کیسا واہیات ریکارڈ ہے ـــــ رات کٹی گن گن کے تارے ـــــ

منطقی وجود: ۔ ابھی تو آٹھ بج کر کچھ منٹ ہوئے ہیں۔ ساری رات پڑی ہے۔

منتظر: ۔ ابھی آٹھ بج کر کچھ منٹ ہی ہوئے ہیں ـــــ تو اس کا کیا مطلب ہے ـــــ میں ـــــ میں اتنا بیتاب کیوں ہو رہا ہوں ـــــ آجائے گی ـــــ ایسی باتوں ہی سے تو ان لوگوں کا دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا ہے ـــ میں اس کا انتظار بالکل نہیں کروں گا ـــــ کرسی پر بیٹھ جاتا ہوں۔ میز پر سفید کاغذ رکھا ہی ہے۔ اس پر اس مہینے کا حساب لکھنا شروع کر دیتا ہوں ـــ ـــ ہاں ـــــ سگریٹ ۔ پانچ روپے . . . . سگریٹ پانچ روپے . . . . (یہ آواز دھیمی ہوتی جائے اور جس کا انتظار کیا جا رہا ہے اس کی آواز ابھرتی آئے)

وہ: ۔ تمہیں میری جان کی قسم جواب سے سگریٹ پیو ـــــ دیکھو تو کتنے کمزور

ہو رہے ہو ــــــ بادام کھایا کرو۔ . . . .

منتظر:۔ ایسے میرا کتنا خیال ہے . . . . . اب آ بھی جائے۔ مگر . . . . .

منطقی وجود:۔ ساڑھے آٹھ بجنے میں ابھی کافی دیر ہے۔

منتظر:۔ میں سمجھتا ہوں یہ گھڑی فاسٹ ہے ــــــ کیا پتہ ہے کہ . . . .

منطقی وجود:۔ گھڑی سلو ہو۔

منتظر:۔ جی نہیں۔ اس گھڑی کا وقت بالکل صحیح ہے ــــــ ابھی پرسوں ہی ٹھیک کرائی ہے ــــــ (وقفہ) ــــ کہیں آپ کی گھڑی میں فرق نہ ہو

منطقی وجود:۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

منتظر:۔ تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ــــــ پانچ نہیں دس منٹ کا فرق ہوگا۔

منطقی:۔ اس وقت سے لے کر اب تک دس منٹ مشکل سے گزرے ہیں ــــــ نہیں ابھی دس منٹ نہیں گزرے۔

منتظر:۔ گھڑی میں ضرور خرابی ہے ــــــ کھول کر نہ دیکھ لوں۔

منطقی وجود:۔ کھول کر آپ کو کیا نظر آ جائے گا۔

منتظر:۔ کچھ نہیں میں نے تو یہ کہا تھا کہ جلدی یوں تھوڑا سا وقت گزر جائے گا۔

منطقی وجود:۔ تو چلئے پرزے کھول کر بیٹھ جائیے مگر یاد رہے اس دن کی طرح پھر جڑیں گے نہیں۔

منتظر:۔ (ہنستا ہے) . . . . کیسے کیسے عجیب خیال آتے ہیں (ہنستا ہے، دگاتا ہے، کیسے کیسے عجیب خیال آتے ہیں ــــــ نہیں وزن ٹھیک نہیں ہے ــــــ

منطقی وجود:۔ یہ آپ کو شاعری کیا سوجھی ہے۔

منتظر:۔ (خوب ہنستا ہے)۔۔۔ یہ شاعری بھی اچھی رہی ——— اب آ بھی جائے ——— وقت کیا ہوا اب ساڑھے۔۔۔۔۔

منطقی وجود:۔ ابھی ساڑھے نہیں ——— سوا کچھ سوا۔

منتظر:۔ مجھے کوئی کام بھی نہیں ہے آج۔

منطقی وجود:۔ اس مہینے کا حساب لکھنا تھا۔

منتظر:۔ اجی لعنت بھیجو حساب کتاب پہ۔ یہ بھی کوئی وقت ہے حساب کتاب کا ——— لیکن ایسے وقت میں کرنا کیا چاہیئے۔

منطقی وجود:۔ اس کو ایک خط لکھنا شروع کر دو۔

منتظر:۔ بالکل ٹھیک ——— (وقفہ) ——— اس پیڈ کا کاغذ اچھا رہیگا۔

منطقی وجود:۔ ہاں خوشبودار ہے۔

منتظر:۔ کیا لکھوں ——— (وقفہ)۔۔۔ مضمون سمجھ میں نہیں آتا۔

منطقی وجود:۔ لکھو کہ میں تمہارا بہت انتظار کرتا رہا۔

منتظر:۔ اور جب وہ آئے تو یہ خط اس کو دے دوں ——— خیال اچھا ہے ——— لکھتا ہوں ——— (وقفہ)۔۔۔ میرا خیال ہے کہ اب وہ گھر سے چل پڑی ہوگی ——— یہ خط اس کے آنے تک ختم نہ ہوگا ——— ۔۔

منطقی وجود:۔ تم خط لکھنا شروع تو کرو۔

منتظر:۔ ۔۔۔ میری پیاری۔۔۔۔ تم نے آج وعدہ کیا تھا کہ ساڑھے آٹھ بجے آؤ گی ——— میں تمہارا شدت کے ساتھ انتظار کرتا رہا۔۔۔۔۔

منطقی وجود:۔ کتنی پھسپھسی عبارت ہے۔

منتظر:۔ پھسپھسی ——— نہیں تو (وقفہ) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ واقعی پھسپھسی ہے ———
۔ اب تو وہ آتی ہی ہو گی (کاغذ پھاڑنے کی آواز) ——— خط کی کوئی ضرورت
نہیں۔میں اس کو زبانی بتا دوں گا۔

منطقی وجود:۔ بشرطیکہ وہ آجائے۔

منتظر:۔ یہ شرط کیسی ——— وہ ضرور آئے گی۔

منطقی وجود:۔ اگر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر۔ ۔ ۔ ۔ ۔

منتظر:۔ نہیں۔نہیں۔

منطقی وجود:۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسی بات ہو جائے۔

منتظر:۔ کیسے بیہودہ خیال ہیں۔

منطقی وجود:۔ اگر وہ نہ آئی تو۔

منتظر:۔ ضرور آئے گی۔

منطقی وجود:۔ دیکھ لیں گے۔

(دستک کی آواز)

منتظر:۔ (خوش ہو کر) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لو وہ آگئی ——— (گھبرا کر) سب چیزیں ٹھیک ہیں!
——— سگرٹوں کا ڈبہ ——— اسے کہاں رکھوں ——— کون ہے
——— اس کا ڈھکنا کہاں ہے ——— لعنت ——— ——— خالی ہی
کہیں چھپا دیتا ہوں ——— اوہ ——— اور یہ ——— آیا ———
بس اب ٹھیک ٹھاک ہے ———

منطقی وجود سا پنا دم تو درست کر لو ـــــ ہانپ رہے ہو۔

منتظر:۔ دم دم سب ٹھیک ہے ـــــ میرا خیال ہے اس کو تھرڈ راسا ڈرانا چاہیے۔

(دروازہ کھولنے اور پھر ایک دم وہپ کرنے کی آواز)

اخبار والا:۔ (ڈرے ہوئے انداز میں) ...... اجی صاحب ـــ آپ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا ـــــ اوف ـــــ

منتظر:۔ تم ـــ ت ـــ ت ـــ تم ـــ تم کون ہو ـــ تم اخبار والے کیوں ہو؟ ـــــ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

اخبار والا:۔ حضور یہ پوچھنے آیا تھا کہ دو نو اخبار اسٹیٹسمین ـــــ اور ہندوستان ٹیمز لایا کروں یا اکیلا اسٹیٹسمین ـــــ جیسا آپ حکم دیں۔

منتظر:۔ جتنے بھی ہوں لے آیا کرو۔

اخبار والا:۔ بہت اچھا سرکار۔

(دروازہ بند کرنے کی آواز ـــــ وقفہ)

منتظر:۔ اس اخبار والے کو بھی اسی وقت آنا تھا ـــ کم بخت ڈر گیا تھا (ہنستا ہے)

(دھولے ہولے دستک دینے کی آواز)

منتظر:۔ (ہنسی روک کر) آگئی ـــ آگئی ـــــ

(دروازہ کھولنے اور پھر ایک دم ہپ کرنے کی آواز)

اخبار والا:۔ (ڈرے ہوئے انداز میں) صاحب ـــ یہ ـــ یہ ـــ آپ بار بار مجھے کیوں ڈراتے ہیں؟

منتظر:۔ اوہ ـــــ تم کیا چاہتے ہو؟ ـــــ اب پھر کیوں آئے ہو ـــ خدا

کے لیے جاؤ۔

اخبار والا:۔ صاحب یہ پوچھنے آیا تھا کہ اردو کے اخبار بھی لے آیا کروں۔

منتظر:۔ فارسی۔ عربی۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ پنجابی ـــــ سب زبانوں کے لے آیا کرو۔
مگر خدا کے لیے اس وقت جاؤ۔

(دروازہ بند کرنے کی آواز)

منتظر:۔ حد ہو گئی ہے

منطقی وجود:۔ بڑی شرم کی بات ہے ـــــ وہ دل میں کیا کہتا ہوگا۔

منتظر:۔ ابھی ہٹاؤ ـــــ لیکن میں کہتا ہوں وہ ابھی تک آئی کیوں نہیں ـــــ
کہیں ایسا تو نہیں ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

منطقی وجود:۔ کہ وہ بھول ہی گئی ہو۔

منتظر:۔ ایسا بھلا ہو سکتا ہے ـــــ بس اب وہ آتی ہی ہو گی۔ یہاں سے اُس
کا گھر بھی تو کافی دور ہے۔ اور بہت ممکن ہے پیدل آئے۔

منطقی وجود:۔ تو اس کا یہ مطلب ہوگا کہ وہ بہت دیر کے بعد آئے گی۔

منتظر:۔ میرا مطلب یہ تو نہیں تھا۔ وہ گھر سے تو بہت پہلے کی چل پڑی ہو گی ـــ
ـــ گھڑی ـــ گھڑی ـــ یہ گھڑی ضرور خراب ہو گئی ہے
یہ دیکھنا اس کی سیکنڈ کی سوئی کتنی ہولے ہولے چلتی ہے۔

منطقی وجود:۔ سامنے کلاک موجود ہے

منتظر:۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دونوں کا وقت مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتا ـــــ خیر کل پتا
لگ جائے گا ـــــ ابھی تک دس منٹ باقی ہیں ـــــ گذر کتنے

چکے ہیں۔

منطقی وجود:۔ سترہ ——— تیرہ ابھی باقی ہیں

منتظر:۔ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔

منطقی:۔ کیا کہا؟

منتظر:۔ کچھ بھی نہیں ——— (ناول پڑھنا شروع کر دیتا ہوں

(لکڑی کے ساتھ کوئی چیز ٹکرانے کی آواز)

منتظر:۔ (اچھل کر) . . . . وہ آگئی ——— آیا ———

منطقی وجود:۔ آپ کی پڑوسی کے نچلے ڈنڈے کے ساتھ ٹکرایا ہے ٹکٹ نہیں ہے

منتظر:۔ . . . . . پھر ٹکرائے گا ——— (ٹھہرا ہوتا ہوں ——— ٹھہرا رہوں گا۔

اور پڑھتا رہوں گا۔

(ہلکے قدموں کے ساتھ ہٹنے کی آواز ——— گھڑی کی ٹک ٹک کی رفتار دھم

ہو جائے مگر آواز بلند ہو)

منتظر:۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا ——— عجب اوٹ پٹانگ عبارت ہے (کتاب

بند کرنے اور میز پہ رکھنے کی آواز) . . . پھر پڑھوں گا۔

منطقی وجود:۔ دل بیٹھتا کیوں جا رہا ہے؟

منتظر:۔ کیا معلوم ——— پانی پیتا ہوں (پانی پینے کی آواز) . . . تلخی ———

کس قدر تلخی ہے حلق میں ——— میرا خیال ہے ٹھیک وقت پہ آئے گی

——— پورے ساڑھے آٹھ بجے ——— (چونک کر) . . . ابھی ساڑھے

آٹھ نہیں بجے ——— میں . . . میں . . . . . بیٹھ جاتا ہوں۔

دگھڑی بڑے بڑے وقفوں کے بعد ٹک ٹک کرتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ سیکنڈ لمبے ہو گئے ہیں)۔۔۔۔ مجھے کچھ ہو گیا ہے۔

منطقی وجود:۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہُوا تھا۔

منتظر:۔ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہُوا تھا۔ (میز پر انگلیوں سے ڈھول بجانے کی آواز)۔۔۔ میں کیا کر رہا ہوں (گھڑی کی بھیانک آواز)

(اُٹھ کر اضطراب کے ساتھ ٹہلنا شروع کر دیتا ہے

منطقی وجود:۔ پیر لڑکھڑا رہے ہیں۔

منتظر:۔ تو اچھا بھلا بیٹھا تو تھا —— اٹھ کر چلنے کیوں لگا —— حلق سوکھ رہا ہے —— لیکن اب تو اس کے آنے میں کوئی دیر نہیں۔ چند منٹوں کی۔۔۔

منطقی وجود:۔ چند منٹوں کی جن میں۔۔۔۔ (گھڑی لمبے لمبے سانس لیتی ہے)

(کاغذ کھڑکھڑانے کی آواز)

منتظر:۔ آج ہوا کتنی تیز ہے —— کیلنڈر کا کاغذ کھڑکھڑا رہا ہے۔

(برتن گرنے کی آواز)

منتظر:۔ اس میری ہمسائی کے گھر میں ہر وقت برتن ہی گرتے رہتے ہیں۔

منطقی وجود:۔ آج تمہارے کان بڑے تیز ہیں۔

(ذیل کا شعر اس طرح گایا جائے کہ ہوا کے جھونکے کے ساتھ اڑتا معلوم ہو)

؎ فریبِ آرزو کی سہل انگاری نہیں جاتی
ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے

منتظر:۔۔۔۔ ہم اپنے دل کی دھڑکن کو تری آوازِ پا سمجھے —— آوازِ پا ——

دل کی دھڑکن دگھڑی زیادہ لمبے لمبے سانس لیتی ہے) ...... یہ میرے دل
کو کچھ ہو گیا ہے یا کلاک خراب ہو گیا ہے ——— میرا حلق بھی سوکھ رہا ہے
.... ابھی وقت نہیں ہوا (اضطراب کے ساتھ ٹہلتا ہے)

(دروازے پر دستک)

منتظر:۔ (لرزتی آواز میں) ..... آ گئی ——— آ گئی ——— خوشی سے
میری آواز ہی نہیں نکلتی ——— دروازہ ..... دروازہ ......

منطقی وجود:۔ دروازہ آپ کے سامنے ہے۔

منتظر:۔ ارے ہاں ... آیا ——— آیا۔

(دروازہ کھولنے کی آواز ——— دروازہ کھولتے ہی ٹیبل کی آواز آتی ہے)

دوست:۔ السلام علیکم

منتظر:۔ (ہکلا کر) و و و و ——— وعلیکم السلام ——— ک۔ ک۔ ک۔ کیسے تشریف
لائے؟

دوست:۔ میں تم کو اس گھوڑی کی بابت کچھ بتانے آیا تھا۔

منتظر:۔ گھو ——— گھو ——— گھوڑی۔

دوست:۔ ہاں وہی جس کی بابت کالے خاں کہتا تھا کہ بڑی دولتیاں جھاڑتی
ہے ——— بھئی تھی بڑی منہ زور ——— بڑی نہیں جمنے دیتی تھی ———
بگدھریاں کرتی تھی ——— بگدھریاں۔

منتظر:۔ بگ ——— دھریاں ——— جی

دوست:۔ منہ کی بہت کڑی تھی ——— الف ہو جاتی تھی الف۔

منتظر:۔ جی ـــــ کسی سلوتری کے حوالے کردی ہوتی۔

دوست:۔ تم تو گھانس کھا گئے ہو ـــــ کہاں کا سوار کہاں کا سلوتری۔ قدم رکاب میں آگیا اور گمشٹ ہو گئی ـــــ اور مجھے تو پیٹھے پر ہاتھ نہیں دھرنے دیتی تھی ـــــ ایسا چمکتی تھی جیسے بجلی۔۔۔۔۔۔

منتظر:۔ میں۔۔۔۔۔۔۔ میں۔۔۔۔۔۔

دوست:۔ کاٹھیاواڑ کمیت کی تھی نا ـــــ چھوٹے تو سرپٹ جائے۔ انجر پنجر ڈھیلے کرے۔۔۔۔۔

منتظر:۔ میں۔۔۔۔ میں۔۔۔۔

دوست:۔ یہ میں میں کیا کرتے ہو؟

منتظر:۔ میں بیمار ہوں ـــــ سخت بیمار ہوں ـــــ آپ ـــــ آپ اور ـــــ ساڑھے آٹھ بجنے والے ہیں۔

دوست:۔ فکر مند لہجے میں، تم بیمار ہو ـــــ لیکن بھئی عجب بیوقوف ہو مجھ سے تم نے پہلے کیوں نہ کہا ـــــ اب اطمینان سے اپنا سارا حال سناؤ ـــــ مجھے کوئی خدمت بتاؤ ـــــ بھئی واللہ کمال کردیا ـــــ اور ہاں یہ ساڑھے آٹھ بجے تم نے کیا کہا تھا؟

منتظر:۔ (مردہ آواز میں)۔۔۔۔ ساڑھے آٹھ بجے ـــــ ساڑھے آٹھ بجے مجھے دوا پینی ہے۔

دوست:۔ لاؤ میں پلا دیتا ہوں ـــــ کہاں ہے دوا ـــــ ساڑھے آٹھ بجنے میں کونسی دیر ہے ـــــ دوا کہاں ہے؟

منتظر:۔ نہیں ——— نہیں ——— میں خود پی لوں گا ——— ——— آپ تکلیف نہ کریں ——— آپ ——— آپ ——— آپ جائیے۔

دوست:۔ میں تمہیں یہاں بیمار چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔

منتظر:۔ ——— میں ——— میں ——— میں بیمار نہیں ہوں ——— میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا ——— آپ جائیے ——— اوہ، خدا کے لئے آپ جائیے۔ مجھے دل کا دورہ پڑ جائے گا۔

دوست:۔ دل کا دورہ ——— بھئی اب تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا ——— بتاؤ دوا کہاں ہے؟

منتظر:۔ دوا میرے پاس نہیں ہے ——— آپ جائیے ——— خدا کے لئے جائیے

دوست:۔ تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر میں ڈاکٹر کے پاس بھی تو نہیں جا سکتا۔

منتظر:۔ کیا کہا؟ ——— (اضطراب بڑھتا جاتا ہے۔ گھڑی کی آواز زیادہ لمبے لمبے سانس لے) ——— کیا کہا ——— آپ ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جائینگے ——— میں ——— میں مر جاؤں گا ——— خدا کے لئے ڈاکٹر کے پاس دوڑے جائیے ——— میری حالت بہت خراب ہے ——— میری ——— حالت ——— بہت ——— نازک ——— ہے ——— جائیے ——— (آواز کمزور ہوتی جاتی ہے)

دوست:۔ غشی طاری ہو گئی ——— کیا ہوا؟ ——— ڈاکٹر ——— کہاں ملے گا ڈاکٹر ——— (دروازہ کھولنے کی آواز ——— گھبراہٹ کے ساتھ باہر جانے کی آواز) کوئی ڈاکٹر مل جائے اس وقت (چلا جاتا ہے):

(گھڑی اصلی حالت میں ٹِک ٹِک کرتی ہے ـــــ کم از کم یہ آواز
ڈیڑھ سیکنڈ تک جاری ہے ـــــ آخر میں کلاک میں خرخراہٹ پیدا
ہو اور ایک ٹن کی آواز آئے۔ اس ٹن کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی
دیتی رہے ـــ گھڑی کی ٹک ٹک بند ہو جائے اور ایک سیکنڈ تک
مکمل خاموشی طاری رہے ـــــ اس خاموشی کے بعد دروازہ
کھلے اور جس کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ آئے)

وہ :- دیکھو تو کس مزے سے جناب سو رہے ہیں ـــــ گویا ان کو معلوم ہی
نہیں اب آ رہی ہوں ـــ کافی گہری نیند سو رہے ہیں ـــــ خدا جانے
کہاں سے گھومتے گھماتے تھک کر آئے ہوں گے۔ ـــــ (خفگی کے ساتھ)
تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے۔ کہ یہاں بن بلائے مہمانوں کی طرح کھڑی رہوں۔
. . . . .

(ہولے ہولے دروازہ بند کرنے کی آواز)

(فیڈ آؤٹ)

انتظار کا دوسرا رُخ

افراد

بلقیس .... (آواز مضطرب ہو)

ثریا .... بلقیس کی چھوٹی بہن (شریر)

بلقیس کی ماں ..... (رعب دار آواز)

بلقیس کا بھائی .....

بلقیس کا باپ .....

(چھوٹی بچی کے ہنسنے کی آواز)

بلقیس (کھڑی کھڑی ہنس رہی ہے) تجھ سے جو کام کہا ہے وہ کر۔ یاد رکھ وہ کان اُمیٹھوں گی کہ نیلا اُٹھے گی (لہجہ بدل کر) .... جا۔ میری بہن۔ بڑے طاق سے میری چوڑیوں والا بکس اٹھا لا پر ایسے کہ امی جان

کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ جا۔ میری اچھی بہن جو ہوتی۔

ثریا:۔ (ہنستے ہوئے)، . . . . اور جو میں نہ لاؤں تو۔

بلقیس:۔ مجھے ہے ہے کرکے چھیڑ۔ میرا مردہ دیکھے ——— لے اب سن لیا تجھے تو بڑی بہن کا کچھ لحاظ ہی نہیں۔ نگوڑی ہمسائیاں تجھ سے جو کام چاہیں کرا لیں۔ ایک فقط مجھ اللہ ماری کا تو کوئی کام نہ کرے گی۔

ثریا:۔ میں . . . . میں . . . . اپنی بہن کا ہر کام کروں گی۔ ہمسائیاں جائیں بھاڑ میں ——— میری باجی اور اُن کا کیا مقابلہ ——— تو چوڑیوں کا بکس طاق پر سے اٹھا کر ایسے لاؤں کہ امی جان کو کانوں کان خبر نہ ہو ——— اچھا بھلا یہ تو بتائیے اس کام کے لئے مجھے انعام کیا ملے گا۔

بلقیس:۔ ثریا۔ جا۔ مجھے نہ ستا۔ ایک نگوڑا میرا دل ویسے ہی خراب ہے۔ اوپر سے تو چھیڑ خانی کر رہی ہے۔ جا، اس وقت مجھے ہنسی ٹھٹھا اچھا نہیں لگتا ——— آدھا گھنٹہ باقی رہ گیا ہے اور مجھے جہان بھر کے کام کرنا ہیں ———

ثریا:۔ کہاں جا رہی ہیں آپ۔ ——— سینما دیکھنے ——— سینما دیکھنے ——— آپ ضرور سینما دیکھنے جا رہی ہیں جبھی تو چوڑیاں نکلوائی جا رہی ہیں ——— میں آج آپ کے ساتھ نہ گئی تو میرا نام بھی ثریا نہیں۔

بلقیس:۔ ثریا۔ تو اب زیادہ بک بک نہ کر۔ جتنا تجھ سے کہتی ہوں اتنا ہی تو مجھے تنگ کرتی ہے ——— تیری قسم میں سینما نہیں جا رہی۔

ثریا:۔ تو پھر یہ تیاریاں کس لئے ہو رہی ہیں

بلقیس :- کیسی تیاریاں ؟

ثریا :- یہ نفیسیاں ۔

بلقیس :- میں نے کل کی پہن رکھی ہیں ۔

ثریا :- یہ لاکٹ ۔

بلقیس :- اس کا پینڈنٹ خراب ہو گیا تھا۔ چار پانچ روز سے بار بار پڑا تھا۔ آپا جی نے ابھی تک سنار کو بھجوایا ہی نہیں تھا۔ میں نے سوچا ۔ پڑا پڑا اور خراب ہو جائے گا ۔ اس لئے پہن لیا ۔

ثریا :- اور یہ ساڑھی ——— یہ نئی سینڈل . . . . .

بلقیس :- یہ تو میرا امتحان لینے کیا بیٹھ گئی ہے اور میں بے وقوف نہیں جو تجھے بات کا جواب دیئے چلی جا رہی ہوں جیسے تو میری اماں ہے ——— چل دفان ہو یہاں سے ۔ میں اب تک لحاظ ہی کئے جا رہی تھی ——— ہاں میں باہر جا رہی ہوں ۔ سنا ساڑھے آٹھ بجے مجھے وہاں پہنچ جانا ہے ——— اپنے آپ سے) چوڑیاں جائیں جہنم میں ۔ نہ پہنوں گی تو کیا ہو گا اور پھر اس احمق سے تو کبھی بحث ختم ہی نہیں ہو گی ———

ثریا :- آپا آپ ناراض ہو گئیں مجھ سے ۔

بلقیس :- چل بس ۔ دور ہو ——— تجھ سے کہہ جو دیا آج مجھ سے یہ چھیڑ خانی اچھی نہیں لگتی ۔ مجھے آج ضروری باہر جانا ہے مصیبت یہ ہے کہ امی جان اجازت نہیں دیں گی ۔ دیکھو اپنے آپ سے کچھ ثریا سے) پچھلے تین روز سے متواتر شام کو باہر جا رہی ہوں ۔ آج ان سے اجازت مانگی تو وہ بھلا کیا دیں گی ——— — —

ہائے اللہ اب کیا ہو گا۔ اور میں ان سے وعدہ کر چکی ہوں کہ ٹھیک ساڑھے آٹھ
بجے پہنچ جاؤں گی۔

ثریا:۔ (بھولے پن سے) کس سے۔

بلقیس:۔ (غیر ارادی طور پر) لطیف صاحب سے۔

ثریا:۔ (حیرت سے) لطیف صاحب سے۔۔۔ یہ لطیف صاحب کون ہیں؟

بلقیس:۔ آٹھ بج کر اوپر دس منٹ ہو گئے ہیں اور ـــــ اور ـــــ کیا
کہا تو نے؟

ثریا:۔ یہ لطیف صاحب کون ہیں؟

بلقیس:۔ لطیف صاحب ۔۔۔ (چونک کر) مجھے کیا معلوم کون ہیں ـــــ
لو ـــــ اور ـــــ سچ مچ یہ کون ہیں؟ ـــــ ثریا ـــــ تو
نے آج کا سبق یاد کیا ـــــ کبھی نہیں کیا ہو گا۔

ثریا:۔ یہ لطیف صاحب کون ہیں؟

بلقیس:۔ کہہ جو دیا۔ مجھے معلوم نہیں۔

ثریا:۔ ابھی ابھی آپ ہی نے تو ان کا نام لیا تھا۔

بلقیس:۔ ثریا تو اب بہت جھوٹ بولنے لگی ہے ـــــ میں بھلا کیوں کسی
موئے کا نام لوں لو ـــــ اور پھر کوئی ایسا آدمی بھی تو ہو ـــــ ہاں یہ تو بتا
میں نے کیا کہا تھا۔

ثریا:۔ کہا تھا کہ آپ نے کسی لطیف صاحب سے ساڑھے آٹھ بجے ملنے کا وعدہ کیا ہے۔

بلقیس:۔ (کھینچے ہوئے لہجے میں) خاموش ـــــ بڑی بولی ـــــ دادی بنی

آواز میں) جانے تو کیا واہی تباہی بکتی ہے ______

(دور سے بلقیس کی ماں کی آواز آتی ہے: بلقیس ____ بلقیس")

بلقیس:۔ ثریا ____ لے یہ اکنی۔ دو پیسے کی املی لے لینا ______ پر یاد رکھ میں ہر روز املی کے لئے پیسے نہ دوں گی ______ اور دیکھ۔ آدھی میرے لئے رکھ چھوڑنا ______ امی مجھے بلا رہی ہیں ______ (بلند آواز میں) آئی ___ اور دیکھ ثریا کسی سے ان باتوں کا ذکر نہ کیجو۔ سمجھ گئی؟ ______ لے وہ خود ہی آ رہی ہیں۔ تو بھاگ یہاں سے۔

بلقیس کی ماں:۔ بلقیس ______ یہ جو میں دو گھنٹے سے تجھے بلا رہی ہوں تو نے کانوں میں روئی ٹھونس رکھی ہے کیا۔

بلقیس:۔ نہیں تو ......

ماں:۔ اور یہ میں کیا سنتی ہوں۔

بلقیس:۔ ..... کیا امی جان۔

ماں:۔ کہ تو آج پھر باہر جانا چاہتی ہے ______ میں کہتی ہوں لونڈوں کے ساتھ کدکڑے نہ لگا۔ شریف بہو بیٹیوں کی طرح تیرا گھر میں جی ہی نہیں لگتا۔ دیدے کا پانی ہی ڈھل گیا ہے۔ دھائی بادا۔ لوٹا سی ہو گئی۔ طبیعت میں سے ابھی تک آوارہ گردی نہیں گئی ______ یاد رکھ وہ چار چوٹ مار پیٹوں گی کہ تیرے بند بند ڈھیلے ہو جائیں ______ یہ موئے کالج میں داخل کر کے میں نے بڑی سخت غلطی کی۔

بلقیس:۔ آپ تو ناحق بگڑ رہی ہیں۔

ماں:۔ ابھی تیری اس سہیلی کے یہاں سے آدمی آیا تھا کہ بی بی جی تیار رہیں۔ کالج کے جلسے میں جانا ہے۔

بلقیس:۔ جلسے میں ——— ارے سچ مچ ——— میں تو بالکل بھول ہی گئی تھی۔ یہ جلسہ بہت ضروری ہے امی جان۔

ماں:۔ جلسے اور جلوس جائیں بھاڑ میں ——— تو چل میرے ساتھ اور بیٹھ کے آٹا گوندھ۔

بلقیس:۔ .... پر امی جان ....

ماں:۔ بلقیس۔ میرے ساتھ آج کوئی بہانہ نہیں چلے گا ——— سمجھیں۔ آج تجھے آٹا گوندھنا ہی ہوگا۔

بلقیس:۔ آٹا گوندھنے کے بعد تو مجھے اجازت دے دیجئے گا نا۔

ماں:۔ تو پہلے چل کر آٹا تو گوندھ ——— پھر دیکھوں گی ——— چل ... (اچانک) نہیں ہیں تجھے ہرگز اجازت نہ دوں گی۔ جلسہ جائے جہنم میں ——— اب مجھے یاد آیا۔ تو چار روز سے متواتر سیر سپاٹے کر رہی ہے۔ کل سینما دیکھنے گئی تھی۔ پرسوں تیری اس سہیلی کے ہاں چائے تھی۔ اور ——— اور ——— لیکن تو مجھے باتوں میں نہ لگا۔ جا کام کر ——— بیٹھ جا یہاں میرے سامنے ——— بیٹھ جا۔

بلقیس:۔ پانی کہاں ہے۔

ماں:۔ یہ تیرے پاس ہی تو پڑا ہے ——— اب تجھے سجھائی بھی کم دینے لگا ہے۔

بلقیس:۔ پہلے یہ آٹا کس نے گوندھنا شروع کیا تھا۔

ماں:- میں نے ــــــ کیوں؟

بلقیس:- (آٹا گوندھنے کی آواز) . . . کچھ نہیں۔

(وقفہ ــ ــ آٹا گوندھنے کی آواز چند لمحات آتی ہے)

ماں:- بلقیس۔ تو یہ مکیاں مار رہی ہے کہ کسی کا سر سہلا رہی ہے۔ تیری مکیوں میں تو دم ہی نہیں۔ یوں آٹا کیا خاک گندھے گا ــــــ سر سے بلا ٹال رہی ہے۔

(دور سے بلقیس کے بھائی کی آواز آتی ہے "امی جان ذرا ادھر آئیے گا"

ماں:- آتی ہوں۔

(بلقیس آٹا گوندھتی رہتی ہے)

بلقیس:- (دھیمی آواز میں) ثریا ــــــ ثریا۔ ذرا بات سن۔

ثریا:- (رازدارانہ لہجے میں) . . . کیا ہے؟

بلقیس:- جا دوڑ کے دیکھ ٹائم پیس میں وقت کیا ہوا ہے۔

(آٹا گوندھنے کی آواز)

بلقیس:- یہ آٹا گوندھنا بھی کیا مصیبت ہے ــــــ ساری میری ساڑھی چڑ سوں سے بھر گئی ہے۔ اللہ کرے نہ رہے اس دنیا کے تختے پر۔ اس نابکار ماما کو بھی آج ہی اپنی بہن کے ہاں جانا تھا ــــــ میرا ستیاناس ہو ــــــ۔ یہ پانی کہاں سے آ گیا ــــــ خشکہ کہاں ہے ــــــ؟

ثریا:- آپا ــــــ وقت میں دیکھ آئی ہوں۔

بلقیس:- کیا بجا ہے؟

ثریا:- سوا آٹھ۔

بلقیس :- (گھبرا کر) سوا آٹھ ــــ تو صرف پندرہ منٹ باقی رہ گئے۔
ماں :- (دور سے) ثریا ــــ تو چل یہاں سے بھاگ ــــ بلقیس آٹھ بجے ذرا
تو بھائی کے کوٹ میں دو بٹن ٹانک دینا ــــ
بلقیس :- آپ نے ٹانک دیئے ہوتے ــــ مجھے۔
ماں :- (غصے میں) مجھے کیا؟
بلقیس :- (تیز لہجے میں) کچھ نہیں ــــ آپ تو بس چاہتی ہیں کہ گلا گھونٹ
دیں۔
بلقیس کا بھائی :- بلقیس ــــ بلقیس
بلقیس :- آگ لگے بلقیس کی جان کو ــــ مر بھی نہیں چکتی یہ بلقیس۔
بھائی :- ارے بھئی کیا ہوا ــــ کیا ہوا امی جان؟
ماں :- اسی سے پوچھ لے۔
بھائی :- کیا ہوا بلقیس؟
بلقیس :- کچھ بھی نہیں ہوا ــــ تو کیا ہوا۔ میں نہیں جاؤں گی جلسے میں۔
بیٹھی آٹا گوندھتی رہوں گی بٹن ٹانکتی رہوں گی ــــ سال بھر میں
ایک بار جلسہ ہوتا ہے۔ اس میں جانے سے بھی آپ روکتی ہیں (سسکیاں)
بھائی جان لائیے آپ کا کوٹ۔ لائیے میں بٹن ٹانک دوں۔
بھائی :- بھئی امی جان، یہ واقعی آپ بہت ظلم کر رہی ہیں ــــ جلسے میں
بلقیس کو ضرور جانا چاہیئے۔ سب لڑکیاں جا رہی ہیں۔
بلقیس :- آپ کا کوٹ کہاں ہے ــــ (سسکیاں) نہیں میں نہیں جاؤں گی۔

ماں :۔ سلیم میں نے کب روکا ہے اِسے ـــــ بے شک جائے۔ پر گھر کے کام
کاج بھی تو ہیں۔ مجھ اکیلی سے سب کچھ تھوڑے ہی ہو سکتا ہے۔

بلقیس :۔ (سسکیاں) نہیں میں اب نہیں جاؤں گی ـــــ آٹا میں نے گوندھ
دیا ہے ـــــ اب کوئی اور کام کرنے کو دے دیجئے۔

ماں :۔ نہیں جاتی تو نہ جا ـــــ میری بلا سے۔ پر تو نے یہ نخرے بہانے کیا
شروع کر دیئے ہیں ـــــ سلیم تم اس کی بہت پچ لیتے ہو۔ تمہاری طرفداری
نے اس کو بالکل بگاڑ رکھا ہے۔

بھائی :۔ نہیں نہیں ـــــ امی جان یہ بات نہیں۔ بلقیس بڑی اچھی لڑکی ہے
ـــــ (بلقیس سے) بلقیس۔ دیکھو۔ جو کام امی جان تم سے کہیں وہ کر دو
پھر چلی جانا۔

بلقیس :۔ لیکن بھائی جان۔ مجھے تو وہاں ٹھیک . . . . .

بھائی :۔ نو بجے پہنچنا ہے ـــــ نو بجے ہی تو پہنچنا ہے۔ مجھ سے ابھی سعید
کہہ رہا تھا کہ جلسے کا وقت یوں تو ساڑھے نو بجے مقرر ہے۔ مگر نو بجے اس کی بہن
چلی جائے گی۔ تم نو نہیں تو پونے نو یہاں سے چلی جانا ـــــ چلو۔ آؤ میرے
کوٹ میں بٹن ٹانک دو۔

بلقیس :۔ لیکن ـــــ لیکن ـــــ

بھائی :۔ بس۔ بس۔ اب لڑائی ختم ہو گئی ـــــ چلو میرے کوٹ میں بٹن ٹانک دو۔

بلقیس :۔ چلئے ـــــ (وقفہ)۔ . . (دھیمے لہجے میں) بھائی جان آپ
سے ایک بات کہوں ـــــ مانئے گا؟ ـــــ نہیں آپ نہیں مانیں گے۔

بھائی:۔ بھئی کمال ہے۔ آپ ہی یوں کہتی ہو۔ آپ ہی دُوں کہتی ہو۔ پہلے بات تو بتاؤ۔

بلقیس:۔ آپ کی گھڑی میں وقت کیا ہوا ہے۔

بھائی:۔ آٹھ بج کر۔ . . . . آٹھ انیس ہوئے ہیں۔

بلقیس:۔ (گھبرا کر) آٹھ انیس —— تو آپ ایسا کیجئے آج کوئی اور کوٹ پہن لیجئے۔ اس وقت مجھ سے بٹن نہ ٹکوائیے —— میرے اچھے بھائی جو ہوئے —— مجھے وہاں ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے پہنچ جانا ہے —— تو اجازت ہے مجھے۔ امی جان تو آپ جانتے ہی ہیں مجھ پر کتنی بگڑ رہی تھیں —— چند لڑکیوں کو وہاں جلدی اس لئے بلایا ہے کہ جلسے کا انتظام وغیرہ کیا جائے —— اب اگر میں بلانے پر بھی نہ گئی تو پرنسپل صاحبہ کیا کہیں گی —— اور پھر جلسے سے تھوڑی دیر پہلے ذرا گپ بھی رہے گی —— آپ کو تو یہ سب باتیں معلوم ہیں۔ اسی واسطے آپ سے کہہ رہی ہوں —— تو دوسرا کوٹ پہن لیجئے گا نا؟

بھائی:۔ (ہنستا ہے) . . . . . تم نے تو مجھے کچھ بولنے ہی نہیں دیا —— اب تمہاری خوشی اسی میں ہے تو میں دوسرا کوٹ پہن لوں گا —— جاؤ۔ پر ایک شرط ہے کہ مجھے ... یہ کی ساری باتیں جلسے سے واپس آکر سنانا ہوں گی۔ کہ وہ کس قسم کے کپڑے پہن کر آئی تھیں۔ اور —— اور ایسی ہی چند اور باتیں —— بھئی ہماری اس سے شادی ہو رہی ہے

بلقیس:۔ (خوش ہو کر) میں وعدہ کرتی ہوں ـــــ آپ دیکھ لیجیے گا فوٹو کھینچ
دوں گی ـــــ فوٹو ـــــ تو ـــــ تو ـــــ میں جاتی ہوں ـــــ
آپ امی جان سے کہہ دیجئے گا کہ اُسے ضروری جانا تھا۔
بھائی:۔ حمیدہ کو میرا سلام کہہ دینا۔
بلقیس:۔ (جلدی میں) ..... کہہ دوں گی ـــــ (آواز دیتی ہے) ثریا۔
(قدموں کی چاپ) ..... ثریا ـــــ ہاں، بات سن ثریا ـــــ
ثریا:۔ کیا ہے۔
بلقیس:۔ بڑے کمرے میں اباجی تو نہیں بیٹھے ہوتے۔
ثریا:۔ نہیں آپا ـــــ وہ ابھی کاغذ لے کر باہر نکلے ہیں۔
بلقیس:۔ اچھا تو ایسا کر میرے لئے ایک تانگہ منگوا دے ـــــ جلدی کر۔
ثریا:۔ کرایہ کیا طے کیا جائے؟
بلقیس:۔ تو کرائے ورائے کا چھوڑ ـــــ میں خود طے کر لوں گی ـــــ بھاگ اب
(تھوڑا وقفہ)
بلقیس:۔ (گھبرا کر) کیا ہے؟ ـــــ کون تھا؟ ـــــ کوئی بھی نہیں تھا۔
آج جانے مجھے کیا ہو گیا ہے ـــــ میں اب یہاں کھڑی سوچ کیا رہی ہوں
ـــــ کوئی چیز باقی رہ گئی ہے شائد ـــــ ہاں، رومال ـــــ
(ہنستی ہے) ..... رومال تو میرے ہاتھ میں ہے ـــــ ذرا بال سنوار لوں
ـــــ کنگھی کہاں ہے؟ ـــــ ہٹاؤ۔ ایسے ہی چلتی ہوں (دور سے
بلقیس کے باپ کی آواز آتی ہے)

باپ:۔ بلقیس ——— (آواز قریب آجاتی ہے) بلقیس بیٹا۔

بلقیس:۔ (گھبرا کر) . . . جی ابا جی۔

باپ:۔ تو یہاں کھڑی کیا کر رہی ہے بیٹے ادھر آ۔ اپنا قلم لے کر میرے کمرے میں آ۔

بلقیس:۔ . . . لیکن ابا جی . . . .

باپ:۔ وہ نیلا پیڈ بھی لیتی آنا۔

(قدموں کی چاپ ——— وقفہ)

بلقیس:۔ (تنگ آکر) میں یہاں سے چلی کیوں نہ گئی ——— اب جانے وہ مجھ سے کیا لکھوانا شروع کر دیں گے ——— ثریا۔

ثریا:۔ آپا ——— تانگہ آگیا ——— گلی کے باہر کھڑا ہے۔ آپ جلدی جائیے۔ وہ زیادہ دیر رُکے گا نہیں۔

بلقیس:۔ تو ایسا کر۔ یہاں کھڑی رہ۔ جب ابا جی مجھے بلائیں تو کہہ دینا، جلدی جلدی میں کالج چلی گئی ہیں۔

باپ:۔ (دُور سے آواز آتی ہے) بلقیس بیٹا۔

(بلقیس جواب نہیں دیتی)

ثریا:۔ (سرگوشی میں) کہہ دوں چلی گئی ہیں۔

(باپ خود آجاتا ہے)

باپ:۔ بلقیس۔

بلقیس:۔ (گھبرا کر) . . . جی ابا جی۔

باپ:۔ میں نے تجھ سے کیا کہا تھا۔

بلقیس :۔ مجھے یاد ہے ابا جی ——— میں ثریا سے اپنے قلم کی بابت ہی پوچھ رہی تھی۔ جانے کہاں گم ہو گیا ہے۔ وقت کے وقت ہمیں ہی چیزیں گم ہو جایا کرتی ہیں اور مجھے ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے جلسے میں پہنچ جانا ہے۔

باپ :۔ تو ابھی کافی وقت پڑا ہے ——— مجھے صرف ایک خط لکھوانا ہے۔ ——— شاباش بیٹا آؤ میرے ساتھ ——— اپنا قلم پھر ڈھونڈ لینا ——— میرے قلم سے تم لکھ لیا کرتی ہو۔

بلقیس :۔ ابا جی

باپ :۔ کیا ہے؟

بلقیس :۔ بھائی جان سے آپ کیوں نہیں کہتے۔ وہ آپ کو لکھ دیں گے۔

باپ :۔ نہیں بلقیس۔ وہ بڑا بد خط ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں وہ اپنی طرف سے لکھ دیا کرتا ہے ——— صرف دو تین منٹ کا کام ہے آؤ ——— اب بہانے نہ بناؤ چلو۔

بلقیس :۔ چلئے ——— (ثریا سے۔ سرگوشی میں) تو تانگے والے سے جا کے یہ کہہ دے کہ وہ کپڑے تبدیل کر رہی ہیں۔ ابھی آتی ہیں۔

باپ :۔ جلدی جانا ہے تو جلدی آؤ۔

(وقفہ ——— کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)

باپ :۔ اچھا ——— دیکھ لو کاغذ پہ کوئی داغ دھبہ تو نہیں۔

بلقیس :۔ جی نہیں بالکل صاف ہے۔

باپ :۔ میرا مطلب ہے تم نے کنگھی وگھی کی ہوگی۔ ہاتھوں کو تیل لگا ہوگا۔ یہ کاغذ نیچے

(رکھ لو (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)

بلقیس:۔ آپ اب لکھوانا شروع کیجئے۔

باپ:۔ ٹھیرو۔ مجھے مضمون بنا لینے دو ——— ہاں۔ تو لکھو ——— عزیزمن
——— میرا وہ عزیز ہی تو ہے ——— اپنے نثار احمد کی بابت کہہ رہا ہوں
——— میرا پتا تو تم نے لکھدیا ہوگا۔

بلقیس:۔ جی ہاں۔

باپ:۔ انگریزی میں لکھنا چاہیئے تھا۔ اس لئے کہ اردو میں لکھو گی تو اس کی سمجھ میں نہ آئے گا۔

بلقیس:۔ انگریزی ہی میں لکھا ہے ——— ہاں تو لکھوائیے ——— عزیزمن

باپ:۔ بعد دعائے عمر درازی کے واضح ہو کہ ہم بخیریت ہیں اور تمہاری خیریت خداوند تعالٰے سے نیک مطلوب ہیں ——— لکھ لیا۔

بلقیس:۔ نیک مطلوب ہیں ——— لکھ لیا

باپ:۔ صورتِ احوال یہ ہے۔

بلقیس:۔ صورتِ احوال یہ ہے کہ . . . (دھیرے سے) . . عجب مصیبت ہے۔

باپ:۔ کیا کہا؟

بلقیس:۔ کچھ نہیں ——— آپ آگے لکھوائیے۔

(وقفہ)

(بلقیس اضطراب میں ٹانگ ہلانا شروع کر دیتی ہے۔ اس کی آواز آتی ہے)

باپ:۔ صورتِ احوال یہ ہے . . . . . . تمہاری ماں کہاں ہے؟

(ٹانگ زور سے ہلتی ہے)

بلقیس:۔ وہ پڑوسن کے یہاں گئی ہیں۔

(وقفہ)

باپ:۔ اس کو بھی تو کچھ لکھوانا تھا۔

بلقیس:۔ آپ کو جو لکھوانا ہے وہ تو لکھوا دیجئے ـــــ لکھوائیے۔

باپ:۔ لکھواؤں کیا خاک ـــــ تمہاری ٹانگ اس زور سے ہل رہی ہے کہ...

(ٹانگ ہلنے کی آواز)

بلقیس:۔ میری ـــــ میری ٹانگ ـــــ (ہلنے کی آواز بند ہو جاتی ہے)

اوہ ـــــ اچھا تو اب لکھوائیے ـــــ خدا کے لئے جلدی کیجئے۔

(ٹانگ پھر ہلتی ہے)

باپ:۔ تم ٹانگ ہلانا تو بند کرو۔

بلقیس:۔ (ٹانگ ہلتی رہتی ہے) . . . اب کہاں ہلتی ہے ـــــ آپ لکھوائیے۔

باپ:۔ لکھو ـــــ جب سے تم گئے ہو۔ یہاں بلا کی گرمی پڑ رہی ہے۔ لوگوں کو دھڑا دھڑ سن اسٹروک ہو رہا ہے ـــــ میں گھر سے بالکل باہر نہیں نکلتا۔ گرمی کی انتہا یہ ہے کہ میرے تین دو باز مر گئے ہیں۔ جو دو سورج مکھی تھے وہ مرنے کے قریب ہیں۔ تم جب گرمیوں کے بعد یہاں آؤ تو چار پانچ لقے ضرور لیتے آنا ـــــ لکھ لیا۔

بلقیس:۔ جی ہاں ـــــ چار پانچ لقے ضرور لیتے آنا ـــــ بس؟

باپ:۔ نہیں۔ ابھی نہیں ـــــ لکھو ـــــ تمہارا لوہے کا ٹرنک محفوظ پڑا ہے

پڑا ہے۔ اس کا تالا ٹوٹا ہوا تھا جو میں نے بنوا دیا ہے۔ کہو تو اس پہ ۔ روغن بھی
کرا دوں۔ میرے خیال میں کالا اچھا رہے گا

بلقیس:۔ کالا اچھا رہے گا ـــــ اپنی ماں کو میرا اسلام کہنا۔ بچوں کو ۔ ۔ ۔ ۔ پیار

باپ:۔ ہاں بچوں کو پیار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (دو فقرے ٹائپ کر) ۔ ۔ ۔ ۔ مگر یہ تم نے خط کیوں بند
کر دیا۔ مجھے ابھی تو اور بہت سی باتیں لکھوانا تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہاری ماں
کہاں ہے؟

بلقیس:۔ ہمسائی کے یہاں گئی ہیں ـــــ بخدمت جناب نثار احمد صاحب،
بلڈنگ کنٹریکٹر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوٹھی نمبر تین۔ راولپنڈی ـــــ یہ لیجئے اباجی
پر پتا بھی لکھ دیا ـــــ ثریا سے کہتی ہوں ابھی پوسٹ کرا دے ـــــ
اچھا تو میں اب جاتی ہوں۔

باپ:۔ ہاں۔ اسے ابھی پوسٹ کرا دو ـــــ تمہارے بھائی کو دوں گا تو
اس کی جیب ہی میں پڑا رہے گا ـــــ مگر بات تو سن بلقیس ـــــ
میں سمجھتا ہوں بہت سی باتیں رہ گئی ہیں۔

بلقیس:۔ وہ امی جان اپنے خط میں لکھوا دیں گی ـــــ اچھا اباجی میں اب
چلتی ہوں (تیز قدموں کی آواز ـــــ چند لمحات کے بعد ـــــ
بس اب دور بلقیس ـــــ ساڑھے آٹھ بجنے ہی والے ہیں۔
(گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے ـــــ)

دوسرا منظر

منتظر:۔ میں بیمار ہوں ـــــ سخت بیمار ہوں۔ آپ ـــــ آپ ـــــ اوہ

ساڑھے آٹھ بجنے والے ہیں۔

دوست: (فکرمند لہجے میں) تم بیمار ہو لیکن بھئی عجیب بیوقوف ہو مجھ سے تم نے پہلے کیوں نہ کہا۔ اب اطمینان سے اپنا سارا حال سناؤ۔ مجھے کوئی خدمت بتاؤ۔۔ بھئی واللہ کمال کر دیا ــــ اور ہاں یہ ساڑھے آٹھ بجے تم نے کیا کہا تھا۔

منتظر: (مردہ آواز میں) ساڑھے آٹھ بجے ــــ ساڑھے آٹھ بجے مجھے دوا پینی ہے۔

دوست: لاؤ میں پلا دیتا ہوں۔ کہاں ہے وہ ــــ ساڑھے آٹھ بجنے میں اب کتنی دیر ہے ــــ دوا کہاں ہے؟

منتظر: نہیں۔ نہیں۔ میں خود پی لوں گا ــــ آپ تکلیف نہ کریں ــ آپ ــــ آپ ــــ آپ جائیے۔

دوست: تمہیں بیمار چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں۔

منتظر: میں ــــ میں ــــ میں بیمار نہیں ہوں ــــ میں ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا آپ جائیے ــــ او خدا کے لئے آپ جائیے ــــ مجھے دل کا دورہ پڑ جائیگا۔

دوست: دل کا دورہ ــــ بھئی اب تو میں ہرگز نہیں جاؤں گا ــ بتاؤ دوا کہاں ہے؟

منتظر: دوا میرے پاس نہیں ہے ــــ آپ جائیے۔ خدا کے لئے جائیے۔

دوست: تمہیں اس حالت میں چھوڑ کر میں ڈاکٹر کے پاس بھی تو نہیں جا سکتا۔

منتظر: (کیا کہا) اضطراب بڑھتا جائے) آپ ڈاکٹر کے پاس بھی نہیں جائیں گے میں ــــ میں ــــ مر جاؤں گا ــ خدا کے لئے ڈاکٹر کے پاس دوڑے جائیے۔ میری حالت بہت خراب ہے ــــ میری ــ حالت ــــ بہت ــــ خراب ــــ ہے ــــ جائیے ــــ (آواز کمزور ہو جاتی ہے)

دوست :۔ غشی طاری ہو گئی —— کیا ہوا —— ڈاکٹر کہاں ملے گا ——

دور دروازہ کھولنے کی آواز —— گھبراہٹ کے ساتھ باہر جانے کی آواز، اب کوئی ڈاکٹر مل جائے۔

(گھڑی کی ٹک ٹک —— آخر میں کلاک میں خرخراہٹ پیدا ہو اور ایک ٹن کی آواز آئے۔ اس ٹن کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی دیتی رہے ——

گھڑی کی ٹک ٹک بند ہو جائے۔ ایک سیکنڈ تک مکمل خاموشی طاری رہے ——

اس خاموشی کے بعد دروازہ کھلے اور بلقیس داخل ہو)

بلقیس :۔ میں تو وہی —— لیکن دیکھئے کس مزے سے جناب سو رہے ہیں۔ گویا ان کو معلوم ہی نہیں کہ میں آ رہی ہوں —— کافی گہری نیند سو رہے ہیں —— خدا جانے کہاں سے گھومتے گھامتے تھک کر آئے ہوں گے، خفگی کے ساتھ، تو مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ یہاں بن بلائے مہمانوں کی طرح کھڑی رہوں ...

(بولتے ہوئے دروازہ بند کرنے کی آواز)

فیڈ آؤٹ

———

کمرہ نمبر ۹

افراد

شیریں . . . . (ایک شوخ و شنگ لڑکی ——— تیز گفتار)

زمان . . . . (بے پروا سا آدمی ——— شیریں کا بھائی)

فضلو . . . . (گھر کا خادم)

رانی . . . . (بھنگن)

ناصر . . . . (شیریں کا ایک جاننے والا)

(دروازے پر ایک ہاتھ پڑنے کی آواز)

زمان :۔ دیکھو شیریں ۔ دستک ہو رہی ہے ۔ پڑھو یہ کیا لکھا ہے ۔

شیریں :۔ (بے پروائی سے) . . . . کیا لکھا ہے ؟

زمان :- تم اتنی جلد بازی کیوں کرتی ہو —— یہ دیکھو تمہارے سامنے کیا ہے ——
لکھا ہے "ازراہِ کرم دستک نہ دیجئے"

شیریں :- دستک نہ دیں تو کیا کریں ؟

زمان :- وہ کرو جو لکھا ہے ۔

شیریں :- کیا لکھا ہے ۔

زمان :- یہ تمہاری ضد بھی عجیب قسم کی ہے —— یعنی سب کچھ پڑھ چکی ہو اور مجھ سے پوچھے
جا رہی ہو کہ کیا لکھا ہے —— بخدا وہ لوگ بیوقوف ہیں جو تمہیں عقلمند سمجھتے ہیں ۔

شیریں :- میں اس وقت بحث کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں —— تمہیں بتانا ہو گا
کہ کیا لکھا ہے ۔

زمان :- لکھا ہے "دستک دیجئے —— صاحبِ خانہ کو آواز دیجئے"

شیریں :- یہ تمہارا صاحبِ خانہ جو کوئی بھی ہے دیوانہ ہے ۔

زمان :- خدا کا واسطہ آہستہ بولو —— سن لے گا تو . . . . .

شیریں :- تو کیا ہو گا . . . . . (زور سے دستک دیتی ہے)

زمان :- (ڈر کر) بھئی میں چلا ۔

(اندر سے ایک کڑک سنائی دیتی ہے "کون ہے")

شیریں :- (ڈر کر) زمان ٹھیرو ۔ میں بھی آئی (بھاگنے کی آواز) ٹھیرو —— میں کہتی
ہوں زمان نمبر ۹ میں ضرور کوئی دیوانہ رہنے کے لئے آیا ہے —— چلو بھاگو ——
اللہ قسم آواز میں دیوانگی تھی —— تم نے نہیں سنی ؟

زمان :- میں نے سب کچھ سن لیا ہے ۔ تم اب گھر چلو ۔

(وقفہ ——— دروازے پر دستک کی آواز)

شیریں:۔ دستک کیوں دیتے ہو بھئی ——— چلو اندر۔ دروازہ کھلا ہے۔

زمان:۔ (چونک کر .....) اوہ! ——— (ہنستا ہے) ابھی آمد ہو گئی ہے ———
میں کسی اور کا مکان سمجھے ہوئے تھا۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

شیریں:۔ (آواز دیتی ہے) فضلو ——— فضلو

فضلو:۔ (آواز دور سے آتی ہے) آیا بی بی جی۔

شیریں:۔ زمان تم فضلو کو نیچے چوکیدار کے پاس بھیجو۔ وہ اس سے پوچھ کے آئے
کہ نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں۔

فضلو:۔ جی بی بی جی۔

زمان:۔ دیکھو فضلو۔ نیچے چوکیدار کے پاس جاؤ اور اس سے باتوں باتوں میں پوچھو کہ
نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں۔

شیریں:۔ کیا نام ہے۔ کہاں سے آئے ہیں ——— کیا کام کرتے ہیں ———
شادی شدہ ہیں یا .....

زمان:۔ اتنی باتیں پوچھنے کی کیا ضرورت ہے ... ——— صرف نام ہی کافی ہے۔

شیریں:۔ نہیں۔ نہیں فضلو تم یہ سب کچھ دریافت کرو۔

فضلو:۔ بہت اچھا بی بی جی۔

(وقفہ)

شیریں:۔ زمان یہ آدمی مجھے بڑا عجیب و غریب معلوم ہوتا ہے۔

زمان :۔ تم نے کیسے جانا۔

شیریں :۔ انسان کے اندر ایک چھپی حس ہوتی ہے۔ یہی حس مجھ سے کہتی ہے.....
... (ٹھیرو میں مالک مکان کو ٹیلی فون کرتی ہوں ـــــ اس کو اس آدمی
کے بارے میں بہت سی باتیں معلوم ہوں گی۔

زمان :۔ (ہنستا ہے) ... میری چھٹی حس کہتی ہے کہ یہ آدمی تمہیں دیوانہ بنا دیگا۔
(نمبر ملانے کی آواز)

شیریں :۔ ہلو... ہلو ـــ سیٹھ صاحب ہیں؟ ـــ نہیں ہیں ـــ
آپ کون ہیں؟ ـــ منیجر ـــ ذرا صاف بولئے ـــ آپ نے ہکلانا
کیوں شروع کر دیا ہے ـــ میں کرشن بلڈنگ کے فلیٹ نمبر ۹ سے بول رہی
ہوں ـــ جی ہاں ـــ دیکھئے ـــ نو نمبر میں کون صاحب آئے ہیں؟
ـــ آپ کو معلوم نہیں ـــ دیکھئے میں نے آپ سے یہ پوچھا تھا کہ نو نمبر میں
کون صاحب آئے ہیں؟ ـــ یعنی نو نمبر کا فلیٹ کس نے کرائے پر لیا ہے
ـــ (وقفہ) ـــ جی ـــ جی ـــ جی ـــ تو آپ کو ان کے بارے
میں کچھ علم نہیں ـــ لیکن میں پوچھتی ہوں آپ نے اصلی کرایہ دار کا نام پتہ کیوں
دریافت نہیں کیا..... (ارادہ تبدیل کر لیتی ہے)... کچھ نہیں ـــ
شکریہ (ٹیلی فون کا چونگا رکھ دیتی ہے)

زمان :۔ کیا کہتا ہے؟

شیریں :۔ عجیب بیوقوف ہیں یہ لوگ ـــ ایک تو عورت کی آواز سن کر یوں بوکھلا جاتے
ہیں جیسے ـــ اب میں کیا کہوں ـــ اور یہ بھلا کیا دستور ہے کہ

نام پر کسی اور کا لکھ لیا جائے اور مکان میں رہنے کے لئے کوئی دوسرا آئے ۔۔۔
کہتا ہے ایک صاحب جن کا اسم شریف خواجہ غلام حسن ہے آئے۔ کرایہ ادا کیا
اور کہا کرائے نامے پر ان کا نام لکھا جائے کیونکہ اُن کے دوست ہوٗرمز کے
اصل کرایہ دار ہیں اپنے نام سے کبھی مکان کرائے پہ نہیں لیا کرتے ۔

زمان:۔ تمہاری چھٹی حس کے درست ہونے کا یہ پہلا ثبوت ہے۔

فضلو:۔ سرکار چوکیدار کو اس بات کا کچھ پتا نہیں کہ نمبر ۹ میں کون رہتا ہے۔

شیریں:۔ تم نے اس سے کچھ پوچھا بھی تھا یا ایسے ہی بیڑی پی کر لوٹ آئے۔

فضلو:۔ جی نہیں بی بی جی۔ میں نے اس سے ساری باتیں کرید کرید کر پوچھیں کہ اس کو
کچھ معلوم بھی ہو ۔۔۔۔ وہ تو کہتا ہے کہ مجھے اس کرایہ دار کی بابت صرف اس
بات کے سوا اور کچھ معلوم نہیں کہ وہ زمین پر سوتا ہے۔

شیریں:۔ یہ بات چوکیدار کو کیسے معلوم ہوئی ؟

فضلو:۔ بھنگن نے اس کو بتایا تھا کہ ایک روز اس نے صاحب کو سیمنٹ کے فرش پر
بستر تکیے بغیر لیٹے دیکھا۔

شیریں:۔ کچھ اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

فضلو:۔ جی اور تو کوئی بات نہیں۔

شیریں:۔ (جلدی جلدی) فضلو ۔۔۔ ٹھہرو ۔۔۔ بھنگن ابھی تک بلڈنگ ہی میں
ہوگی ۔۔۔ جاؤ اس کو دیکھو۔ اگر مل جائے تو فوراً میرے پاس بھیجو۔ کہنا ایک
ضروری کام ہے۔

فضلو:۔ بہت اچھا بی بی جی۔

زمان :۔ (ہنستا ہے ــــــ پیٹ بھر کے ہنستا ہے) ۔ ۔ ۔ ۔

شیریں :۔ (خفگی آمیز حیرت کے ساتھ) ۔ ۔ ۔ یا وحشت ۔

زمان :۔ (ہنستے ہوئے) شیریں میری سمجھ میں نہیں آتا تم اس آدمی سے اتنی دلچسپی
کیوں لے رہی ہو ــــــ تمہیں تو مردوں سے نفرت ہے

شیریں :۔ مجھے اس سے خاک بھی دلچسپی نہیں ــ ــ ــ میں صرف ۔ ۔ ۔ ۔

زمان :۔ یہ بھی اچھی رہی ــــــ دلچسپی نہیں تو یہ بال کی کھال کیوں نکالی جا رہی ہے ۔
ــــــ بھئی شیریں مجھے تو ہنسی اس بات پر آتی ہے کہ جتنا تم اس آدمی کے
متعلق دریافت کرتی ہو اتنا ہی وہ بھول بھلیاں بنتا جاتا ہے ۔ ــــــ میں کہتا
ہوں اس کو جاننے کی ضرورت ہی کیا ہے ۔

شیریں :۔ تو چلو ختم کرو اس قصے کو ۔
(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

زمان :۔ (ٹیلی فون کا چونگا اٹھاتا ہے) ہلو ــــــ یس ــــ یس ــــــ
(دبی آواز میں ــــــ شیریں سے) ۔ ۔ ۔ ۔ شیریں ۔ بٹ صاحب تم سے بات
کرنا چاہتے ہیں ۔

شیریں :۔ (بے پروائی سے) پوچھو کیا کہنا چاہتا ہے ؟

زمان :۔ میں تمہارا سیکرٹری نہیں ہوں ۔ ــــ جو کہنا ہے آپ کہو ــــــ

شیریں :۔ میرے اچھے بھائی جو ہوئے ــــ اُسے کسی نہ کسی حیلے سے ٹال دو ۔

زمان :۔ ہلو ــــــ موجود ہیں ــــ جی ــــ جی ــــــ (شیریں سے) ۔ ۔
بٹ صاحب یہاں آنے کی اجازت چاہتے ہیں ۔

شیریں :- آنا چاہتا ہے تو آجائے مگر کہاں ایسا لباس پہن کر نہ آئے جس میں وہ درزیوں کا چھپا ہوا اشتہار معلوم ہو ـــــ وہ جب بھی نیا سوٹ پہن کر آتا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس نے سوٹ نہیں پہنا بلکہ سوٹ نے اس کو پہن رکھا ہے

زمان :- (ہنسی دبا کر .... پھر) ـــــ بٹ صاحب آپ پھر کبھی تشریف لائیے آج اسے ہمیں معاف .... ـــــ آداب عرض ـــــ (دبی ہوئی ہنسی ابھر آتی ہے ـــــ خوب ہنستا ہے) ـــــ بھئی کیا فقرہ کسا ہے۔

شیریں :- میں سچ کہتی ہوں۔ کالر میں اس کی گردن اور پتلون میں اس کی ٹانگیں ہمیشہ سوچتی رہتی ہیں کہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئی ہیں۔

زمان :- سچ تو یہ ہے کہ تمہیں مردوں سے خدا واسطے کا بیر ہے ـــــ یعنی تمہیں کوئی بھاتا ہی نہیں ـــــ اچھا بھلا یہ تو بتاؤ اس بیچارے نثار میں کیا نقص ہے۔ بیحد شریف آدمی ہے ـــــ ملنسار ہے ـــــ با اخلاص ہے۔

شیریں :- اس کا منہ مجھے پسند نہیں ـــــ جب وہ بات کرتا ہے تو اس کا منہ انگنی ڈال کر پلیٹ فارم ٹکٹ نکالنے والی مشین کی جھری سا بن جاتا ہے ـــــ ایسا نہ ہو میں کسی روز اس کے کھلے ہوئے منہ میں انگنی ڈال دوں

زمان :- (ہنستا ہے) تمہاری انگنی وہ ڈکار لئے بغیر ہضم کر جائے گا ـــــ پلیٹ فارم ٹکٹ اس میں سے نہیں نکلے گا ـــــ اچھا تو شوکت کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

شیریں :- خدا کے لئے اس کی بات نہ کرو ـــــ وہ جب بھی آتا ہے اور کچھ دیر یہاں

پیتا ہے تو مجھے اس سے دودھ کی بو آتی رہتی ہے۔

زمان:۔ ہنستا ہے ؛ یہ بھی اچھی رہی۔

شیریں:۔ اور کیا ـــــــ یعنی جب نہ تب ... دودھ کی بات کرے گا۔ جیسے دنیا میں گائے بھینسوں اور بکریوں کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں ـــــ مجھے دودھ سے سخت چڑ ہے اول تو دودھ کی رنگت ایسی ہے کہ کوئی شریف آدمی اسے پسند نہیں کر سکتا دوسرے اس کا ذائقہ بہت واہیات ہے۔ پیو تو گھنٹوں طبیعت متلاتی رہتی ہے۔

زمان:۔ مگر شوکت کے سامنے تم نے کبھی اپنے ان خیالوں کا اظہار نہیں کیا۔

شیریں:۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس کی وٹامنز گنوانا شروع کر دیتا ہے اور وٹامنز کو سمجھنا میری سمجھ سے بہت بالاتر ہے ـــــــ میں بے قافیہ شاعروں کے لکھے ہوئے سونیٹ سمجھ سکتی ہوں مگر کسی غذا کی وٹامنز نہیں سمجھ سکتی۔

زمان:۔ ہنستا ہے ـــــ اب ایک ناصر باقی رہ گیا ہے ـــــ اس کے متعلق بھی کچھ ہو جائے۔

شیریں:۔ ناصر یوں تو بہت اچھا آدمی ہے ـــــ مگر اس میں تحریکی قوت کی کمی ہے وہ بہت اچھا پکا ہوا سالن ہے مگر جس میں نمک کم ہو ـــــ وہ ایک ایسا ڈرامہ ہے جس میں کلائمکس پھیکا ہو کر رہ جائے ـــــ میں نے خوب غور سے اس کے کردار کا مطالعہ کیا ہے میں سمجھتی ہوں کسی نہ کسی جگہ اس میں کوئی خامی ضرور رہ گئی ہے ـــــ یہ میں نہیں کہہ سکتی کہاں ـــــ اس میں اوریجنیلیٹی بھی نہیں۔ شکل و صورت سے وہ ایک اوریجنل۔ ذہین اور طباع نوجوان دکھائی دیتا ہے۔ مگر جب اس کے اندر جھانک کر دیکھا جائے تو وہ ایک معمولی انسان نظر آتا ہے

نیت انسان کے وہ بہت اچھا ہے —— بہت اچھا ہے مگر صرف انسانیت
ہی سے کام نہیں چلتا۔ انسان میں انسانیت کے علاوہ تھوڑی سی چلبلاہٹ بھی
ہونی چاہئے —— یعنی کوئی ایسی چیز جو انسان میں ایک [illegible] سا پن پیدا کرے
—— تم میرا مطلب نہیں سمجھو گے

زمان:۔ (ہنستا ہے) میں سمجھ گیا ہوں —— [illegible] مطلب یہ ہے کہ انسان میں
ایک خاص قسم کی وٹامن ہوں ؟ ہے (ہنستا ہے) —— خوب بنتا ہے۔

شیریں:۔ (نامعلوم سی سنجیدہ باتوں میں ہمیں ظرافت کا پہلو کہاں سے نظر آجاتا ہے
—— (ا...) خاموش بھی ہو جاؤ —— تو یہ ہنسی ہے یا پلیگ ——

(دستک کی آواز)

شیریں:۔ دیکھو کون آیا ہے۔

زمان:۔ (ہنسنا بند کرتا ہے) جو بھی ہوگا خود بخود آجائے گا —— لیجئے یہ تو
خود ناصر ہے۔

(وقفہ)

ناصر:۔ آداب عرض۔

شیریں:۔ (جل کر) یہ دی ہے —— ابھی ابھی آپ جھمن لال سے ایک گیت
سن رہے تھے —— اب آپ انہیں سے ایک اور گیت سنئے کہ جس کے
اگلے بول یہ ہیں —— تمہیں شرم نہیں آتی سجنی —— ناصر خدا کے لئے اندر
داخل ہوتے ہی ہمارے یوں آداب عرضانہ کرو —— ایسا معلوم ہوتا ہے یہ دربار [illegible]
ہے —— اب بیٹھ بھی جاؤ —— کہو کیسے آئے؟

ناصر :- میں اس لئے حاضر ہوا تھا کہ . . . . . .

شیریں :- یہاں صوفے پر بیٹھ جاؤ اور اطمینان سے اپنی حاضری کا سبب بتاؤ۔

ناصر :- میں آج پکچر دیکھنے جا رہا ہوں —— کیا آپ بھی ساتھ چل سکتی ہیں —— یعنی اگر آپ کو فرصت ہو تو . . . . .

شیریں :- بس یہی پوچھنے آئے تھے ؟

ناصر :- جی ہاں۔ فقط یہی پوچھنے آیا تھا۔ پکچر اچھی ہے اور مجھے یقین ہے۔ آپ کا وقت ضائع نہ ہوگا۔

زمان :- یہ تم نے کیسے کہا کہ اس کا وقت ضائع نہ ہوگا۔ اس کا وقت تو اچھی سے اچھی چیز دیکھنے پر بھی ضائع ہو جایا کرتا ہے —— خود پوچھ لو۔

فضلو :- بی بی جی . . . .

شیریں :- کیا بات ہے فضلو . . . . ہاں میں سمجھ گئی —— بھنگن مل گئی تجھے۔

فضلو :- جی ہاں —— باہر کھڑی ہے۔

شیریں :- میں ابھی آتی (اٹھنے کی آواز) . . . . پھر چند لمحات تک اونچی ایڑی کے شو کی ٹپ ٹپ سنائی دے) . . . . رانی میں نے تجھے ایک خاص کام سے بلایا تھا۔ یہ نو نمبر کے فلیٹ میں کون رہتا ہے۔

رانی :- جی ایک آدمی رہتا ہے۔

شیریں :- (ہنستی ہے) ہاں ہاں —— فلیٹوں میں آدمی ہی تو بستے ہیں۔ میں یہ پوچھتی ہوں یہ آدمی کون ہے۔ کیسا ہے۔ کیا کرتا ہے۔

نی :- بی بی جی اس بات کی تو مجھے خبر نہیں پر اتنا جانتی ہوں کہ ایک گورے چٹے

بابو جی ؛ جو اکیلے پڑے رہتے ہیں۔

شیریں :- میں نے سنا ہے کہ تم نے ایک روز چوکیدار کو بتایا تھا کہ یہ آدمی جو نو نمبر میں رہتا ہے بستر تکئے کے بغیر ننگے فرش پر لیٹتا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے

رانی :- جی ہاں۔ یہ بات تو بالکل ٹھیک ہے —— گھر میں اُن کے کوئی کرسی چارپائی، پلنگ نہیں ہے۔

شیریں :- تو رہتے کیسے ہیں؟

رانی :- بی بی جی یہ مجھے نہیں پتہ ہے۔ ہم نے ایک روز ان میں سے ان سے پوچھا تھا۔ بابو جی —— آپ کا بستر کب آئے گا؟

شیریں :- تو انہوں نے کیا جواب دیا تھا؟

رانی :- کہا تھا۔ فرنیچر فرنیچر میں پسند نہیں کرتا۔ یہ جو آجکل کی کرسیاں میز ہیں۔ ان کی لمبی لمبی ٹانگیں مجھے اچھی نہیں لگتیں —— ایسا معلوم ہوتا ہے سوکھی سوکھی ٹانگوں والے آدمی اٹھک بیٹھک کر رہے ہیں —— وہ تو بی بی جی کچھ عجیب سے آدمی ہیں۔

شیریں :- (ہنستی ہے) ہاں۔ تو اور کیا کہتے تھے؟

رانی :- اب میں آپ سے کیا کہوں۔ کہتے تھے اگر میں نے کرسیاں اور میز منگوائیں تو ان کی ٹانگوں کو ڈھکنے کے لئے پتلونیں بھی بنواؤں گا۔ (ہنستی ہے)

شیریں :- (ہنستی ہے) کوئی اور بات تمہیں ان کے متعلق معلوم ہو؟

رانی :- اور تو کوئی بات نہیں ہے۔ پر میں اتنا ضرور کہوں گی کہ وہ صفائی بہت پسند کرتے ہیں۔ ہر روز مجھ سے سارے کمروں کے فرش دھلواتے ہیں۔

شیریں :۔ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں۔

رانی :۔ ایک ہوٹل سے ان کا ہر روز کھانا آتا ہے۔

شیریں :۔ بس مجھے یہی پوچھنا تھا۔ —— اب تم جا سکتی ہو۔

رانی :۔ سلام بی بی جی۔

شیریں :۔ سلام —— لیکن ٹھہرو —— ان کا نام جانتی ہو؟

رانی :۔ جی نہیں —— مجھے ان کا نام معلوم نہیں ہے۔

شیریں :۔ اچھا تو جاؤ۔

رانی :۔ سلام بی بی جی۔

شیریں :۔ سلام۔

(چند سیکنڈ کا وقفہ —— پھر شیریں کے چلنے کی آواز —— ایک دم ٹھہرنے کی آواز۔ ساتھ ہی بھاری قدموں کی چاپ)

شیریں :۔ بس جا رہے ہو —— کچھ دیر بیٹھو گے نہیں؟

ناصر :۔ اب پھر کبھی آؤں گا —— آپ —— آپ نے تو پکچر دیکھنے سے انکار کر دیا ہے

شیریں :۔ پھر تم مجھے ہر وقت آپ آپ کہتے رہتے ہو اسی لئے میں تمہارے ساتھ کہیں جانے کو تیار نہیں ہوتی —— یعنی جب بھی تم آتے ہو کھل کر بات ہی نہیں کرنے آتے تھے۔ تو کیا ایک ہے —— یہاں جتنے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے صرف ایک تم ہو جس کو میں پسند کرتی ہوں۔ جس سے باتیں کرنے کو میرا جی چاہتا ہے مگر تم کچھ ایسے آپ آپ کی الجھنوں میں پڑتے ہو کہ عدالتی زبان میں لکھی ہوئی عرضی بن کے رہ جاتے ہو —— اس روز تم مجھے سینما لے گئے۔ خدا کی قسم تیری تبدیلی

خاموشی سے اس قدر پریشان ہوگئی تھی کہ جی چاہتا تھا اٹھ کر دوڑتی ہوئی جاؤں اور
سامنے چلتے ہوئے فلم میں گھس جاؤں ------

ناصر:- مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے آپ کو اس روز اتنی پریشانی اٹھانا پڑی۔

شیریں:- اف اوہ ---- بھئی کیسے یخ بستہ اور منجمد انسان سے واسطہ پڑا ہے اور کچھ نہیں تو اس وقت یہی کہہ کر میرا دل خوش کر دیا کہ تم بیوقوف ہو۔ جو خاموشی سے گھبراتی ہو۔

ناصر:- میں یہ کیسے کہہ سکتا ہوں۔ مجھے خود خاموشی اچھی نہیں لگتی۔

شیریں:- تو اپنی اس عادت کو دور کیوں نہیں کرتے؟

ناصر:- یہ عادت دور ہو سکتی ہے اگر میں کسی ایسی عورت سے شادی کر لوں جو خوش گفتار ہو۔

شیریں:- اس سے تمہارا مطلب؟

ناصر:- میں خوش گفتار عورتوں کو پسند کرتا ہوں۔ اگر میری شادی کسی ایسی عورت سے ہو جائے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ میری خاموشی پسند طبیعت میں انقلاب آسکتا ہے۔

شیریں:- صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتے ہو۔

ناصر:- اس سے پہلے ایک بار میں اشارۃً آپ سے درخواست کر چکا ہوں۔

شیریں:- جی ہاں اور ناچیز نے اشارۃً جناب کو اس کا جواب دے دیا تھا۔

ناصر:- میں آپ کے اس اشارے کو سمجھ نہ سکا۔

شیریں:- تو لیجئے اب کی بار جناب کھلے لفظوں میں مجھ سے سن لیں کہ آپ کی میری شادی صرف اس لئے نہیں ہو سکتی کہ آپ ضرورت سے زیادہ شریف آدمی ہیں ---- آپ میں ہر سب خوبیاں موجود ہیں مگر آپ میں اوریجنیلیٹی بالکل نہیں ہے

ناصر:- (دلچسپی) سے آپ کی کیا مراد ہے؟

شیریں:- وہ شے جو آپ میں نہیں ہے ــــ گا آپ و(یسے) ہو جائے گی ــــ سینما کا وقت ہو رہا ہے۔

ناصر:- جی ہاں ــــ اچھا تو آداب...

شیریں:- (بات کاٹ کر) آداب عرض

ناصر:- (تھوڑا ہنستا ہے)

شیریں:- آپ ہنسے تھے؟

ناصر:- (ایک دم سنجیدہ ہو کر) جی ہاں۔

شیریں:- کیوں؟

ناصر:- ایسے ہی ــــ اچھا آداب...

شیریں:- (فوراً) آداب عرض ــــ

(ناصر کے چلنے کی آواز ــــ دروازہ کھلتا ہے پھر بند ہوتا ہے اس کے بعد شیریں زور زور سے ہنسنا شروع کرتی ہے ــــ ہنستے ہنستے دوسرے کمرے میں پہنچتی ہے)

زمان:- یا وحشت ــــ اتنے زور سے کس بات پر ہنسی ہے؟

شیریں:- (ہنسی بمشکل روک کر) تم آہستہ آہستہ ناصر کو آداب عرض کہو میں تمہیں بتاتی ہوں۔ کہو۔ آداب عرض۔

زمان:- آداب...

شیریں:- آداب عرض (ہنسنا شروع کر دیتی ہے)

(زمان اور شیریں دونوں ہنستے ہیں)

زمان:۔ تم نے غریب ناصر کو ضرور چھیڑا ہو گا ——— میں کہتا ہوں اس بیچارے کو زیادہ تنگ نہ کیا کرو۔ بڑا شریف آدمی ہے۔

شیریں:۔ اس کی ضرورت سے زیادہ شرافت ہی پر تو مجھے اعتراض ہے ———۔ خیر چھوڑو اس قصے کو ——— اس فرنیچر کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔

زمان:۔ کس فرنیچر کے متعلق؟

شیریں:۔ یہی جو اس کمرے میں پڑا ہے ——— تمہارا کیا خیال ہے ——— کیا ان کرسیوں میزوں اور تپائیوں کی ٹانگیں تمہیں ننگی ننگی نظر نہیں آتیں؟

زمان:۔ میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔

شیریں:۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ان ٹانگوں کی طرف دیکھ کر تمہارے دماغ میں کیا یہ خیال نہیں آتا کہ ان کی ——— میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ یہ ٹانگیں کیا تمہیں ننگی ننگی دکھائی نہیں دیتیں؟

زمان:۔ یہ کیا اوٹ پٹانگ باتیں کر رہی ہو ——— کیا ان میزوں کرسیوں اور تپائیوں کی ٹانگوں کے لئے تم کوئی لباس تیار کرنا چاہتی ہو۔۔۔(ہنستا ہے) ترقی پسندی نہ جانے اس دور میں کتنی ترقی کر گئی ہے۔

شیریں:۔ نہ جانے تم سے کوئی بات کرے ——— بابا میری توبہ ——— بھول ہوئی مجھ سے جو میں نے یہ بات شروع کی۔ . . . . (اٹھ کھڑی ہوتی ہے ——— فرش پر چند لمحات چلنے کی آواز ——— پھر ساز چھیڑنے کی آواز۔ اس کو آہستہ آہستہ فیڈ کر دیا جائے۔ مرغ کی اذان ——— وقفہ)

رانی :۔ فضلو ـــــــ اے فضلو

فضلو :۔ کیا ہے رانی ؟

رانی :۔ جرا اِدھر تو آ ـــــــ تجھ سے ایک بات کہنی ہے۔

(وقفہ)

فضلو :۔ کیا ہے؟

رانی :۔ کل بی بی جی نے مجھ سے نو نمبر کے صاحب کی بابت کچھ پوچھا تھا آج مجھے ایک نئی بات کی بھبک لگی ہے۔

فضلو :۔ کیا؟

رانی :۔ میں ابھی ابھی اُدھر گئی تو دیکھا کہ صاحب رو رہے ہیں . . . .

شیریں :۔ رو رہے تھے ـــــــ کون رو رہے تھے ؟

رانی :۔ بی بی جی سلام

شیریں :۔ سلام ـــــــ مگر یہ تو کس کی بات کر رہی تھی ؟

رانی :۔ نو نمبر کے صاحب کی۔

شیریں :۔ نو نمبر کے صاحب ـــــــ تو کیا وہ سچ مچ رو رہے تھے ؟

رانی :۔ جی ہاں ـــ میں ابھی ابھی ادھر ہی سے آ رہی ہوں ـــــــ ان کی آنکھوں سے یہ موٹے موٹے آنسو ٹپک رہے تھے ـــــــ جانے کیوں اتنا رو رہے تھے ـــــــ میں نے جب ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے مجھ سے کہا "رانی کبھی تو بھی روتی ہے ؟" میں نے ـــ میں نے کہا "ہاں صاحب کئی بار روتی ہوں" اس پر انہوں نے کہا "نہیں رانی۔ تو کبھی نہیں روتی ـــــــ رونا وہ ہوتا ہے جو

آواج سنو وے "—— اب معلوم نہیں بی بی جی اس سے انکا کیا مطلب تھا۔

شیریں:۔ رونا وہ ہوتا ہے جو آواز نہ سُنے (چونک کر) کیا کہا؟

رانی:۔ جی کچھ بھی نہیں۔

شیریں:۔ کوئی اور بات؟

رانی:۔ اور تو کوئی بات نہیں ہے —— میں نے جلدی کرے ساپھ کئے اور ادھر چلی آئی۔

شیریں:۔ خیر —— فضلو۔ جا ایک کام کر۔ اسپرین لے آ۔ رات مجھے نیند نہیں آئی۔ درد کے مارے سر پھٹا جا رہا ہے۔ بھاگ کے جا۔

فضلو:۔ بہت اچھا بی بی جی۔

(شیریں کے چلنے کی آواز —— چند لمحات تک یہ آواز آتی رہے جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ دوسرے کمرے میں جا رہی ہے)

شیریں:۔ زمان —— زمان —— ابھی تک سو رہے ہو؟

زمان:۔ نہیں تو —— ایسے ہی لیٹا ہوا ......

شیریں:۔ کچھ سنا تم نے —— رانی بھنگن نے ابھی ابھی مجھے بتایا ہے کہ نو نمبر کا وہ پراسرار آدمی رو رہا تھا۔

زمان:۔ تو کیا ہوا —— ہنسنا رونا سبھی کے ساتھ ہے۔

شیریں:۔ میرا مطلب ہے۔ کوئی بہت بڑا صدمہ ہوگا جو وہ رویا

زمان:۔ ایسا ہو سکتا ہے۔

شیریں:۔ میرا خیال ہے کہ تم جاؤ اور اس سے ملو —— بہت ممکن ہے ہم اُسکا

غم ہلکا کر سکیں۔

زمان :۔ لیکن میں تو اسے جانتا ہی نہیں۔ اس کی شکل تک بھی تو میں نے ابھی نہیں دیکھی۔

شیریں :۔ اسی بہانے ملاقات بھی ہو جائے گی۔

فضلو :۔ بی بی جی اسپرین لے آیا ہوں۔

شیریں :۔ لاؤ مجھے دو ــــــ زمان تم اٹھو اور وہاں جاؤ۔

فضلو :۔ بی بی جی۔ نونمبر میں سے کسی کے گانے کی آواز آرہی ہے۔

شیریں :۔ گانے کی آواز؟ ــــــ کون گا رہا ہے؟

فضلو :۔ یہ مجھے معلوم نہیں۔

شیریں :۔ آواز عورت کی ہے یا مرد کی؟

فضلو :۔ آواز تو مرد کی ہے بی بی جی ــــــ پر بڑی سریلی ہے۔

شیریں :۔ میں خود جا کے سنتی ہوں ــــــ فضلو۔ دروازہ بند ہے یا کھلا؟

فضلو :۔ بند ہے بی بی جی۔

زمان :۔ تم خواہ مخواہ کیوں اس آدمی سے دلچسپی لے رہی ہو۔ سر میں تمہارے درد ہے بیٹھو اسپرین کھاؤ اور آرام کرو۔

شیریں :۔ میں ابھی آئی ــــــ دچلنے کی آواز ــــــ دروازہ کھلتا ہے۔۔

پھر چلنے کی آواز ــــــ مندرجہ ذیل غزل کے ابتدائی سر قریب آتے جاتے ہیں:

میر نے قابو میں نہ پہروں دل ناشاد آیا

وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا

لیجیے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا
آپ کی بزم میں سب کچھ ہے مگر داغ نہیں
ہم کو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

(آہستہ آہستہ یہ غزل فیڈ ہوتی جاتی ہے ——— دروازہ کھولنے کی آواز آتی ہے۔
شیریں کمرے تک چلتی ہے۔ اس کی آواز)

زمان:۔ سن آئی ہو گانا؟

شیریں:۔ کوئی اس فلیٹ میں داغ کی ایک پھڑکتی ہوئی غزل گا رہا تھا ——— اچھا گا رہا ہے۔ آواز میں درد ہے اور اس درد میں خلوص ہے ——— اچھا شعر ہے۔
(اسی انداز میں گاتی ہے) لیجیے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے ———
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا۔

زمان:۔ بہت اچھا شعر ہے۔

شیریں:۔ (کچھ اور سوچتے ہوئے) ہاں خوب ہے ——— (وقفہ) مگر وہ تو اس سے کچھ دیر پہلے رو رہا تھا ——— کیا بات ہے۔ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا ...
یہ آدمی عجب معمّا بنتا چلا جا رہا ہے۔

زمان:۔ (دور سے) کیا کہا؟

شیریں:۔ کچھ نہیں ——— یہ شعر بھی اچھا ہے ——— (گاتی ہے) ——— میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا ——— وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا ———

——— بھی کچھ بھی ہو غزل ہندوستانی شاعری کی جان ہے۔

(دور سے آواز آتی ہے ناصر کی ——— ناصر فضلو سے پوچھتا ہے "کیا زمان صاحب اندر ہیں؟" ——— فضلو جواب دیتا ہے "جی ہاں")

شیریں:۔ زمان۔ ناصر آئے ہیں۔

زمان:۔ (بلند آواز میں) ناصر صاحب اندر تشریف لے آیئے۔

(وقفہ)

شیریں:۔ آداب عرض ناصر صاحب۔

ناصر:۔ تسلیمات ——— کہئے کیسی طبیعت ہے؟

شیریں:۔ اللہ کا شکر ہے ——— فرمایئے آپ کے مزاج تو بخیر ہیں۔

ناصر:۔ جی ہاں۔ بالکل تندرست ہوں ——— زمان صاحب آپ ادھر کھڑے کیا کر رہے ہیں؟

زمان:۔ میں داغ کا دیوان دیکھ رہا ہوں ——— ایک غزل نکالنی ہے۔

شیریں:۔ نزہبر میں ایک صاحب آئے ہیں ——— ان کے منہ سے داغ کی ایک غزل سنی ——— خوب گاتے ہیں۔

ناصر:۔ آپ سے ان کی ملاقات ہوئی؟

شیریں:۔ ملاقات تو نہیں ہوئی ——— میں باہر کوری ڈور میں کھڑی تھی کہ اندر سے گانے کی آواز آئی۔ چنانچہ کچھ دیر وہاں کھڑی یہ غزل سنتی رہی ——— معلوم نہیں کون ہیں۔

ناصر:۔ تو آپ ان کو بالکل نہیں جانتے؟

شیریں :۔ وہ کیسے جان سکتے ہیں جبکہ وہ گھر کے باہر یہ بڑا نوٹس لگائے رکھتے ہیں: "ازراہِ کرم دستک نہ دیجئے ــــ صاحبِ خانہ کو آواز دیجئے"

ناصر :۔ ظاہر ہے۔

شیریں :۔ میں سنتی ہوں یہ آدمی کچھ عجیب غریب عادات رکھتا ہے ــــ گھر میں اس کے کوئی میز کرسی۔ چارپائی وغیرہ نہیں ہے ــــ کبھی روتا ہے کبھی ہنستا ہے

ناصر :۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟

شیریں :۔ اس کی تفصیل میں جانے کی کیا ضرورت ہے ــــ بس کسی نہ کسی طریقے سے معلوم کر لیا۔

ناصر :۔ یہ میں نے آپ سے اس لئے پوچھا تھا کہ میں اس آدمی کو اچھی طرح جانتا ہوں۔

شیریں :۔ کس کو؟

ناصر :۔ وہی جو نو نمبر میں رہنے کے لئے آیا ہے۔

شیریں :۔ کیا نام ہے اس کا۔

ناصر :۔ نام ــــ کچھ ایسا ہی نام ہے ــــ کیا احمد! ــــ میں اسے بہت اچھی طرح جانتا ہوں۔

شیریں :۔ تو آپ اُن سے ہمارا انٹروڈکشن کرا سکتے ہیں؟

ناصر :۔ ابھی چلئے۔

شیریں :۔ چلئے ــــ مگر وہ کہیں بُرا نہ مانیں ــــ یعنی ممکن ہے وہ بہت چڑچڑی طبیعت کے ہوں۔

ناصر :۔ اجی نہیں۔ وہ تو بے حد شریف آدمی ہے ــــ چلئے زمان صاحب آپ بھی چلئے

زمان:۔ نہیں بھائی تم لوگ جاؤ ——— مجھے کپڑے تبدیل کرنے پڑیں گے اور.....

شیریں:۔ ہم دونوں چلتے ہیں۔

(دونوں کے چلنے کی آواز ——— دروازہ کھلتا ہے ——— پھر دونوں کے قدموں کی چاپ)

شیریں:۔ آپ دستک دیں گے یا بس۔

ناصر:۔ ان دونوں کی ضرورت نہیں ——— چلئے ——— دروازہ کھلا ہے (دروازہ کھلنے کی آواز) ——— آجائیے ——— (آواز دیتا ہے) ارے جیسی کوئی ہے ——— (لمبا وقفہ)

شیریں:۔ ابھی تک آئے نہیں۔

ناصر:۔ وہ آگئے ہیں۔

شیریں:۔ (دبی آواز میں) کہاں ہیں؟

ناصر:۔ یہ آپ کے سامنے کون کھڑا ہے؟

شیریں:۔ (دبے لہجے میں) کہاں؟

ناصر:۔ شیریں تم میں ضرورت سے زیادہ بھولا پن ہے ——— یہ مجھے بالکل پسند نہیں ——— بظاہر تم بہت شوخ اور چنچل ہو مگر اصل میں حددرجہ بھولی بھالی ہو ——— اتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں مجھ سے ملتے ہوئے مگر تم نے قطعی طور پر مجھے نہیں سمجھا ——— نو نمبر کا ساکن میرے سوا اور کون ہو سکتا ہے

شیریں:۔ یہ ——— یہ ——— یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟

ناصر:۔ اب خاموش ہو ——— ایسا نہ ہو کہ میں بگڑ جاؤں ——— بیٹھو ———

چاہیئیں ——— (لہجہ بدل کر) . . . . . . یہ فرنیچر میں نے خاص طور پہ بنوایا ہے ——— کہو کیسا ہے.

شیریں:۔ مگر . . . مگر . . . . . یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

ناصر:۔ لیجئے سنئے اب افسانۂ فرقت مجھ سے
آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

(فیڈ آؤٹ)

ٹیڑھی لکیر

افراد

جاوید
اسلم
الطاف
جمیل
عباس
(اسلم، الطاف، جمیل، عباس: جاوید کے دوست)
گل خاں (نوکر)
معلن (جو ریڈیو کے اعلان پڑھے گا)
ایک گویا (جو اقبال کے شعر گائے گا)
مجید

دشہنائی کی آواز ـــــــ آرکسٹرا وہ دھن بجا رہا ہے جو عام طور پر بیاہ شادی کے موقع پر بجائی جاتی ہے ـــــ یہ میوزک اس انداز سے بجایا جائے کہ سامعین یہ سمجھیں کوئی برات گذر رہی ہے، چنانچہ آہستہ آہستہ یہ میوزک تحلیل ہو جائے۔)

جاوید:۔ باجوں کے اس شور میں اور شادی میں کتنی مناسبت ہے ـــــ دونوں شروع میں شور مچاتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ یہ شور غائب ہو جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور وہ ۔ ۔ ۔ اور وہ نکاح پڑھنے والا ملا ـــــ اس سے بڑھ کر اور کون چغد ہو سکتا ہے۔ میں جب اس کا تصور کرتا ہوں تو مجھے اس میں اور بارش کے بعد کسی جوہڑ کے کنارے بیٹھے ہوئے مینڈک میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

لیکن شاید مینڈک کی حالت ملا سے بہتر ہوتی ہے اس لئے کہ وہ صرف برسات ہی میں ٹراتا ہے۔ ہمارے ملا صاحب تو ہر موسم میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اسلم:۔ کیا بیہودہ بکواس کرتے ہو، آخر تمہیں اس دنیا کی کوئی چیز پسند بھی ہے شادی بیاہ بکواس، عورتیں فضول، مذہب ناکارہ، تعلیم ناقص، دوستی بیہودہ ۔ ۔ ۔ کوئی شے آپ کو اس دنیا کی پسند بھی ہے ـــــ تو جناب ایسا کیوں نہیں کرتے کہ اپنے لئے ایک علیحدہ دنیا بنا لیں، اسی میں رہیں، اپنی پسند کے قانون وضع فرما لیں، عورت کے بجائے کوئی اور چیز تخلیق کر لیں ـــــ یوں نیچر کا برتھ کنٹرول ہو جائے تو جناب کی ساری خواہشیں پوری ہو جائیں گی ـــــ لاحول ولا ـــــ کچھ ہوش کی دوا کرو۔

جاوید:۔ جس کا نسخہ سینہ بسینہ چلا آ رہا ہے۔ کہ ایک ملا یا پنڈت بلاؤ اور اس سے کچھ کچھ پڑھوا کے شادی کرا لو ـــــ ہوش کی دوا یہی تجویز فرمائیں گے نا آپ ؟ ـــــ

بھئی عورت نہ ہوئی تخلوہ ہو گیا ــــــ لیکن ٹھہریئے میں آپ سے ایک سیدھا سادا سوال کرتا ہوں منطق اور استدلال سے قطع نظر آپ یہ فرمایئے کہ رسموں پہ اتنی شدت سے کاربند رہنا کیا ضروری ہے ــــــ شادی تو خیر ہوئی یعنی اس چیز کا مطلب اس لئے سمجھ میں آجاتا ہے کہ عورت موجود ہے اس کا کچھ نہ کچھ تو ضرور ہونا چاہیئے اس کچھ نہ کچھ کا نام آپ نے شادی رکھ لیا ہے جس پہ خاکسار کو کوئی اعتراض نہیں پر میں یہ پوچھتا ہوں کہ شادی اگر ہو تو ساتھ ہی ساتھ رسمیں کیوں ہوں، یعنی اگر میں کسی عورت کو رفیقۂ حیات بنانا چاہتا ہوں اور وہ بھی مجھے اپنا جیون ساتھی بنانے کے لئے تیار ہے تو اس میں ملا صاحب کی تشریف آوری کیوں ضروری ہے ــــــ شادی میری ہے۔ یعنی میری اور اس عورت کی۔ اس میں دوسرے لوگ کیوں شریک ہوں اور نیچ بیاؤ کیوں ہکے ــــــ باجے گاجے کیوں بجیں اور دوسری ایک ہزار لغویات کیوں ہوں۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ شادی کے رقعے (ہنستا ہے) بخدا یہ شادی کے رقعے بھی عجیب چیز ہیں۔

الطاف: ہو بھئی اسلم، ان شادی کے رقعوں کے بارے میں بھی جاوید صاحب کے ارشادات سن لو ــــــ فرمایئے حضرت ان کے متعلق آپکا زلالا فلسفہ کیا کہتا ہے

جاوید: (ہنستا ہے)۔ ۔ ۔ ۔ زلالا فلسفہ کیا کہتا ہے (یہ فقرہ پھر دہراتا ہے) زلالا فلسفہ کیا کہتا ہے (جیسے سوچ رہا ہے پھر ایک دم) یہ تمہارے نزدیک تپائی پہ جو سینما کا اشتہار پڑا ہے۔ اسے پڑھ کر سناؤ، پھر بتاؤں گا۔

الطاف: کیا پکچر دیکھنے کا ارادہ ہے؟

جاوید: بھئی نہیں، تم یہ اشتہار تو پڑھو۔

اسلم :۔ لاؤ میں پڑھے دیتا ہوں۔

جاوید :۔ پڑھو۔

اسلم :۔ لکھا ہے (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) لکھا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ آگ کا کھیل عرف مداری کی آنکھ ۔ ۔ ۔ گوہر ٹون ٹاکیز کا پہلا شاہکار ــــــ سو فیصدی ناچتا بولتا اور گاتا فلم خاص اداکار :۔ مس منیر اور سیتا رام ــــــ اس کے ساتھ ہی زندہ ناچ و گانا بھی ہوگا۔ ــــــ نگینہ ٹاکیز ــــــ پہلا کھیل شام کے چھ بجے دوسرا کھیل ساڑھے آٹھ بجے۔

نوٹ :۔ منیجر کو پروگرام بدلنے کا حق حاصل ہے، خریدا ہوا ٹکٹ واپس نہیں کیا جائے گا، شراب پی کر دنگہ فساد کرنے والوں کو حوالہ پولیس کیا جائے گا۔ بجلی فیل ہونے کی صورت میں ٹکٹوں کے دام واپس نہیں کئے جائیں گے ــــــ نگینہ ٹاکیز امرت بازار۔

جاوید :۔ شادی کے رقعوں میں بھی کھیل کا نام ہوتا ہے اور خاص اداکاروں کا بھی۔ یہ بھی لکھا ہوتا ہے کہ یہ کس کا پہلا شاہکار ہے ــــــ زندہ ناچ اور گانے کا ذکر نہیں ہوتا مگر یوں یہ چیز ہوتی ضرور ہے ۔ ۔ ۔ ۔ اور پھر اس کھیل کے اوقات بھی درج ہوتے ہیں ــــــ البتہ یہ نوٹ ساتھ نہیں ہوتا کہ منیجر کو پروگرام بدلنے کا حق حاصل ہے۔ خریدا ہوا ٹکٹ واپس نہ ہوگا اور پھر بجلی فیل ہونے کی صورت میں ٹکٹ کے دام واپس نہیں کئے جائیں گے۔ حالانکہ ان باتوں کا حوالہ ان رقعوں میں ضروری ہے۔

اسلم :۔ میں میخ خوب نکالتے ہو اور مضحکہ اڑانے کا فن بھی تمہیں خوب یاد ہے پر دوست

زیادہ دیر تک تم سے اس مشکل راستے پر نہ چلا جائے گا۔

جاوید:۔ سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ تم مجھے ابھی تک نہیں سمجھ سکے ——— زیادہ دیر تک مجھ سے اس مشکل راستے پر نہ چلا جائے گا، یہی کہتے ہو نا؟ ——— لیکن بھئی میں کچھ دیر تو ضرور اس مشکل راستے پر چلوں گا، بس کافی ہے . . . . تم سیدھی اور ہموار سڑک کے قائل ہو جس میں نہ کوئی موڑ ہو نہ پھیر لیکن بندہ ایسی سڑک پر دو قدم نہیں چل سکتا . . . . . سیدھی سڑک پر تو ہر آنے والی چیز سامنے ہوتی ہے، اس میں کیا خاک لطف آسکتا ہے . . . . . یعنی ہر شے تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے، کوئی چیز تمہاری نگاہوں سے اوجھل نہیں ——— ٹیڑھی بنگی موڑوں اور پھیروں والی سڑک ہو تو کبھی آنکھوں سے اوجھل چیزیں بڑے ڈرامائی انداز میں آنکھوں کے سامنے آتی ہیں ——— اس موڑ پر ایک دم کوئی بھاری بھرکم لاری تمہارے دل میں دھڑکا پیدا کرتی ہانپتی ہوئی گذر جاتی ہے۔ اس موڑ پر اچانک کوئی . . . . کوئی حسین عورت اس انداز سے تمہارے سامنے آتی ہے۔ جیسے تحت الشعور سے کوئی دھندلا سا خیال ایک دم ذہن میں کود پڑے . . . . زندگی صرف موڑوں اور پھیروں ہی کی وجہ سے بسر کرنے کے قابل ہے، ورنہ اس میں رکھا ہی کیا ہے . . . .

اسلم:۔ قطع کلامی معاف مگر آپ نے ابھی ابھی حسین عورت کا ذکر کیا تھا . . . . عورت میں حسن تلاش کرنا آپ نے کب سے شروع کیا ہے، یعنی موڑوں پر حسین عورتوں کے اچانک سامنے آجانے میں آپ نے کب سے دلچسپی لینا شروع کی ہے۔

جاوید:۔ (وقفہ) بڑا ٹیڑھا سوال کیا ہے تم نے؟

اسلم :۔ اس لئے کہ آپ سے سیدھا سادا سوال کیا ہی نہیں جا سکتا۔

جاوید :۔ ٹھیک ہے . . . ٹھیک ہے . . . . (وقفہ) موڑوں پر حسین عورتوں کے اچانک سامنے آجانے میں کب سے دلچسپی لینا شروع کی ہے ؟ . . . . کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ میں اپنے کچھ الفاظ واپس لے لوں ——— نہیں صرف ایک لفظ ——— عورت کے بجائے گائے کہہ لینے دیجئے مجھے ——— اس میں آپ کا کیا حرج ہو گا ——— ہاں تو اس موڑ پر اچانک کوئی حسین گائے اس انداز سے تمہارے سامنے آتی ہے جیسے . . . .

اسلم :۔ دوست حسین گائے تو سامنے آگئی پر اب تحت الشعور سے وہ دھندلا خیال تمہارے ذہن میں نہیں کرے گا . . . . گائے کی دم تمہارے تحت الشعور تک نہیں پہونچ سکتی جس کو تھام کر وہ خیال اوپر آجائے۔

جاوید :۔ یہ بھی مجبوری ہی کوئی چیز ہے ——— کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہمارے ہاں سڑکوں پر عورتوں سے زیادہ گائے بھینسیں چلتی ہیں ——— عورتیں ہیں کہاں ؟ . . . . میں بھولا ہیں، مگر صندوقوں میں بند ——— اب اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے . . . . . . یہی وجہ ہے کہ اکثر آزادی پسند اور آرٹسٹک طبیعت رکھنے والے مرد تنگ آکر کوئی ڈیری فارم کھول لیتے ہیں۔

اسلم :۔ آپ نے تنگ آکر کوئی ڈیری فارم کھولا ؟

جاوید :۔ جی نہیں، اس کے لئے بھی تو گایوں کی ضرورت ہے اور میری زندگی میں چوپایہ ہے نہ دو پایہ ——— البتہ امنگیں سینے میں کافی ہیں ——— پر یاد رہے صرف امنگیں ——— اور ہیں ——— اور میں کیا ہوں ؟ . . . . بقول آپ کے

ایک ٹیڑھی لکیر جو سیدھی لکیر کے مقابلے میں ہمیشہ بڑی ہوتی ہے۔ . . . . (بڑا پن
. . . . . (ہنستا ہے) یہ بڑا پن اپنے آپ کو تسکین دینے کے لئے برا نہیں۔ کیا
خیال ہے الطاف صاحب۔

الطاف: خیال! ——— میرا خیال! میرا خیال آپ کے خیال کے مقابلے میں
اتنا لمبا نہیں ہے جو آپ اپنے فلسفے کے اسکندری گز سے ناپ سکیں۔

جاوید: الطاف ——— اسلم ——— تم دونوں مجھے اپنا دوست سمجھتے ہو اور یہ بھی
کہتے ہو کہ تم دونوں میرے دوست ہو۔ . . . . میں آج تم سے ایک بات پوچھتا
ہوں ——— کیا میں واقعی برا ہوں ——— کیا میرے خیالات واقعی اتنے
خطرناک ہیں کہ یہاں کسی چوراہے میں ٹکٹکی سے باندھ کر مجھے کوڑے لگائے جائیں؟
. . . . میں چور نہیں، ڈاکو نہیں ——— اگر میں کبھی سیندھ لگاؤں گا تو اپنے ہی
گھر میں۔ چوری کرونگا تو اپنی ہی چیزوں کی۔ میری پھرنکیں اس تہذیب کا چراغ بجھانا
نہیں چاہتیں ——— میرے اندر چند دیئے روشن ہیں میں ان ہی کو جلانے
بجھانے کے دلچسپ کھیل میں مشغول رہنا چاہتا ہوں۔ . . . . . اس پر کسی کو کیا
اعتراض ہو سکتا ہے اور تم جو میرے دوست ہو اس میں کیا عیب دیکھتے ہو۔

(خاموشی)

جاوید: لیکن . . . . لیکن اس کمرے کی فضا ایکا ایکی اتنی اداس کیوں ہو گئی۔ ———
. . . . کیا یہ میری باتوں کا اثر ہے یا . . . یا . . .

اسلم: چھوڑو جاوید ان باتوں کو . . . . تم نے بالکل سچ کہا تھا، ہم تمہیں نہیں
سمجھ سکے اور نہ کبھی سمجھ سکیں گے . . . . الطاف کوئی اسٹیشن تو لگاؤ ——— ریڈیو

تمہارے قریب پڑا ہے ——— فنا گانا ہو جائے۔

(ریڈیو)

اقبال کی یہ نظم گائی جائے۔

یہ دیر و کہن کیا ہے، انبارِ خس و خاشاک!
مشکل ہے گذر اس میں بے نالۂ آتش ناک
رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بے باکی
ہر شوق نہیں گستاخ ہر جذب نہیں بیباک
فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک یا دامنِ یزداں چاک

ریڈیو:- ابھی ابھی آپ اعجاز صاحب سے حضرتِ اقبال کا کلام سن رہے تھے اب آپ کو کل یعنی گیارہ فروری کے پروگرام کے متعلق کچھ بتایا جائیگا ..... کل ... گیارہ فروری کو .....

(وقفہ)

ریڈیو:- ہم دہلی سے بول رہے ہیں ——— ابھی ابھی آپ بازار کے بھاؤ سن رہے تھے آپ سے کل یعنی گیارہ دسمبر کے پروگرام کی چند دلچسپیوں کا ذکر کیا جائے گا۔۔۔

اسلم:- الطاف، تمہیں یاد ہے، جاوید سے ملے ہوئے ہمیں پورے دس مہینے ہو گئے ہیں ——— پچھلی بار جب اس سے گفتگو ہوئی تھی اس دن فروری کی گیارہ تاریخ تھی ——— آج دس دسمبر ہے ——— زمانہ کتنا عجیب ہو گیا ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا

الطاف:۔ یہی میں بھی سوچتا ہوں۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہم نے اسے ناراض کر دیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ اس کے دل کو ٹھیس پہنچایا ہے ——— اسلم، جاوید کا دل بہت نازک ہے ——— تمہیں یاد ہے اس روز کس درد بھرے لہجے میں اس نے ہم سے پوچھا تھا ——— کیا میں واقعی برا ہوں ——— کیا میرے خیالات واقعی اتنے خطرناک ہیں کہ یہاں کسی چوراہے میں ٹکٹکی سے باندھ کر مجھے کوڑے لگائے جائیں ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے جب اس کے یہ لفظ یاد آتے ہیں تو دل میں ایک ہلچل سی مچ جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

(دستک کی آواز)

الطاف:۔ دیکھنا بھئی، کوئی باہر دستک دے رہا ہے۔

اسلم:۔ کون ہے بھئی ——— چلے آؤ، دروازہ کھلا ہے۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

اسلم:۔ آہا! ——— یہ تو اپنا مجید ہے۔ ۔ ۔ ۔ کہو بھئی مجید اتنے دن کہاں رہے۔

مجید:۔ بیمار تھا۔ ۔ ۔ لیکن بھئی تم لوگ جاوید کے نکاح پر کیوں نہیں آئے۔ کیا یہاں نہیں تھے۔

اسلم:۔ جاوید؟ ۔ ۔ ۔ ۔ کون سا جاوید؟

مجید:۔ بھئی واہ ——— جاوید ایک سے دو تو نہیں ہیں ——— تم کتنے جاویدوں کو جانتے ہو؟

الطاف:۔ تم ——— تم ——— تمہارا مطلب ——— یعنی تمہارا مطلب اپنے جاوید سے ہے۔

مجید:۔ یہ قصہ کیا ہے؟ ——— ایک ہی جاوید کو تو ہم لوگ جانتے ہیں اور ہمارا

اپنا ہی تھا پر اب تو کسی اور کا ہو گیا ہے ——— بڑی حیرت کی بات ہے تم تو جو اس کے بہترین دوست ہو اُس کی شادی کے متعلق کچھ جانتے ہی نہیں۔

اسلم :- جاوید نے شادی کر لی؟

الطاف :- کس سے؟ ——— کہاں؟ ——— کب؟

مجید :- گوجرانوالا میں یکم دسمبر کو ——— تم ——— تم ——— عباس کو نہیں جانتے ——— وہ لم ڈھنگ جو ہمارے ساتھ اسکول میں پڑھا کرتا تھا۔

اسلم :- اچھی طرح جانتا ہوں ——— کیا ہوا اُس کو؟

مجید :- جاوید کا نکاح اسی کی بہن سے ہوا ہے۔

اسلم :- جھوٹ۔

مجید :- مجھے اس میں جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی لڑکی کو چھوڑنے کے لئے میں گوجرانوالا گیا تھا وہاں عباس سے ملاقات ہوئی چنانچہ مجھے نکاح کی رسم میں شریک ہونا پڑا۔

اسلم :- اور ۔ ۔ ۔ ۔ اور ——— وہاں مُلّا صاحب بھی تھے؟

مجید :- کون سے مُلّا صاحب؟

اسلم :- ارے بھائی وہی جو نکاح پڑھاتے ہیں۔

مجید :- ان کے بغیر نکاح کیسے ہو سکتا ہے ——— کہیں تمہارا دماغ تو نہیں بہک گیا۔ ——— نکاح خوانی کے وقت جو کچھ ہوا کرتا ہے ہوا، جاوید نے سہرا بھی رکھا تھا اور ۔ ۔ ۔ ۔

الطاف :- چھوہارے بھی بانٹے گئے اور کیا وہ الائچی دانے بھی تھے؟ ۔ ۔ ۔ ۔

ایجاب و قبول ہو آ ہو گا اور جاوید نے تین مرتبہ سر ہلا کر ہاں بھی کی ہو گی۔

اسلم:۔ کیوں نہیں؟

الطاف:۔ (بلند آواز میں) وہ مارا ــــ اسلم، مار لیا جاوید کو ــــ اگر یہ خبر صحیح ہے تو بندے کو ناچنے میں بھی کوئی عذر نہیں ــــ مجید بھئی خدا کی قسم کیا خبر سنائی ہے تم نے ــــ دل باغ باغ کر دیا۔ اب وہ ہے کہاں ۔ ۔ ۔ ۔ گوجرانوالہ ہی میں ہے؟ ــــ کیا اس وقت کوئی گاڑی اُدھر جاتی ہے؟ ــــ میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ وہ اب ہم سے آنکھ کیسے ملاتا ہے ــــ کہاں گیا جناب کا وہ فلسفہ؟ ــــ کیوں اسلم، کیا فرماتے تھے جناب اس دن: یہ شادی بیاہ کی رسمیں کیا ہیں؟ ــــ اور سرکار نے سہرہ بھی لگایا ۔ ۔ ۔ ۔ مایوں بھی بیٹھے ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ہنستا ہے زور زور سے ہنستا ہے) ــــ لیکن اب معلوم یہ کرنا ہے کہ حضرت ہیں کہاں؟ ــــ ان سے ملاقات کہاں ہو سکتی ہے؟

اسلم:۔ کیوں مجید، کیا تم اس کا پتا بتا سکتے ہو ــــ لیکن میں حیران ہوں وہ گوجرانوالہ کیسے پہونچ گیا اور یہ ــــ یہ نکاح کیسے ہو گیا۔

مجید:۔ کیسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو ــــ نکاح کیسے ہو گیا؟ ــــ تمہارا نکاح کیسے ہوا تھا اور ۔ ۔ ۔ اور تمہاری شادی کیسے ہوئی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اسلم:۔ چھوڑو اس بحث کو، تم نہیں جانتے کہ ہم اس قدر متعجب کیوں ہو رہے ہیں۔ تم فقط اتنا بتا دو کہ وہ آجکل ہے کہاں۔

مجید:۔ میں جب گوجرانوالہ سے واپس آرہا تھا تو وہ کہیں جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ کیونکہ اسے شادی کے لئے انتظام کرنا تھا ۔ ۔ ۔ ہاں، میں تم کو یہ بتانا تو بھول ہی گیا

کہ اس کی شادی یکم جنوری کو ہو رہی ہے، یعنی نئے سال کے آغاز کے ساتھ ہی اس کی نئی زندگی بھی شروع ہو جائے گی۔

اسلم:- تو ۔ ۔ ۔ ۔ یکم جنوری سے پہلے ہم اس سے نہیں مل سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ مگر تمہیں سب باتوں کا علم بھی تو نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ الطاف، تم اطمینان رکھو، میں سب کھوج لگا لونگا۔

الطاف:- اسلم وہ ہم سے بچ کر جائے گا کہاں؟

(قدموں کی چاپ)

جاوید:- میں خود حاضر ہو گیا ہوں۔

اسلم:- جاوید!

الطاف:- جاوید؟

مجید:- لو بھئی جاوید خود ہی آگیا ـــــ ادھر آؤ یار، ان دونوں کی اوٹ پٹانگ باتوں نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے ـــــ تمہارے نکاح کا ان کو یقین ہی نہیں آتا اور پھر جانے کیا کیا باتیں کی ہیں انہوں نے ـــــ کب آئے گوجرانوالہ سے

اسلم:- تو جناب کا نکاح ہو گیا؟

جاوید:- (سنجیدگی کے ساتھ) جی ہاں۔

الطاف:- ملا صاحب بھی تشریف لائے تھے؟

جاوید:- جی ہاں، وہ بھی تشریف لائے تھے؟

اسلم:- مایوں بھی بیٹھے ہوں گے آپ؟

جاوید:- جی ہاں!

اسلم:- اور ۔ ۔ ۔ ۔ اور ۔ ۔ ۔ ۔

جاوید:۔ جی ہاں۔

اسلم:۔ یعنی...... یعنی.....

جاوید:۔ جی ہاں۔

الطاف:۔ تو.... تو.... گویا آپ اس اونچے منارے سے نیچے تشریف لے آئے ہیں جہاں بیٹھ کر آپ ہم لوگوں کو دیکھا کرتے تھے یعنی اب آپ نے بھی نسخہ سونگھ لیا ہے۔

جاوید:۔ جی ہاں۔

اسلم:۔ اب آپ یہ فرمائیے کہ ایک زمانے کے بعد آپ کا یہاں آنا کیسے ہوا؟

جاوید:۔ آپ سے وہ سو روپے واپس لینے کے لئے جو عرصہ ہوا آپ نے مجھ سے قرض لئے تھے۔ آپ نے کہا تھا جب تمہیں ضرورت ہوگی میں یہ رقم واپس دے دوں گا۔

اسلم:۔ جناب کو اپنی شادی کے لئے یہ روپے چاہئیں ــــــ اپنی شادی کے لئے جو کہ آج سے کچھ عرصہ پہلے آپ کے نزدیک مضحکہ خیز چیز تھی۔

جاوید:۔ جی نہیں، مجھے یہ روپے، اپنی شادی کے لئے نہیں چاہئیں ـــ ایک اس سے بھی زیادہ ضروری کام مجھے ان روپوں کے ذریعے سے نکالنا ہے۔

الطاف:۔ وہ ضروری کام کیا ہے؟

جاوید:۔ میں ایک لڑکی کو اغوا کر رہا ہوں ــــــ پرسوں رات میں اسے بھگا کر لے جاؤں گا ــــــ اور ظاہر ہے کہ اس کام کے لئے مجھے روپوں کی اشد ضرورت ہے۔

مجید:۔ اور..... اور..... وہ تمہاری شادی..... اس لڑکی کا کیا ہوگا جس کو تم نکاح کے بندھن میں باندھ چکے ہو۔

اسلم:۔ (ہنس کر) تو جناب کسی لڑکی کو پرسوں اغوا کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جاوید:۔ جی ہاں ——— لڑکی بالکل تیار ہے . . . . اور میں بھی بالکل تیار ہوں . . .
لیکن اس کے باوجود ہم اسے اغواہی کہیں گے ——— اس لئے کہ الطاف صاحب اور آلم صاحب بھی میرے اس فعل کو اغواہی کا نام دیں گے۔

اسلم:۔ آپ کی یہ گفتگو بھی اغوا سے کم خطرناک نہیں۔

جاوید:۔ تو لیجئے میں اپنی زبان بند کرتا ہوں ——— براہِ مہربانی وہ سو روپے مجھے دے دیجئے تاکہ میں چلا جاؤں۔ میں یہاں زیادہ دیر ٹھیر کر آپ لوگوں کے دماغ پر "اغوائی" کیفیت طاری نہیں کرنا چاہتا۔

الطاف:۔ تم بہت روکھے ہو گئے ہو جاوید . . . . .

اسلم:۔ تمہارے لہجے میں یہ تلخی کہاں سے آگئی؟

الطاف:۔ اپنی رام کہانی تو سناؤ ——— اس دوران میں تم پر کیا کیا بیتی ——— بیٹھ جاؤ ——— اور ——— اسلم، تم نے غور کیا، کس قدر دبلا ہو گیا ہے جاوید . . . . جاوید کیا ہو گیا ہے تمہیں؛

مجید:۔ میں نے پچھلے دنوں گوجرانوالہ میں جب انہیں دیکھا تھا تو اتنے لاغر نہیں تھے ——— اب تو . . . . :

جاوید:۔ وہ سو روپے آپ نے ابھی تک مجھے نہیں دیئے . . . شاید آپ نے میری بات باور نہیں کی ——— میں سچ کہتا ہوں پرسوں مجھے ایک لڑکی کو اغوا کر کے لیجانا ہے اور میرے پاس زیادہ وقت نہیں جو میں بیکار ضائع کر سکوں۔

اسلم:۔ روپے میری جیب میں ہیں . . . . میں ابھی نکالے دیتا ہوں ——— روپے لے لو پھر باتیں کریں گے . . . . . نوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ ——— تھوڑا وقفہ

ستر، اسی، نوّے اور یہ سو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دس نوٹ ہیں دس دس کے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جاوید :- شکریہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بہت بہت شکریہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا میں اب رخصت چاہتا ہوں۔

اسلم :- چلے جاؤ گے ۔ ۔ ۔ ۔

الطاف :- کچھ دیر ٹھیرو گے نہیں۔

مجید :- یہ معاملہ کیا ہے ؟

اسلم :- جاوید!

الطاف :- جاوید!

جاوید :- بس چلا ——— لیکن تم دعا کرو خدا مجھے کامیابی دے۔

(تھوڑا وقفہ ——— ایک سناٹا طاری رہتا ہے)

اسلم :- آج تاریخ کیا ہے ؟

مجید :- دس دسمبر

(وقفہ)

عبّاس :- آج دسمبر کی تیس تاریخ ہے جمیل ——— خدا کے لئے سوچو کہ ہم پر مصیبت کا کتنا بڑا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہے ——— ان تین دنوں میں ہم کیا کر سکتے ہیں ——— کچھ بھی نہیں۔ دس روز سے متواتر ہم اُسے تلاش کر رہے ہیں مگر ۔ ۔ ۔ مگر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اب کیا کروں ۔ ۔ ۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

جمیل :- میں خود بہت حیران ہوں عباس ——— اس سے مجھے یہ توقع ہرگز نہ تھی ۔ ۔ ۔ میں تو کہتا ہوں کہ ابھی خاموش رہو ——— شاید ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

عبّاس :- نہیں، اب زیادہ دیر تک مجھ سے خاموش نہ رہا جائے گا۔ والد صاحب کی قبر

یہی رائے ہے کہ جاوید سے سب کچھ کہہ دیا جائے۔ اُس کو اندھیرے میں رکھنا بہت بڑا ظلم ہے ــــ میں نے اسی لئے تمہیں یہاں گوجرانوالہ آنے کی تکلیف دی ہے کہ تم واپس جا کر مجید کو ساری بات سمجھا دو۔ مجید کو میں نے یہاں بلا لیا ہوتا مگر اس کو دفتر سے چھٹی نہیں مل سکتی۔ مجید، جاوید کو سمجھائے گا۔ آدمی شریف ہے۔ سن کر خاموش ہو جائے گا اور شور نہیں مچائے گا ــــ اب تم خود ہی غور کرو کہ اس کے سوا اور چارہ ہی کیا ہے ــــ یہ ہمارے نصیب ہیں کہ اس نے ہماری ناک کٹوائی۔

جمیل:۔ جو تم نے کہا ہے میں بڑے اچھے طریقے سے مجید کو سمجھا دوں گا ــــ پر کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ابھی ایک دو دن اور دیکھ لیا جائے۔

عباس:۔ کیا دیکھ لیا جائے ــــ یہ دن دیکھنا تھا سو دیکھ لیا ــــ نہیں جمیل بیٹے بہتر ہے کہ جاوید کو سب کچھ بتا دیا جائے۔

(نوکر کی آمد)

نوکر:۔ ایک صاحب تشریف لائے ہیں، آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

عباس:۔ کون ہیں ــــ کہہ دو عباس گھر پہ نہیں۔

نوکر:۔ بہت اچھا جناب ــــ یہ کارڈ لے لیجئے گا ان کا۔

(تھوڑا وقفہ)

جمیل:۔ ارے بھئی ــــ یہ اسلم ہے ...... نوکر کو جلدی واپس بلاؤ۔

عباس:۔ گل خان ــــ گل خان ــــ کون اسلم؟ ــــ گل خان بات سنو۔

جمیل:۔ اسلم ــــ وہی اسلم جو لاہور میں ہمارے ساتھ پڑھتا تھا۔ ــــ بھئی واہ

اتنی جلدی بھول گئے ـــــــ تمہاری اس سے ساتھ خط و کتابت بھی تو ہے۔

عباس:۔ گل خان ـــــــ جاؤ ان کو اندر لے آؤ ـــــــ مگر جمیل یہ وہی اسلم ہے یا کوئی اور ہے ..... اور دیکھو اگر وہی ہے تو اس سے کوئی بات نہ کرنا۔ لیکن اگر اس نے پوچھا کہ شادی کب ہو رہی ہے تو میں کیا جواب دونگا؟ ...... میری جان کس قدر مصیبت میں پھنس گئی ہے! ..... میں تم سے کیا کہوں جمیل، والدہ نے تو اپنا برا حال کر رکھا ہے ...... سمجھ میں نہیں آتا، ایکا ایکی کیا ہو گیا ....

جمیل:۔ لو وہ اسلم آگیا ـــــــ آؤ بھئی اسلم ..... کیسے آئے ؟

عباس:۔ آیئے، آیئے، تشریف لایئے، پر آپ نے اپنی آمد سے مطلع تو کر دیا ہوتا ... یہاں ... یہاں آپ کس کے ہاں ٹھیرے ہیں ... یعنی کیا میرا گھر نہیں تھا ..... ابھی پرسوں ہی تو آپ کا خط مجھے ملا ہے، اس میں لکھ دیا ہوتا .... تشریف رکھئے ..... ہاں ... ہاں ..... تو میں کیا کہہ رہا تھا بات دراصل یہ ہوئی اسلم صاحب کہ میں ... کہ میں بہت پریشان رہا یہی وجہ ہے کہ میں آپ کے خط کا جواب نہ دے سکا۔

اسلم:۔ کوئی حرج نہیں اور اپنی آمد کی اطلاع دینے کے متعلق یہ عرض ہے کہ مجھے معلوم نہیں تھا میں اتنی جلدی ادھر آنکلوں گا ... قصہ یہ ہے کہ مجھے کل جلوہ کا خط ملا تھا چنانچہ مجھے فوراً ہی ادھر کا رخ کرنا پڑا۔

عباس:۔ تو ... تو ..... آپ کو معلوم ہے؟

اسلم:۔ جی ہاں ..... اور میری عقل کام نہیں کرتی کہ اس نے یہ کیا حماقت کی؟

جمیل:۔ ! دیکھو اسلم، اب جو کچھ ہونا تھا ہو چکا ... خدا کے لئے یہ بات اب پھیلنے

نپٹنے ـــــ تم جانتے ہو اس میں ایک بڑے خاندان کی عزت کا سوال ہے.... اور عباس ہمارا دوست ہے... لیکن تم یہ بتاؤ کہ جاوید نے اپنے خط میں تمہیں کیا لکھا ہے... اس لئے اس افسوسناک واقعے کو کس رنگ میں دیکھا ہے۔

اسلم:- میں کچھ سمجھ نہ سکا تم نے کیا کہا ہے... جاوید اپنی حماقتوں کو ہمیشہ ہی سے ایک عجیب و غریب رنگ میں دیکھتا رہا ہے جو کہ اس کی سب سے بڑی حماقت ہے... مگر اس واقعے نے تو میرے ہوش گم کر دیئے ہیں ـــ یہ بات کس کے ذہن میں آسکتی تھی۔

عباس:- میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا ـــــ جاوید صاحب نے کیا کیا ہے۔

اسلم:- اس کا خط پڑھ لیجئے.... (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)... جمیل میں تم سے کیا کہوں، جاوید جیسا عجیب و غریب آدمی دنیا میں پھر کبھی پیدا نہ ہوگا......

عباس:- (تتلا کر) یہ... یہ... یہ.... یہ کیا کیا جاوید صاحب نے؟... یعنی... یعنی... اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟...... اور ہم دس دن سے اس کا کھوج لگا رہے ہیں ـــــ کھانا پینا اور رات کی نیند ہم پر حرام رہی ہے... میں پوچھتا ہوں اس میں انہوں نے کیا مصلحت دیکھی۔

اسلم:- یہی تو میں بھی سوچتا ہوں ـــــ نکاح ہو چکا تھا، بیوی اس کی تھی، جب چاہتا اسے اپنے گھر لیجاتا مگر یہ اغوا کرنے کی ضرورت اسے کیوں محسوس ہوئی ـــ رات کو وہ اسے بھگا کر کیوں لے گیا... اور جیسا کہ آپ کہتے ہیں آپ کو کچھ علم نہیں ـــ خدا جانے آپ نے یہ دن کس طرح گذارے ہونگے اور وہ.... اور وہ...... اب میں اس کو کیا کہوں....

عباس:- ٹیڑھی لکیر... یہ دیکھئے نا خط پر ٹیڑھی لکیر کھنچی ہوئی ہے..... اس کا کیا مطلب ہے....

جیب کترا

افراد

کانشی .... جیب کترا

بملا .... استانی جوان عورت

گردھاری ...... کانشی کا ساتھی

پنڈت ...... کالا چور (بلیک میلر)

تین چار فالتو آدمی

(ذیل کا مکالمہ شروع ہو تو اس کے عقب میں بازار کا صوتی منظر پیش کیا جائے۔
گاڑیوں۔ رکشاؤں۔ موٹروں اور راہ گیروں کا شور پیدا کیا جائے۔ ایسا معلوم ہو کہ ٹھیک
بھیڑ بھاڑ ہے۔ کھوے سے کھوا چھل رہا ہے)

ایک آدمی :- ارے بھئی ادھر کیوں بڑھے آتے ہو۔ سجھائی نہیں دیتا کیا۔

دوسرا :- ہاں کچھ بخشش کی دعا کرو ——

تیسرا :- ارے بھائی کیوں دھکے دیتے ہو   کچھ اس عورت کا تو لحاظ کرو۔

بے چاری پسی جاتی ہے ——

چوتھا :- تھوڑی سی جگہ بنا دو۔

کانشی :- ہاں ذرا تم ہی ادھر ہٹ جاؤ —— بھئی کیا ہٹے ہو بیچاری کا بٹوہ ہی :...

دھوت سے اٹھیریئے میں اٹھا دیتا ہوں —— یہ لیجئے۔

بملا :- (گھبراہٹ کے ساتھ) شکریہ۔

پہلا :- اب یہ ہو کیا رہا ہے —— راستہ صاف کیوں نہیں ہوتا؟

دوسرا :- کہتے ہیں آگے ایک چھکڑا الٹ گیا ہے۔

تیسرا :- اتنے چھوٹے بازاروں میں چھکڑے آخر چلنے کیوں دیئے جاتے ہیں؟

چوتھا :- یا تو بازار بڑے اور چوڑے کئے جائیں یا ان چھکڑوں کا سائز چھوٹا کیا جائے۔

(بازار کی آمد و رفت کا شور آہستہ آہستہ بند ہو جاتا ہے)

کانشی :- (قہقہہ لگاتے ہوئے) بازار اور چھکڑے بڑے کئے جائیں یا چھوٹے ہماری

گاڑی تو چلتی ہی رہے گی —— کیوں گردھاری؟

گردھاری :- ٹھیک ہے۔ پر داد اس بات کی دو کہ کس صفائی سے اس لونڈیا کا بٹوہ

نیچے گرایا۔

کانشی :- اور بندے نے کس پھرتی سے اس کا پیٹ چاک کیا۔

گردھاری :- بھئی کیا کہنے ہیں تمہارے —— بس اب ذرا ان سبزوں کی بہار دکھا دو

کانشی :۔ بڑے بیصبرے ہو ——— (وقفہ) اور اگر سبزے نہ ہوئے تو؟

گردھاری :۔ تو تم کانشی جیب کترے نہیں کسی دفتر کے منشی ہو۔

کانشی :۔ ہاں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کانشی کوئی آدمی تاکے اور اس کے ہاں سے مال نہ نکلے ——— دیکھو ——— (کاغذوں کی کھڑکھڑاہٹ) .... ریلوے نہیں ہیں ——— دو سو کے نوٹ ہوں گے ——— تو تم گنو ——— یہ کاغذ کیا ہے

گردھاری :۔ خط وط ہوگا ——— نہیں لفافہ ہے ——— رہنے دو تم کھولو ——— لیکن میں تو کہتا ہوں پانچ پیسے کا اسٹامپ لگا کر ڈاک میں ڈال دو ——— کیا یاد کرے گی۔

کانشی :۔ کھول کے پڑھ لوں تو کیا حرج ہے ..... (لفافہ کھولنے کی آواز) .....

گردھاری :۔ یہ نوٹ تمہاری جیب میں پسینے سے گیلے ہوئے ہیں یا بڑے ہی سے ایسے نکلے ہیں ——— بھئی مفلسی میں آٹا گیلا سنا تھا ——— نوٹوں کا گیلا ہونا نہیں سنا تھا ——— پورے دو سو ہیں ——— میں نے کہا تم نے پہلے گن تو نہیں لئے تھے ——— ارے تم تو خط بڑی دلچسپی سے پڑھ رہے ہو ——— ہاں تو کیا لکھتی ہیں شریمتی جی ——— عشق و شق کا قصہ تو نہیں ——— میں جو تم سے کہتا ہوں یہ چشمہ پہننے والی عورتیں بڑی عشق باز ہوتی ہیں ——— ہماری گلی میں ایک چشمہ لگانے والی عورت تھی ——— شکل و صورت سے بڑی خاموش اور سوچ بچار کرنے والی دکھائی دیتی تھی ...... لیکن بھئی کچھ ہمیں بھی بتاؤ کیا لکھا ہے ———

کانشی :۔ گردھاری، بہت برا ہوا ہے۔

گردھاری :۔ اچھا کب ہوا ہے؟
گانشی :۔ (سوچتے ہوئے) میں کہتا ہوں بہت برا ہوا ہے —— تو تم خود پڑھ لو۔
(کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)
گردھاری :۔ آج تمہیں مذاق کیا سوجھا ہے —— اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پڑھ نہیں سکتا —— اگر پڑھا لکھا ہوتا تو آج کیا جیبیں کاٹتا۔
گانشی :۔ کیا کرتے؟
گردھاری :۔ سر کاٹتا (ہنستا ہے) . . . لا اب بتاؤ کیا لکھا ہے اس خط میں۔
گانشی :۔ یہ نوٹ بھی میرے حوالے کرو —— میں انہیں واپس کرنا چاہتا ہوں۔
گردھاری :۔ کیا کرنا چاہتے ہو —— کہیں بہک تو نہیں گئے۔
گانشی :۔ اس کو ان روپوں کی بہت زیادہ ضرورت ہے —— ہمارا کام ان کے بغیر بھی چل سکتا ہے مگر اس پر تو مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔
گردھاری :۔ ذرا خط پھر دکھانا مجھے —— گیتا کا کوئی اشلوک تو نہیں لکھ دیا اس نے —— بھئی عجیب بہروپئے ہو۔
گانشی :۔ اب وہ کہیں مل جائے —— کہاں جاؤں —— کدھر جاؤں —— کچھ سمجھ میں نہیں آتا —— میں نے بہت برا کیا ہے گردھاری —— اس کو روپوں کی سخت ضرورت تھی۔ میرا پیشہ بہت برا ہے۔ پر میرا دل برا نہیں۔ مجھے صدمہ ہوا ہے —— بھگوان جانتا ہے مجھے بہت دکھ ہوا ہے —— وہ عورت بہت دکھی ہے —— تم نہیں جانتے وہ کتنی دکھی ہے —— میں —— میں بڑا اتیاچاری ہوں —— اب میں کیا کروں ——

گردھاری: یہ نوٹ میرے حوالے کر جاؤ، چپ چاپ ہاتھ میں لے کر سادھو بن جاؤ۔

کانشی: نہیں ——— نہیں گردھاری ——— میں یک بیک بدل نہیں گیا۔ —
میں صرف اس عورت کے روپے واپس کرنا چاہتا ہوں ——— اس لئے کہ وہ بیچاری
دکھی ہے ——— اگر نوٹوں کے ساتھ یہ خط نہ ہوتا تو ——— تو ——— میں
جاتا ہوں اس کی تلاش میں

نوٹ:۔ "میں جاتا ہوں اس کی تلاش میں" کہنے کے ساتھ ہی بازار کی آمد و رفت کا شور شروع ہو جائے ——— یہ شور اس طور پر شروع کیا جائے کہ پہلے مدھم ہو پھر آہستہ آہستہ تیز ہو جائے ——— اس سے ڈرامے کے مصنف کا یہ مطلب ہے کہ آوازوں اور موسیقی کے ذریعے سے کانشی کی جستجو ظاہر کی جائے جوں جوں وقت گذرتا جائے جستجو کی شدت بڑھتی جائے۔ مثلاً بات یوں پیدا کی جا سکتی ہے کہ پہلے ٹکڑے میں صرف آدمیوں کی آمد و رفت کا صوتی پیش کیا جائے۔ پھر اس منظر کو دوسرے ٹکڑے میں تحلیل کیا جائے جس میں لوگوں کی آمد و رفت اور رکشاؤں کے چلنے کی آواز بھی شامل ہو۔ تیسرے ٹکڑے میں لوگوں کی آمد و رفت اور رکشاؤں کی آواز کے علاوہ موٹروں کی آواز بھی ہو ——— ہر ٹکڑے میں ماحول اور ضرورت کے مطابق موسیقی بھی شامل کی جائے۔ آخری ٹکڑے کو آہستہ آہستہ سمندر کی گنگناہٹ میں تحلیل کیا جائے۔ یہ گنگناہٹ پہلے مدھم ہو پھر آہستہ آہستہ ابھر آئے اس گنگناہٹ کے پیچھے ریلے فرش پر جھکے ہوئے قدموں کی آواز سرایت کی جائے۔ قدموں کی یہ آواز چند لمحات تک جاری رہے۔ پھر بند ہو جائے۔ ایک لمحے تک سمندر یا دریا کی گنگناہٹ پیش منظر میں آ جائے۔ ایک لہر کی آواز آئے اور کوئی موٹی اور گھناؤنی آواز میں کہے "تم بڑے ظالم ہو" ——— ایک اور لہر آئے اور وہی آواز آئے: "تم اسے تلاش نہیں کر سکے

ایک اور لہر آئے: "جب اس نے بٹوہ خالی پایا ہوگا تو اس کی کیا حالت ہوئی ہوگی"
ایک اور لہر آئے: "تم راکھشس ہو ــــ تم نے ایک بیکس عورت کو بہت دکھ پہنچایا ہے"
ایک دم لہروں کے شور اور موسیقی کے سروں کے الجھاؤ سے ایک تیز چکر سا بن جاتے۔

کانشی: (مضطرب ہو کر) ل ... ل ... لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے ــــ
م ــــ مجھے کیا معلوم تھا کہ ....

(لہریں گنگناتی ہیں)

کانشی: (ضمیر کی آواز سے متاثر ہو کر) ...... میں بڑا ظالم ہوں ــــ میں
راکھشس ہوں۔ میں نے ایک بیکس عورت کو بہت دکھ پہنچایا ہے ــــ
(وقفہ) اس کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے میں تھک گیا ہوں ــــ جانے اس
وقت کہاں ہوگی۔

(ایک دم پانی میں کسی کے گرنے کی آواز آتی ہے ــــ پانی میں ہاتھ
پاؤں مارنے کی آواز)

کانشی: (گھبرا کر) کون گرا ــــ (پانی میں ہاتھ پاؤں مارنے کی آواز) ....
(پتھریلے فرش پر اضطراب کے ساتھ ادھر ادھر دوڑتا ہے ــــ پھر پانی میں کود
جاتا ہے ــــ کودنے کی آواز ــــ چند لمحات تک پانی میں کشمکش
جاری رہتی ہے ــــ حلق میں پانی جانے کی غرغراہٹ بھی سنائی دے
پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہو جائے۔ مگر عقب میں لہروں کی گنگناہٹ
بدستور جاری رہے)

بملا :- (ماندہ آواز میں) . . . . تم نے مجھے کیوں بچایا ـــــ مجھے ڈوبنے دیا ہوتا۔

کانشی :- شکر ہے تم بچ گئیں (پھولے ہوئے سانس کے ساتھ) مگر تم نے پانی میں چھلانگ کیوں لگائی . . . . تم . . . . . (حیرت سے) ت . . . . . ت . . . . . تم تو وہی عورت ہو ـــــ (خوش ہو کر) میں نے تمہیں پا لیا ـــــ میں نے آخر تمہیں پا لیا ـــــ یہ اپنے روپے ـــــ (نوٹوں کی کھڑکھڑاہٹ) . . . . . میں تمہیں صبح سے ڈھونڈھ رہا ہوں ـــــ آہ ! اگر تم مجھے نہ ملتیں تو بہت ممکن ہے میں نے بھی تمہاری طرح خودکشی کا ارادہ کر لیا ہوتا۔ ـــــ تم ـــــ تم ـــــ اب ٹھیک ہو نا ! ـــــ چلو تمہیں کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں ـــــ !

بملا :- تم کون ہو ؟

کانشی :- میں جیب کترا ہوں ـــــ تمہارے بٹوے سے یہ دو سو کے نوٹ میں نے اڑائے تھے۔

بملا :- تم نے ـــــ تم نے میرے بٹوے سے نوٹ نکالے تھے پر اب تمہیں کیا ہو گیا ہے ـــــ تم مجھے ڈھونڈتے رہے ـــــ تم مجھے کیوں ڈھونڈھتے رہے ـــــ تم نے یہ ہاتھ آیا ہوا مال مجھے کیوں واپس دینا چاہا ؟

کانشی :- نوٹوں کے ساتھ ایک خط بھی تو تھا جو تم نے . . . . .

بملا :- اوہ ! ـــــ تو ـــــ تو وہ خط تم نے پڑھ لیا ـــــ (افسردگی کے ساتھ) . . . تم بھی میرے راز سے واقف ہو گئے ـــــ اب ایک کے بجائے دو ہو گئے میں مر کیوں نہ گئی ـــــ (رونا شروع کر دیتی ہے)

کانشی :- مجھے تمہارے راز سے کوئی واسطہ نہیں ـــــ خط پڑھ کر مجھے افسوس ہوا کہ میں نے ایک ایسی عورت کے روپے نکالے ہیں جو بے حد دکھی ہے ـــــ تم نے یہ دو سو روپے کس مشکل سے جمع کئے ہوں گے ـــــ میں اب تم سے کیا کہوں مجھے کتنی ندامت ہے ـــــ مجھے بہت دکھ ہوا ہے ـــــ میں ـــــ میں شرمسار ہوں ـــــ لیکن اب میرا بوجھ کچھ ہلکا ہو گیا ہے کہ میں نے تمہیں پا لیا ہے. بچا لیا ہے

بملا :- (روتے ہوئے) نہیں. میں سمجھتی ہوں جو کچھ میں نے کیا ٹھیک تھا. مجھے مر جانا چاہیئے ـــــ جی کر بھی تو میں مری رہتی ہوں پھر اور جینے سے کیا فائدہ ـــــ میں ڈرتی ہوں ـــــ میں ڈرتی ہوں .....

کانشی :- کس سے .....

بملا :- میں ڈرتی ہوں کہ تم بھی میرے جیون پر کالے بھوت کی طرح چھا جاؤ گے. تم بھی میرے سر بازار کا سودا کرنا شروع کر دو گے ـــــ تم جیبیں کترنا چھوڑ دو گے. میرا دل کترنا شروع کر دو گے ..... تم جانتے ہو ـــــ خط پڑھنے کے بعد تم کیا کچھ نہیں جانتے.

کانشی :- دیوی میں جیب کترا ضرور ہوں ـــــ لیکن انسان بھی ہوں مجھے تم سے پوری پوری ہمدردی ہے ـــــ مجھے معاف کر دو ـــــ درحقیقت تم بڑی بہادر عورت ہو.

بملا :- لیکن اس بات کو کتنے آدمی جانتے ہیں ـــــ کسے معلوم ہے کہ گرلز اسکول کی ایک استانی -- ایک کمزور اور نحیف عورت چار برس سے ایک راکشس کو اپنا خون پلا رہی ہے. اس جرم کی پاداش میں کہ اس نے محبت کی اور ماں بن گئی --

محبت مٹ گئی لیکن اس کی تھکاوٹ باقی ہے —— بچی مر گئی مگر ملتا ابھی تک زندہ ہے —— یہ دو لاشیں ہیں جن کو وہ اپنے سینے سے لگائے کچھ دن جینا چاہتی تھی —— لیکن اس کی قیمت طلب کی گئی اس لئے کہ دنیا بیوپار پہ چلتی ہے۔ یہاں دکھ بھی مفت نہیں ملتے۔ روٹی لٹاؤ اور اس کے دام دو۔ اس دنیا کا اصول ہے —— عورت کی ایک کمزوری جو منزلہ مکان کے مقابلے میں زیادہ نفع بخش ہے —— یہ کسی بیوپاری مرد کے ہاتھ میں آجائے تو وہ اس سے ماہ بماہ کرایہ وصول کرتا رہتا ہے —— تم جانتے ہی ہو کہ میں ......

کانشی: ...... میں جانتا ہوں ...... لیکن میں پوچھتا ہوں تم نے اپنی زندگی کو خواہ مخواہ یہ روگ کیوں لگا رکھا ہے —— تم اس سے ڈرتی کیوں ہو —— تم نے کسی کی چوری نہیں کی —— ڈاکہ نہیں ڈالا —— تمہیں کس بات کا ڈر ہے؟

بملا: میں نے چوری نہیں کی —— میں نے ڈاکہ نہیں ڈالا جبھی تو میں ڈرتی ہوں —— تم دوسروں کی جیب کاٹتے ہو اور نہیں ڈرتے۔ میں اپنی جیب کٹواتی ہوں اسی لئے ڈرتی ہوں ——

کانشی: تم —— تم مجھے کوسے جا رہی ہو —— پرماتما کے لئے اب جانے دو۔ —— میں تم سے سچ کہتا ہوں میں سب کا سب اچھا ہوں —— ایک صرف میری انگلیاں بری ہیں —— میں چاہتا ہوں کہ یہ بھی اچھی بن جائیں مگر..

بملا: تم نے کبھی ان کو اچھا بنانے کی کوشش نہیں کی —— کوشش کرو تو ہو سکتا ہے —— کیا تم سچ مچ اچھا بننا چاہتے ہو؟

کانشی :۔ہاں بشرطیکہ ......

بملا :۔ میں تمہیں اچھا بناؤں گی ـــــ آج ہی سے میں تمہیں سدھارنے کا کام شروع کر دونگی۔ مگر تم مجھ سے وعدہ کرو جو کچھ میں کہوں گی تم مان لوگے۔

کانشی :۔میں وعدہ کرتا ہوں۔

(سمندر کی لہروں کی آواز عقب سے نکل کر پیش منظر میں آجائے اور چند لمحات کے بعد فیڈ ہو جائے)

(فرش پر ٹہلنے کی آواز ـــــ کبھی قدم رک جائیں کبھی چلنا شروع کر دیں ـــــ یہ سلسلہ چند لمحات تک جاری رہے ـــــ اس دوران میں کہ ایک دو بار کانشی منہ سے سیٹی بھی بجائے)

بملا :۔ (حیرت کے ساتھ) کانشی!

کانشی :۔ (گھبرا کر) ... کون ـــــ ؟

بملا :۔ یہ تم کیا کر رہے تھے؟

کانشی :۔کچھ بھی نہیں (گھبراہٹ کے ساتھ) ک ... ک ... کچھ بھی نہیں۔

بملا :۔میں سب کچھ دیکھ چکی ہوں پر میں پوچھتی ہوں کہ یہ حرکت کیا تھی؟

کانشی :۔میں ـــــ میں نے کیا کیا ہے ـــــ سارا دن اس کمرے میں بیٹھا تمہاری دی ہوئی کتابیں پڑھتا رہا ہوں ـــــ میں نے ایک قدم باہر نہیں نکالا۔ ایک ـــــ ایک مہینے سے میں کہیں باہر نہیں گیا ـــــ تمہارے سر!

کسی آدمی کی شکل تک میں نے نہیں دیکھی ـــــ یہ ـــــ یہ کتابیں جو تم نے مجھے دی تھیں سب کی سب میں نے پڑھ ڈالی ہیں ـــــ اب بتاؤ میں کیا کروں؟

بملا:۔ جو کچھ میں نے پوچھا ہے اس کا پہلے جواب دو ـــــ تم ابھی ابھی کیا کر رہے تھے ـــــ تم نے اپنا کوٹ یہاں کھونٹی پر کیوں نہیں لٹکایا تھا؟

کانشی:۔ تم دیکھ تو چکی ہو۔

بملا:۔ تو یہ ٹھیک ہے کہ تم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کانشی:۔ ہاں ٹھیک ہے ـــــ میں نے اپنے کوٹ کی جیب سے سگریٹ کی ڈبیا نکالی تھی اور پھر وہیں ڈال دی تھی ـــــ میں نے اسی طرح دو مرتبہ اپنا بٹوہ بھی نکالا تھا ـــــ مگر تم مجھے ایسی ملامت بھری نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو ـــــ یہ کوٹ میرا اپنا ہی تو ہے اور اس میں جو چیزیں پڑی ہیں وہ بھی تو میری ہیں ـــــ میں اپنی جیبوں میں سے اپنی ہی چیزیں نکال رہا تھا ـــــ اس میں کیا حرج ہے؟

بملا:۔ کانشی ـــــ تمہاری حالت قابلِ رحم ہے ـــــ تم اتنے بگڑ چکے ہو کہ تمہیں سدھارنا بہت ہی کٹھن کام ہے ـــــ میں تو ناامید ہو چلی ہوں۔

کانشی:۔ لیکن بملا کچھ غور تو کرو ـــــ یوں چٹکیوں میں تو ایسے کام نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی تو سوچو کہ میں کتنے برسوں سے جیبیں کاٹ رہا ہوں۔ ایک مہینے میں تم میری یہ عادت کیسے دور ہو سکتی ہو ـــــ میں تو کہتا ہوں جتنی جلدی یہ عادت دور ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔ یہ انگلیاں تو آہستہ آہستہ ہی راہ پر آئیں گی ـــــ تم ناامید ہو جاؤ گی تو میرا کیا بنے گا ـــــ میں تو دھوبی کا کتا بن جاؤں گا نہ گھاٹ کا رہوں گا نہ گھر کا ـــــ پرماتما کے لئے نراش نہ ہو ـــــ میں ضرور ایکدن

ان انگلیوں کو ٹھیک کروں گا۔

بملا:- تمہیں دراصل پرائے مال پہ ہاتھ صاف کرنے کا چسکا پڑا ہوا ہے تم کبھی
درست نہیں ہو سکتے ـــــ تم نے آج تک خود کما کر کھایا ہو تو تمہیں ان
باتوں کا علم ہو۔ تم کیا جانو کہ محنت مشقت کیا بلا ہے ـــــ میری طرف دیکھو
دن رات محنت کرتی ہوں ـــــ سو روپے مجھے ماہوار ملتے ہیں۔

کانشی:- جن میں سے پچاس ـــــ نہیں پچاس نہیں بہتر، وہ آدمی وصول کر لیتا ہے۔

بملا:- (فخر کے ساتھ) چاہئے تو یہ تھا کہ مجھے ہر طرح کا آرام میسر ہوتا مگر . . . .
تم دیکھ چکے ہو ـــــ تم جانتے ہو کہ میں کتنی دکھی ہوں ایک پل مجھے چین کا
نہیں ملتا ـــــ میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ ایک نکما فونٹین پن بھی میں خرید
نہیں سکتی حالانکہ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر میرا جی للچاتا ہے مگر
مجبوری ہے ـــــ سینے پر پتھر رکھ کر میں کام کئے چلی جا رہی ہوں اس لئے کہ
مجھے جینا ہے ـــــ ایک تم ہو کہ اپنی انگلیوں کو قابو میں نہیں رکھ سکتے ـــــ
تمہارے پیشِ نظر تو پھر کوئی منزل ہے لیکن میں تو منزل کی تلاش میں بھٹک رہی ہوں
تم بڑے بدقسمت ہو ـــــ

کانشی:- مجھے معاف کر دو . . . میں . . . میں اب ایسی حرکت نہیں کرونگا۔ میں
سچے دل سے عہد کرتا ہوں کہ پھر ایسی حرکت نہیں کرونگا ـــــ

بملا:- بہت اچھا ـــــ لیکن سن لو اگر پھر تم نے مجھے ناامید کیا تو میں تمہیں بالکل
چھوڑ دوں گی ـــــ تو اب میں جاتی ہوں اسکول کا وقت ہو گیا ہے۔
(جانے کی آواز ـــــ پھر دروازہ بند کرنے کی کھڑکھڑاہٹ)۔

(بازار کی آمد و رفت کا شور، گاڑیوں، موٹروں اور رکشاؤں کی ملی جلی آوازیں ——
آوازوں کے اس پردے پر ذیل کا ٹکڑا سپر امپوز کیا جائے)

بملا:- چاہئے تو یہ تھا کہ مجھے ہر طرح کا آرام میسر ہوتا۔ مگر تم جانتے ہو کہ میں بہت دکھی ہوں۔ ایک پل مجھے چین نہیں ملتا۔ میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ میں ایک ننھا سا فاؤنٹین پن بھی خرید نہیں سکتی حالانکہ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے۔ مگر مجبوری ہے . . . . .

(گاڑیوں وغیرہ کا شور)

بملا:- میری مظلومیت کی انتہا یہ ہے کہ میں ایک ننھا سا فاؤنٹین پن بھی نہیں خرید سکتی۔

(گاڑیوں وغیرہ کا شور)

بملا:- دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے۔

(گاڑیوں وغیرہ کا شور آہستہ آہستہ فیڈ ہو جائے)

بملا:- تو کل تم نے خوب بازاروں کی سیر کی —— سارا دن گھومتے رہے۔

کانشی:- (ذہنی انتشار کے ساتھ) ہاں سارا دن گھومتا رہا۔

بملا:- آج موسم کتنا اچھا ہے —— آسمان کا رنگ میری چوڑیوں کی طرح نکھرا ہوا ہے۔

کانشی:- ہاں چوڑیوں کا رنگ آسمان کی طرح نکھرا ہوا ہے۔

بملا:- یہ چوڑیاں تمہیں پسند ہیں؟

کانشی:- جب دکان پر تھیں تو اتنی خوبصورت نہیں تھیں مگر اب تو . . . . .

بملا:- (ہنستی ہے) تم مجھے بناؤ نہیں ——

کانشی :- آج تمہاری سالگرہ ہے نا . . . . .

بملا :- ہے تو سہی ——— لیکن . . . . .

کانشی :- (ذہنی انتشار کے ساتھ) سالگرہیں اچھی ہوتی ہیں۔

بملا :- یہ تم کیا اوٹ پٹانگ باتیں کرتے ہو؟

کانشی :- (گھبرا کر) نہیں تو . . . میں . . . میں دراصل کچھ اور ہی سوچ رہا تھا ——— (وقفہ) میں سوچتا ہوں میں نے کئی مرتبہ سوچا ہے کہ اب دنیا میں میری حیثیت ایک فالتو آدمی کی سی ہو گئی ہے ——— چھکڑے میں اگر پانچواں پہیہ لگا دیا جائے تو میری حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ——— لیکن نہیں ——— میں ——— میں ——— اپنے آپ کو کارآمد بنا سکتا ہوں ——— ایسا ہو سکتا ہے ——— تم ہو ——— یعنی تم مجھ پر اتنی مہربان ہو کیا کچھ نہیں ہو سکتا ہے ——— میرا مطلب ہے کہ . . . . . . کچھ نہیں . . . . . . تم کتنی اچھی ہو بملا ——— میرا جی چاہتا ہے تمہاری خدمت کروں ——— ——— خدمت ——— خدمت ——— ہاں میرا جی چاہتا ہے کہ تمہیں خوش کرنے کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کروں۔

بملا :- کانشی مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم مجھ سے چھپا رہے ہو۔

کانشی :- (اور زیادہ گھبرا کر) ن . . . . ن . . . . نہیں تو۔

بملا :- دیکھو کانشی لڑائی ہو جائے گی۔ تم جھوٹ بول رہے ہو۔

(وقفہ)

بملا :- بولو۔ سوچ کیا رہے ہو۔

(وقفہ)

کانشی: میں ——— میں تمہارے لئے ایک تحفہ لایا ہوں ——— قبول کروگی۔

بملا: پہلے مجھے تحفہ دکھاؤ۔

کانشی: فونٹین پن ہے ——— یاد ہے تم نے اس روز کہا تھا: میری مفلوکیت کی یہ انتہا ہے کہ میں ایک نکما فونٹین پن نہیں خرید سکتی حالانکہ دوسروں کے پاس اچھے اچھے قلم دیکھ کر روز میرا جی للچاتا ہے۔ ——— میں کل بازار گیا تو یہ قلم تمہارے لئے ......

بملا: دکھاؤ تو۔

کانشی: یہ لو۔

بملا: بہت اچھا ہے ——— بڑھیا قلم ہے

کانشی: تمہیں پسند آ گیا؟

بملا: کیوں نہیں ...... (وقفہ) لیکن تم نے یہ لیا کہاں سے؟

کانشی: لیا کہاں سے .... (حلق میں جیسے کچھ پھنس گیا ہے) لیا کہاں سے

بملا: بولو کہاں سے لیا؟

کانشی: (ندامت بھرے لہجے میں) .... ایک راہ چلتے آدمی کی جیب سے۔

بملا: (قلم زمین پر پٹکنے کی آواز) .... کانشی ——— تم ——— تم ——— کانشی تم نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے جو چوری کی یہ چیز تم نے مجھے تحفے کے طور پر دی ہے ——— میں نے تم سے کیا پہلے ہی نہیں کہا تھا کہ تم کبھی درست نہیں ہو سکتے۔ چوری چکاری تمہارے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی ہے ——— تم ——— تم

بہت ہی ذلیل آدمی ہو۔

کانشی:۔ مگر..... مگر.....

بملا:۔ میں کچھ سننے کو تیار نہیں ـــــ تم بڑے ہی ذلیل آدمی ہو ـــــ کیا تم سمجھ رہے تھے کہ چوری کا یہ مال لے کر میں خوش ہو جاؤں گی ـــــ

کانشی:۔ مگر..... مگر..... بملا تم میری بات تو سن لو ـــــ میں قصوروار ہوں لیکن ـــــ لیکن.....

بملا:۔ لیکن لیکن کیا؟

کانشی:۔ تم ذرا سوچو تو ـــــ یعنی جو کچھ میرے دل میں ہے اُس کا تذکرہ ج لگاؤ ـــــ میں نے ـــــ میں نے یہ قلم اس لئے نہیں اڑایا تھا کہ تم اسے لے کر خوش ہو جاؤ گی ـــــ اس روز جب تم نے کہا تھا میری مفلوکیت کی انتہا یہ ہے کہ میں ایک نکما فونٹین پن بھی نہیں خرید سکتی: تو یقین مانو میری آنکھوں میں آنسو آگئے تھے ـــــ میں آج تک کبھی نہیں رویا۔ مگر اس روز میں رو دیا ـــــ میں ـــــ میں ـــــ میں اب اپنے دل کا حال کیسے بیان کروں ـــــ میں جانتا ہوں میں نے غلطی کی ہے۔ میں نے تمہیں پھر ناامید کیا ہے۔ مگر میں کیا کروں۔ راہ چلتے ہوئے آدمی کی جیب میں جب میں نے یہ قلم دیکھا تو اپنے آپ میری انگلیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور ـــــ اور قلم میرے پاس تھا۔ مجھے بہت افسوس ہے ـــــ میں سخت نادم ہوں.....

بملا:۔ تم [illegible] سکتے۔ جیبیں کترنے کی عادت پک کر تمہاری طبیعت بن گئی ہے ـــــ.....

کانشی :- (وقفہ ——— غمگین آواز میں) تم ٹھیک کہتی ہو

بملا :- مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ باوجود پوری کوشش کے میں تمہیں درست نہ کر سکی ——— تم بہت زیادہ بگڑ چکے ہو۔

کانشی :- تمہارا کہنا بالکل ٹھیک ہے ——— لیکن اب میں کیا کروں۔

بملا :- جاؤ جو جی میں آئے کرو..... (گھبرائی ہوئی آواز میں) لوگوں کی جیبیں کاٹو چوری کرو ——— ڈاکے ڈالو ——— تمہیں اس بات کی کیا خبر ہے کہ میں.... ....میں.... (اور زیادہ رونا شروع کر دیتی ہے)

کانشی :- پرماتما کے لئے تم روؤ نہیں.... میں اچھا ہو جاؤں گا ——— میں اچھا بننے کی پوری کوشش کرونگا ——— میں جاتا ہوں ——— اپنے آپ کو درست کر لوں پھر تمہیں اپنا منہ دکھاؤں گا ——— اچھا تو پھر ملیں گے اگر....... (آواز بھرا جاتی ہے).....

(بملا کی سسکیاں ——— آہستہ آہستہ ان کو فیڈ کر دیا جائے)

پنڈت :- میں اس معاملے پر زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا ——— بڑی سیدھی سی بات ہے کہ میں یکمشت تم سے کچھ روپیے کر تمہارے خط حوالے کر سکتا ہوں۔

بملا :- میرا راز آپ میرے ہی پاس بیچ رہے ہیں

پنڈت :- مجھے چھان بین پسند نہیں ——— تمہیں ان خطوں کی ضرورت ہے اور مجھے یکمشت کچھ روپوں کی ——— کیا تمہیں یہ سودا قبول ہے ——— خط حاصل کرنے کے بعد تمہیں کسی بات کا کھٹکا نہیں رہے گا ——— یہ بات خاص طور پر

قابلِ غور ہے۔

بملا:۔ میں اچھی طرح غور کر چکی ہوں پر میں سوچتی ہوں کہ اس میں بھی آپ کی کوئی نئی عیاری چھپی ہوئی ہے۔

پنڈت:۔ تمہارے شبہات بالکل غلط ہیں میں ایک سودا کرنا چاہتا ہوں اگر تمہیں منظور ہو تو ٹھیک ہے ورنہ۔۔۔۔۔

بملا:۔ کتنے میں آپ فیصلہ کرنا چاہتے ہیں؟

پنڈت:۔ صرف پانچ سو روپوں میں۔

بملا:۔ یہ تو بہت ہوئے۔

پنڈت:۔ اس سے کم میں سودا نہیں ہو سکتا۔

بملا:۔ سارے خط آپ کے پاس اس وقت ہیں۔

پنڈت:۔ نہیں جب سودا پکا ہو جائے گا میں لے آؤں گا۔

بملا:۔ تو۔۔۔۔۔ (وقفہ)۔۔۔ تو آپ۔۔۔ تو آپ ایسا کیجئے۔۔۔۔۔۔ کیا آپ بوری بندر کے اسٹیشن پر مل سکتے ہیں —— یعنی کیا آپ میرا کل بوری بندر اسٹیشن پر ایک دو بجے کے درمیان انتظار کر سکتے ہیں؟

پنڈت:۔ یہ سب ہو جائے گا مگر سوال یہ ہے۔۔۔۔

بملا:۔ آپ کا سودا مجھے منظور ہے —— میں کل ر.. لے آؤں گی آپ سارے خطالے آیئے گا —— دیکھئے کوئی باقی نہ رکھیئے گا —— اور —— اور —— میں ایک اور دو بجے کے درمیان بوری بندر اسٹیشن پر پہنچ جاؤں گی —— آپ خط ڈالنے والے بھمبکے کے پاس کھڑے رہیئے گا —— میں سیدھی

وہیں آجاؤں گی ——— تو یہ طے ہو گیا نا؟

پنڈت:۔ ہاں طے ہے ——— میں وہاں مقررہ وقت پر پہنچ جاؤں گا ———

تو اب میں جاتا ہوں ——— کل شاید ہماری آخری ملاقات ہو گی۔

بملا:۔ پرماتما کرے ایسا ہی ہو ——— تو آپ ایک اور دو بجے کے درمیان وہاں

پہنچ جائیں گے؟

پنڈت:۔ (ہنستے ہوئے) ہاں۔ ہاں پہنچ جاؤں گا . . . .

(ہنسی کی آواز آہستہ آہستہ دور ہوتی جائے پھر دروازہ بند کرنے کی آواز)

بملا:۔ (اضطراب کے ساتھ) . . . . اب مجھے کانشی کو تلاش کرنا ہے ——— وہ

مل گیا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔

(بازار کی آمد و رفت کی آوازوں پر ذیل کے سپرامپوز کئے جائیں)

بملا:۔ کانشی کہاں ہے؟

گردھاری:۔ تین چار روز سے ملاقات نہیں ہوئی۔ گھر ہو گا۔

(جھانجھ)

بملا:۔ آپ کو پتا ہے کانشی کہاں ہے

الف:۔ جی نہیں۔

(جھانجھ)

بملا:۔ کانشی کہاں ہے؟

ب:۔ ہسپتال میں ہے۔

بملا:۔ ہسپتال میں؟

ب :- کسی نے مجھے بتایا تھا کہ وہ تین چار روز سے ہسپتال میں ہے۔ نہیں تین چار روز نہیں دس پندرہ روز سے کیونکہ اس نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ بس اب وہ ہسپتال سے آنے ہی والا ہے۔

(جھانجھ)

بملا :- کانشی۔

کانشی :- بملا۔

(وقفہ)

کانشی :- تم یہاں کیسے چلی آئیں؟

بملا :- تم مجھے یہ بتاؤ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟

کانشی :- بالکل تندرست ہوں — مجھے ہوا کیا تھا — ایسے ہی . . . . .

بملا :- تم بالکل ٹھیک ہو نا؟

کانشی :- ہاں ہاں۔

بملا :- (آہستہ) مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے — تم چل پھر سکتے ہو نا؟ — تمہیں یہاں سے جانے کی اجازت مل جائے گی نا؟

کانشی :- ہاں ہاں — کیوں نہیں — کہو تو ابھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں — بتاؤ کیا کام ہے —؟

بملا :- (آہستہ) میں بتاتی ہوں — دیکھو کل ایک اور دو بجے کے درمیان بوری بندر اسٹیشن پر ایک آدمی آئیگا۔ میں تمہیں اس کا حلیہ بتا دوں گی۔

کانشی :- بہت اچھا۔

بملا:۔ اس آدمی کی کسی جیب میں خطوں کا ایک پلندہ ہوگا۔ (وقفہ)۔ . . . . تم اسے اڑا لینا ——

(وقفہ)

بملا:۔ وہ خط مجھے مل جائیں تو . . . تم اڑا لوگے نا، یہ خط میرے لئے۔

(وقفہ)

بملا:۔ چپ کیوں ہو گئے۔ بولتے کیوں نہیں۔

کالنشی:۔ (غمگین آواز میں) بملا —— میں اچھا بن چکا ہوں —— میں —— میں اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کٹوا چکا ہوں —— یہ دیکھو . . .

(بملا زور سے چیختی ہے —— فیڈ آؤٹ)

عید کارڈ

افراد

مسعود .... (آوارہ مزاج نوجوان)

خالد
خلیل } ... مسعود کے دوست [illegible]
ثریا .... ([illegible] لڑکی)
ڈاکیہ

(ٹائپ رائٹر کی آواز)

مسعود: ٹائپ کرتا ہے اور ساتھ ساتھ شعر پڑھتا جاتا ہے [illegible] ... [illegible]
کے لئے سب سے ضروری چیزیں ہیں اور [illegible] ... پڑھتا جاتا [illegible]

نئی جنگ کا تھا اس لئے انہوں نے اپنے آپ کو مشغول کرنے کے لئے بہت کچھ کیا اور جنگ چھڑنے سے پہلے ان تمام کاموں کا مدعا یہی تھا، وقفہ ۔ ۔ ۔ ۔ جنگی ذخائر کی جمع آوری کے لئے لوہا اور فولاد کی پیداوار کو بہت ہی زیادہ کیا گیا سنہ انیس سو چونتیس عیسوی میں جرمنی نے ۸۰۷۰۳۰۰۰ ٹن خام لوہا پیدا کیا اور سنہ انیس سو اڑتیس میں یہ پیداوار ۲۲۰۰۰۰۰۰ ٹن تک پہنچ گئی۔

(دستک کی آواز)

مسعود:- سن انیس سو چونتیس کی پیداوار ۱۱۹۰۰۰۰۰ ٹن ۔ ۔ ۔ ۔ کون ہے ——

(دستک کی آواز) ٹن کو پھر ۔ ۔ لاحول ولا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ارے بھئی چلے آؤ —— دروازہ کھلا ہے۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

خالد:- السلام علیکم۔

مسعود:- علیکم —— سن انیس سو چونتیس کی پیداوار سے دگنے سے بھی زیادہ۔ اس عرصے میں فولاد کی پیداوار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خالد:- ایک شریف آدمی اتنی دور سے تمہارے پاس آیا ہے اور تم جانے کیا خرافات بک رہے ہو۔

مسعود:- بھائی صاحب میں آپ کی طرح بیکار نہیں ہوں —— مجھے اس مضمون کا ترجمہ کرنا ہے۔

خالد:- ہوں ۔ ۔ ۔ مضمون کیا ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ اس زمانے کی جنگوں کے لئے سب سے ضروری چیزیں لوہا اور فولاد ہیں —— اور آپ کا دماغ درست کرنے کے لئے

سب سے ضروری چیزیں بادام روغن اور کدو کا تیل ہیں ---- آپ یہ دونوں تیل منگوا لیجئے اور ہر روز سر میں لگائیے۔ آپ کے دماغ کی یہ ساری خشکی یوں چٹکیوں میں دور ہو جائے گی۔

مسعود:- خالد ---- خدا کے لئے مذاق نہ کرو۔

خالد:- تو کیا کروں ---- یہاں تمہارے پاس میں آیا کس لئے ہوں۔ ٹائپ کرنے کے لئے ایسے اوٹ پٹانگ مضمون لکھنے کے لئے؟

مسعود:- یہ کام بہت ضروری ہے۔

خالد:- بالکل غلط ---- سب سے ضروری چیزیں جنگ میں روٹی اور خوراک ہیں اور اس وقت سب سے ضروری چیزیں عید کارڈ اور تحفے تحائف ہیں ---- مسعود اب خدا کے لئے اس ٹائپ رائٹر کو بند کرو ---- کل عید ہے اور مجھے سینکڑوں چیزیں خریدنا ہیں۔ چلو آؤ باہر چلیں۔

مسعود:- باہر جا کے کیا کریں گے۔

خالد:- بھئی عجب اوندھی کھوپڑی کے انسان ہو ---- باہر جائیں گے۔ ذرا سیر کریں گے چہل پہل دیکھیں گے اور کچھ خرید و فروخت بھی کریں گے ---- چلو اٹھو ---- مجھے اپنے دوستوں کو عید کارڈ بھیجنا ہیں۔ کچھ بھیج چکا ہوں لیکن ابھی کچھ باقی رہ گئے ---- اور ہاں میں تم سے ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔

مسعود:- پوچھو۔

خالد:- تم جانتے ہی ہو کہ میرٹھ میں میری بات پکی ہو چکی ہے ---- میں ایک شرارت کرنا چاہتا ہوں۔

مسعود: کس قسم کی شرارت۔

خالد: میں اس کو ایک عید کارڈ بھیجنا چاہتا ہوں ——— یعنی اس میں حرج ہی کیا ہے ——— میں اب کوئی غیر تھوڑے ہی ہوں ——— کیا خیال ہے تمہارا؟ — میں سمجھتا ہوں اچھی دل لگی رہے گی۔

مسعود: عید کارڈ ——— آخر تم لوگوں نے کاغذ کے ان نکمّے پرزوں کو اتنی اہمیت کیوں دے رکھی ہے ——— عید کارڈ کے بجائے کچھ اور بھیج دو۔

خالد: خدا کی قسم اب تم میں قطعاً شعریت نہیں رہی ——— عید کارڈ میں ایک خاص بات ہے بھئی ——— لوگوں کا سر تو نہیں پھر گیا جو عید پر کارڈ بھیجنا پسند کرتے ہیں ——— عید کارڈ بڑی خوبصورت چیز ہے ——— اس سے آدمی کے مذاق کا پتا بھی چل جاتا ہے۔

مسعود: خالد سچ پوچھو تو میں نے کبھی ان باتوں پر غور ہی نہیں کیا اور جب غور کیا ہے تو مجھے ان میں کوئی دلچسپی نظر نہیں آئی ——— عید کارڈ بھیجنے میں کچھ بچپنا سا ہے اور جو عید کارڈ وصول کرنے پر خوش ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں وہ تو بالکل بچے ہیں ——— عید کارڈ کھلونے ہی تو ہیں ——— کھلونے نہ کہو مصنوعی پھول کہہ لو ——— آدمی جب دیکھتا ہے کہ وہ اپنی دعائیں یا اپنے دوسرے نازک جذبات دور رہنے والے عزیزوں تک زبانی نہیں پہنچا سکتا تو اس کی انگلیوں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور وہ کاغذ کے ٹکڑے تراشنا شروع کر دیتا ہے ——— ان کاغذ کے تراشوں میں وہ اپنے جذبات کی تصویریں بناتا ہے ——— گونگی، اندھی اور لنگڑی ———

خالد: کچھ اور بھی کہنا چاہتے ہو؟

مسعود:۔ کہنے کو تو بہت کچھ کہا جا سکتا ہے مگر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا خالد تمہیں بتاؤ کن ان تصویروں کا کیا مطلب ہوتا ہے جو عید کارڈوں پر بنی ہوتی ہیں ـــــــ دو ہاتھ ہیں آپس میں ملے ہوئے ـــــــ ریت کا ایک بہت بڑا ٹیلا ہے جس کے پیچھے چاند نکل رہا ہے۔ ٹیلے کے پاس ہی ٹیلے سے اونچا ایک اونٹ ہے جس پر کوئی بیٹھا ہے۔ قریب ہی کھجور کا درخت ہے ـــــــ ایک ٹوکری ہے پھولوں کی اس پر موٹے حروف میں عید مبارک لکھا ہے ـــــــ ایک ٹوکری ہے پھلوں سے بھری ہوئی۔ پاس ہی کھلا ہوا چاقو پڑا ہے ـــــــ ایک فرنگی عورت ایک فرنگی مرد پاس پاس بیٹھے ہیں۔ ان کے اوپر ایک شعر چھپا ہے۔

سنتے ہیں کہ سامان عشرت لائی ہے عید
آپ گلے ملتے تو ہم بھی جانتے کہ آئی ہے عید

لاحول ولا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

خالد:۔ تم مجھے بہکانا چاہتے ہو ـــــ اور کیا ـــــــ یہ اپنی زبانی منطق کسی اور سے چھانٹنا۔ میں عید کارڈ ضرور خریدوں گا۔ اور تمہیں بھی ایک بھیجوں گا (وقفہ) نہیں تمہیں ہرگز نہیں بھیجوں گا کہ تم منہ دیکھتے ہی رہو۔ یہ تمہاری سزا ہے۔

مسعود:۔ (ہنستا ہے)

خالد:۔ میں چلا ۔ ۔ ۔ تم بڑے شوق سے ٹاپ کر سکتے ـــــــ جنگ میں دو چیزیں سب سے ضروری ہیں۔ لوہا اور فولاد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (ہنستا ہنستا چلا جاتا ہے)

(دروازہ بند کرنے کی آواز)

:۔ (وقفہ کے بعد) جنگ میں لوہا اور فولاد بہت ضروری ہے اور زندگی میں انسان

کے لیے ماں باپ کا ہونا بھی اشد ضروری ہے ــــــ ماں باپ نہ ہو تو کوئی بھائی بہن ہی ہو ــــــ کوئی بھی نہ ہو تو کوئی اور ہی ہو ــــــ اکیلا ہونا بہت ہی تکلیف دہ ہے۔

(دستک کی آواز)

مسعود:۔ کون ہے؟

یاسمین:۔ (آواز دور سے آتی ہے) میں اندر آسکتی ہوں؟

مسعود:۔ آؤ ــــــ آؤ ــــــ یاسمین چلی آؤ۔ دروازہ کھلا ہے۔

(دروازہ کھولنے کی آواز)

مسعود:۔ آجاؤ ــــــ اب آ بھی جاؤ۔

یاسمین:۔ میں آپ کے کام میں مخل تو نہیں ہوئی؟

مسعود:۔ بالکل نہیں۔

یاسمین:۔ مگر آپ کے ٹائپ رائٹر میں تو کاغذ چڑھا ہوا ہے ــــــ مجھے ان دو عید کارڈوں پر کچھ لکھوانا ہے۔

مسعود:۔ تو کیا ہوا۔ یہ کاغذ ابھی نکل جائے گا ــــــ لاؤ یہ عید کارڈ مجھے دو (وقفہ) بولو کیا لکھوانا ہے؟

(ٹائپ رائٹر کی گرفت سے کاغذ آزاد کرتا ہے)

مسعود:۔ یہ عید کارڈ تو بڑا ــــــ بڑا رنگین ہے۔ کسے بھیجو گی؟

یاسمین:۔ بھائی جان کو۔ آج بھیجوں گی۔ کل مل جائے گا ــــــ اس پر ان کا پتہ لکھ دیجئے اور ــــــ اور یہاں کونے میں میرا نام ــــــ صرف یاسمین لکھ دیجئے گا۔

ٹائپ میں کاغذ چڑھانے کی آواز،

مسعود: بہت اچھا (ٹائپ کرنے کی آواز) یاسمین ——— (وقفہ) اچھا اب یہ پتا جو تم نے اس کاغذ پر لکھا ہے لفافے پر ٹائپ کر دوں۔

یاسمین: جی ہاں۔

مسعود: (ٹائپ کرتے ہوئے) مگر یاسمین تم نے ہاتھ سے کیوں نہیں لکھ لیا۔

یاسمین: ٹائپ کیا ہوا تو خوب صورت معلوم ہوتا ہے۔

مسعود: ٹھیک ——— (کاغذ نکالتا ہے) لو یہ ایک تو ہو گیا۔ دیکھ لو ٹھیک ہے نا؟

یاسمین: بالکل ٹھیک ہے ——— اب دوسرا بھی اسی طرح ٹائپ کر دیجئے۔ پتا کاغذ پر لکھا ہوا ہے۔

مسعود: (کاغذ مشین پر چڑھاتا ہے) یہ عید کارڈ بھی خوب ہے۔ (ٹائپ کرتا ہے) کتنے میں خریدا؟

یاسمین: جی یہ تو چھ آنے کا ہے اور یہ جو میرے پاس ہے آٹھ آنے کا ہے۔ لفافے سمیت۔

مسعود: (ٹائپ کرتے ہوئے) یہ کس کو بھیجو گی؟

یاسمین: اپنی باجی جان کو۔

مسعود: ٹھیک ——— مگر تم نے اپنی باجی جان کے لئے دو آنے کم کا عید کارڈ کیوں پسند کیا؟

یاسمین: (ہنستی ہے) اس میں ایک بڑا راز ہے۔

مسعود: (ٹائپ رائٹر کی گرفت سے کاغذ کو آزاد کرتا ہے) مجھے نہ بتاؤ گی؟

یاسمین: جی نہیں ——— لیکن ٹھہرئیے میں آپ سے ایک بات پوچھتی ہوں۔ اگر آپ

کا ایک بھائی ہوتا اور ایک بہن ہوتی تو آپ کس کو اچھا عید کارڈ بھیجتے ؟

مسعود :- یہ تم نے بڑا ٹیڑھا سوال کیا ہے ـــــ نہ میرا کوئی بھائی ہے ۔ نہ میری کوئی بہن ہے ۔

یاسمین :- جھوٹ ــــ یہ کیسے ہو سکتا ہے ؟

مسعود :- (ہنستا ہے) ہو کیوں نہیں سکتا ــــ لو یہ اپنا عید کارڈ لو ۔ دیکھ لو کوئی غلطی تو نہیں ہے ۔

یاسمین :- (توقف کے بعد) جی نہیں ۔ ٹھیک ہے ــــ شکریہ ــــ بہت بہت شکریہ

مسعود :- ٹھیرو ۔ ابھی جاؤ نہیں میرے ایک سوال کا جواب دیکر جاؤ ۔

یاسمین :- کہئے ۔

مسعود :- تمہیں اپنے بھائی سے زیادہ محبت ہے یا بہن سے ۔

یاسمین :- بھائی جان سے ــــ اچھا اب میں چلی . . . . .

(دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

مسعود :- (ہنستا ہے) ــــ یہاں بھی وہ صنف نازک ہی رہتی ہے ــــ (لمبا وقفہ) . . . . (خیالات سے چونک کر) . . . . لیکن میں کس سوچ میں پڑ گیا ہوں ۔ کام کیوں نہیں کرتا (ٹائپ رائٹر پر کاغذ چڑھاتا ہے) . . . . . ہوں (ٹائپ کرتا ہے) اس کے بالمقابل برطانیہ میں فولاد کی پیداوار . . . ۲۹۰۰۰ ٹن تھی اور سنہ انیس سو اڑتیس میں صرف . . . ۱۰۲۴ عید کارڈ تھی ــــ جب نازیوں . . . . لاحول ولا ــــ یہ میں نے کیا لکھ دیا ہے ــــ (ہنستا ہے) سن انیس سو اڑتیس میں صرف . . . ۱۰۲۴۴ عید کارڈ تھی ــــ

(ہنستا ہے) ——— یہ عید کارڈ اچھا میرے دماغ پر سوار ہوا ہے۔

(دروازہ کھلتا ہے)

خلیل:- آپ کے دماغ پر کیا سوار رہا ہے۔ بھوت تو عام طور پر آپ کے دماغ پر سوار رہتے ہیں۔ آج کوئی نئی چیز تو سوار نہیں ہو گئی ——— میں نے کہا مسعود صاحب آداب عرض کرتا ہوں۔

مسعود:- میں بھی تسلیم بجالاتا ہوں ——— تشریف رکھئے ——— کہئے کیسے آنا ہوا۔

خلیل:- آج ادھر عید کارڈ دینے آیا تھا سو تمہارے پاس بھی آگیا۔

مسعود:- عید کارڈ؟

خلیل:- جی ہاں۔ عید کارڈ ——— کیوں۔ آپ میری طرف یوں گھور گھور کے کیوں دیکھنے لگے؟

مسعود:- تو آپ عید کارڈ لینے آئے تھے۔

خلیل:- جی نہیں عید کارڈ لینے آیا تھا۔

مسعود:- (ہنستا ہے) میں سمجھا آپ عید کارڈ لینے آئے تھے۔

(دونوں خوب ہنستے ہیں)

خلیل:- اُف توبہ ——— تو دیکھو ——— یہ عید کارڈ لایا ہوں۔

مسعود:- ارے ——— یہ تو بیشمار ہیں ——— اتنے کیا کروگے؟

خلیل:- کیا کروں گا۔ بھیجوں گا ——— پندرہ تو رشتہ داروں میں بٹ جائیں گے دس دوستوں میں تقسیم ہو جائیں گے ——— ایک دو فالتو ہیں۔ وہ بھی کہیں نہ کہیں چلے ہی جائیں گے۔

مسعود :- یہ بھی اچھا خاصا بیوپار ہے ــــــ تمہیں بھی تو ان تمام لوگوں کی طرف سے ایسے ہی رنگ برنگی عید کارڈ آئیں گے۔

خلیل :- آئیں نہ آئیں مجھے اس کا کوئی خیال نہیں ــــــ صرف ایک آدمی کا عید کارڈ آ جائے تو سمجھو عید ہو گئی ۔

مسعود :- کس کا ؟

خلیل :- یہ نہ پوچھو ــــــ اتنا بتا دیتا ہوں کہ وہ عید کے خوبصورت تصور سے بھی کہیں زیادہ خوبصورت ہے ۔

مسعود :- خلیل ــــــ تم بھی محبت کرنے لگے ۔

خلیل :- یہ ــــ یہ ــــ یہ کیسا سوال ہے ۔

مسعود :- تو بتاؤ اسے ۔ یہ بتاؤ کیا وہ واقعی بہت خوبصورت ہے ۔

خلیل :- اگر اس کی خوبصورتی کے متعلق جھوٹ بولا جائے تو وہ اتنا خوبصورت نہیں ہوگا جتنا کہ اس کا ایک جلوہ حقیقت میں خوبصورت ہے ــــــ اس کی آنکھیں اس کی آنکھیں ــــــ ٹھیرو ۔ میں تمہیں وہ عید کارڈ دکھاتا ہوں جو میں خاص اس کے لئے لایا ہوں ــــــ یہ دیکھو ــــــ لیکن تم ہاتھ نہیں لگاؤ اسے ۔ دور سے دیکھو ــــــ اس کی آنکھیں اس جھیل کی طرح پُراسرار ہیں ــــــ بالکل اسی طرح ــــــ نیلے نیلے اونگھتے ہوئے سایوں کا ایک جال سا ــــــ دیکھو میں نے یہاں لکھ بھی دیا ہے ۔ تم خود پڑھو ۔

مسعود :- تیری ان پرانی ارجیلوں کے نام جن پر تیری پلکوں کے سائے ہمیشہ جھکے رہتے ہیں ــــــ خلیل بخدا تم اب شاعر ہو گئے ہو ۔ یعنی اگر تم چاہو تو لبے قافیہ

نظموں کا ایک دیوان بڑی آسانی کے ساتھ چھپوا سکتے ہو۔

خلیل:۔ مسعود —— تم مذاق کرتے ہو مگر حقیقت ہے کہ اس لڑکی نے میری زندگی کو ردیف اور قافیے کی قید سے بالکل آزاد کر دیا ہے —— محبت —— محبت —— تم کیا جانو کہ محبت اجتہاد کا دوسرا نام ہے —— لاؤ یہ تمام عید کارڈ میرے حوالے کرو۔

مسعود:۔ بس چلے۔

خلیل:۔ ہاں بھئی اب جاؤں گا۔ یہ سب عید کارڈ پوسٹ کرنے ہیں۔

مسعود:۔ تو یہ سنبھال لو —— دو میں نے رکھ لئے ہیں۔

خلیل:۔ اور لے لو۔

مسعود:۔ نہیں دو کافی ہیں۔

خلیل:۔ کیا تم بھی کسی اچھی آنکھوں والی کو . . . . .

مسعود:۔ (ہنستا ہے) ہاں . . . . کچھ ایسی ہی بات ہے۔

خلیل:۔ اچھا بھئی خدا حافظ —— انشاء اللہ کل ملاقات ہو گی۔

(دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز)

مسعود:۔ تو یہ بات ہے —— (وقفہ) عید کارڈ بری چیز نہیں —— یعنی جب دو مفت مل گئے ہیں تو کیا برا ہے۔ بھیج کیوں نہ دیں —— (وقفہ) ایک تو اس کو بھیج دینا چاہئے —— اماں اسی کو —— تنی جلدی نام بھی بھول گئے —— اسی کو —— اپنی —— اپنی زہرہ کو —— ہاں ہاں زہرہ ہی کو —— (وقفہ) پیاری زہرہ کو ملے —— از طرف —— مسعود حسن

مگن لال بلڈنگ سرکلر روڈ دہلی ـــــ چلئے ـــــ کیا یاد کرے گی . . . . .

(میوزک کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا۔ اس کے بعد دوسرا منظر شروع ہو)

(دروازے پر دستک کی آواز)

مسعود:۔ (اندر سے بولتا ہے) کون ہے؟

ڈاکیہ:۔ حضور ڈاکیہ۔

مسعود:۔ (دروازہ کھول کر) اوہ تم ہو۔ کہو کوئی چٹھی وٹھی لائے۔

ڈاکیہ:۔ جی ہاں۔ خالی ہاتھ انعام لینے کے لئے کیسے آسکتا ہوں ـــ یہ لیجئے ـــ

مسعود:۔ (خوش ہو کر) تمہیں ڈبل انعام ملے گا ـــ یہ عید کارڈ ہماری زہرہ نے بھیجا ہے ـــ لو یہ ایک روپے کا نوٹ۔

ڈاکیہ:۔ شکریہ ـــ ٹھہریئے مسعود صاحب۔ آپ کی ایک اور چٹھی بھی ہے ـــ میں دکھاتا ہوں ـــ یہ رہی ـــ لفافے پر آپ نے کوئی ایڈریس ہی نہیں لکھا ـــ اندر آپ نے لکھا ہے۔ زہرہ کو ملے ـــ نیچے اپنا پتا بھی لکھا ہے لیکن . . . لفافہ . . . . .

مسعود:۔ (گھبرا کر) ہاں ہاں ـــ وہ کچھ ایسا ہی ہوا ہے ـــ لاؤ یہ مجھے دو ـــ اچھا تو ـــ ہاں ـــ ٹھیک ہے (دروازہ بند کر دیتا ہے)

ڈاکیہ:۔ (ہنستا ہے) . . . . یہ بابو لوگ بھی عجیب ہوتے ہیں ـــ لڑکا بھی آپ اور لڑکی بھی آپ . . . . (ہنستا ہے) ـــ فیڈ آؤٹ

اکیلی

افراد

سوشیلا - - (ایک نوجوان عورت جس کی آواز میں ریت جیسی کی خرخراہٹ ہو)

کشور - - - (ایک دولتمند آدمی ــــــ آواز میں بانکپن ہو)

موتی - - - (ایک جذباتی نوجوان)

چپلا - - - (ایک عام کنواری لڑکی)

مدن - - - (کشور کا دوست)

قلی

اور چار پانچ ایکسٹرا

(ریل گاڑی کے چلنے کی آواز ــــــ اس آواز پر ذیل کی عبارت سپر امپوز کی جائے)

تمہید یہ:- زندگی کی گاڑی چلی جا رہی ہے ــــــ دندناتی ہوئی ــــــ

کسے معلوم ہے کہ اس کے بھاری بھرکم پہیوں کے نیچے کتنے پتھر پس جاتے ہیں۔ کتنی جاندار چیزیں اس کے سدا گھومنے والے چکر کی لپیٹ میں آجاتی ہیں۔

...... زندگی کی گاڑی یوں ہی چلتی رہے گی —— دندناتی ہوئی۔ بچے گھٹنیوں چلتے رہیں گے۔ جوان اونچی اونچی فضاؤں میں اڑتے اور گرتے رہیں گے —— بڑھاپا روتا رہے گا۔ جوانی چہچہاتی رہے گی اور ——

...... زندگی کی انتھک گاڑی چلتی رہے گی —— دندناتی ہوئی۔ تدبیر تقدیر سے ٹکراتی رہے گی۔ امید اور یاس باہم دست و گریباں ہوتی رہیں گی۔ —— حسن اپنا دسترخوان بچھائے عشق کو دعوت دیتا رہیگا —— اور

...... زندگی کی گاڑی دندناتی رہے گی۔

ایک عورت اور ایک مرد۔ دو عورتیں اور ایک مرد۔ دو مرد اور ایک عورت یہ گردان ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی۔ قصۂ آدم رنگین تر ہوتا جائیگا اور —— زندگی کی آہنی گاڑی پیچ کھاتی ہوئی چلتی رہے گی۔

(گاڑی کی آواز چند لمحات تک جاری رہے گی —— پھر اسی گاڑی کے پھیرلے کی آواز آئے یاد رہے کہ رات کا وقت ہے —— خوانچے والوں کی اداس اور تھکی ہوئی آواز کبھی کبھی سنائی دے۔ اس دوران میں انجن کی شائیں شائیں برابر آتی رہے۔ ذیل کا ٹکڑا ان آوازوں پر سپرامپوز کیا جائے۔

سوشیلا: (گھبرائے ہوئے لہجے میں) —— تم —— تم —— (زیادہ سے) تم۔

ایک آدمی :- کیوں بھئی کوئی قلی ہے ——— ؟

سوشیلا :- موہن ——— موہن ——— موہن کہاں گیا ؟

وہی آدمی :- موہن ؟

سوشیلا :- کچھ نہیں ——— قلی ——— قلی -

قلی :- جی حضور -

سوشیلا :- (گھبراہٹ میں) میرا سامان باہر نکالو ——— کون سا اسٹیشن ہے -

قلی :- یہ ایک سوٹ کیس اور بستر ہی کیا ہے یا کچھ اور بھی ہے -

سوشیلا :- (اپنے آپ سے) موہن کہاں گیا ؟ ——— یہ کون سا اسٹیشن ہے -

ٹھیرو قلی - اسباب ابھی نہ اتارو ——— ان کا بستر اور ٹرنک کہاں ہے ———

قلی :- (اپنے دھیان میں) ایک آنہ پھیرے کا میم صاحب - آپ سے جیادتی تھوڑے لونگا -

سوشیلا :- اسباب باہر نکال دیا ——— لیکن ——— لیکن ——— یہ کون سا اسٹیشن ہے

موہن کہاں ہے ——— میرے سوٹ کیس کا تالا کس نے کھولا ہے -

قلی :- ایسے ہی کھلا پڑا تھا -

(ٹرنک کھولنے کی آواز ——— پھر دبی دبی چیخ)

سوشیلا :- میرے زیور ——— میں لٹ گئی

قلی :- کیا ہوا میم صاحب -

سوشیلا :- (پریشانی کے عالم میں) کچھ نہیں ——— تم جاؤ - میرا اسباب یہیں

پڑا رہنے دو -

(چند لمحات تک انجن کی شائیں شائیں - پھر سیٹی کی آواز - انجن کی چیخ - پھر گاڑی

چلنے کی آواز —— آہستہ آہستہ یہ آواز دھیمی ہوتی جائے)

کشور:۔ م —— م —— میں سمجھتا ہوں آپ کسی کا انتظار کر رہی ہیں۔

سوشیلا:۔ (چونک کر) موہن تم (پھر فوراً ہی نا امید ہو کر) نہیں، موہن کہاں ہے؟

کشور:۔ (بڑے بانکے انداز میں) میں سمجھتا ہوں آپ کو کسی کا انتظار ہے۔

سوشیلا:۔ (گھٹی گھٹی آواز میں) . . . جی نہیں —— میں اکیلی ہوں۔

کشور:۔ (مسکرا کر) . . . آپ اکیلی نہیں ہیں —— قلی ان کا اسباب اٹھاؤ۔

(دور سے گاڑی کی چیخ مدھم آواز آئے اور تھوڑی دیر تھرا کر ڈوب جائے)

(ناچنے کی آواز —— سوشیلا توڑا لیتی ہے)

کشور:۔ بھئی سوشیلا خوب ناچتی ہو —— ایسا معلوم ہوتا ہے ہوائیں سگرٹ کا دھواں پریشان ہو رہا ہے —— آنکھوں کے سامنے خوبصورت ادائیں اور لچکیلے خیالوں کا ایک بھنور سا بن جاتا ہے۔ ایک عجیب چکر میں آدمی پھنس جاتا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا تم کہاں سے شروع ہوتی ہو اور کہاں ختم ہو جاتی ہو۔

(ناچ بند ہو جاتا ہے۔ زمین پر گھنگھروؤں کے ساتھ سوشیلا کے چلنے کی آواز آتی ہے)

سوشیلا:۔ ایک صرف آپنے واہ دی تو کیا ہوا —— میں کچھ اور بھی چاہتی ہوں ——

کشور:۔ کیا چاہتی ہو تم —— تمہیں اور کس چیز کی ضرورت ہے؟

سوشیلا:۔ یہ مکان —— اس کے آٹھ بڑے بڑے سنسان کمروں —— ایک چھوٹے سے باغ اور تین چار نوکروں کی جھکی ہوئی کمر کے آگے گیا اور کچھ بھی نہیں —— میں چاہتی ہوں —— میں چاہتی ہوں —— جانے میں

کیا چاہتی ہوں۔

کشور: (ہنس کر) کچھ چاہ کر نہ چاہنا ہی عورت کی سب سے بڑی چاہ ہے —— لیکن میں پوچھتا ہوں آجکل تم سوچتی کیا رہتی ہو۔

سوشیلا: (مضطرب لہجے میں) .... میں سوچتی رہتی ہوں اس خالی خالی گھر میں میں ایک خوبصورت تپائی ہوں جس کو آپ اپنی مرضی کے مطابق سجاتے رہتے ہیں۔

کشور: اس لئے کہ تپائی اور عورت میں کوئی زیادہ فرق نہیں —— تپائی پر سے اگر کپڑا اتر جائے تو بڑے بڑے قیمتی پھولدان گر کر چکنا چور ہو جایا کرتے ہیں اور......

سوشیلا: بس —— بس پرماتما کے لئے اس سے آگے نہ کہئے گا —— کشور صاحب آپ عورت کو بالکل نہیں جانتے —— وہ مرد عورت کو کیا جانے جسے پلیٹ فارم پر کھوتے ہوئے ٹکٹ کی طرح ایک عورت مل گئی ہو —— میں جو کچھ چاہتی ہوں مجھے معلوم ہے! آج سے دو برس پہلے جب میں گھر سے بھاگ کر سونے اور چاندی کے چدموہن کے ساتھ ایک ریل گاڑی میں سوار ہوئی تھی اس وقت میرے دل میں جس بات کی چاہ تھی مجھے اب بھی یاد ہے —— اور سچ پوچھئے تو وہی نامکمل چاہ۔ وہی پیاسی خواہش میرے اندر تڑپ رہی ہے —— وہ الفاظ جو میری زبان کی نوک پر آ کر جم گئے تھے پگھل کر باہر نکلنے کے لئے بیتاب ہیں —— میں اکیلی ہوں —— کشور صاحب میں اکیلی ہوں —— دو برس سے میں اس خوفناک طور پر سنسان مکان میں ان گھنگھروؤں کی اداس جھنجھناہٹیں سنا کی ہوں —— میں کچھ اور بھی سننا چاہتی ہوں —— دنیا میں گھنگھروؤں کی جھنجھناہٹ کے علاوہ اور بہت سی آوازیں موجود ہیں۔ میں سب کی سب سننا چاہتی ہوں —— میں چاہتی

ہوں میرے اردگرد ہجوم ہوں۔ میں ان ہجوموں کے اندر گھر جانا چاہتی ہوں —— آوازوں کے سمندر میں ڈبکیاں لگانا چاہتی ہوں —— میں بہت کچھ چاہتی ہوں۔

(ہجوم کا شور —— ذیل کے ٹکڑے اس پر سپر امپوز کیے جائیں)

الف:۔ وار فنڈ کے سلسلے میں مس سوشیلا کا ناچ۔

ب:۔ مس سوشیلا پہلی مرتبہ اسٹیج پر۔

ج:۔ ٹاؤن ہال میں ایک شاندار اجتماع۔

د:۔ رائے بہادر لالہ کشور چند کی مساعی جمیلہ۔

(ہجوم کا شور بڑی صفائی سے رقص کے ایک ٹکڑے میں تحلیل کیا جائے)

(رقص پورے آرکسٹرا کے ساتھ ہو —— توڑے وغیرہ لئے جائیں۔ جب رقص ختم ہو جائے تو داد کے نعرے بلند ہوں۔ تالیاں پیٹی جائیں —— آہستہ آہستہ یہ شور تحلیل ہو جائے)

سوشیلا:۔ (سخت گھبراہٹ میں —— لہجہ لرزاں ہو جیسے جذبات سے بھرپور ہے) .... میں —— میں —— میں آپ لوگوں کی قدردانی.... میں آپ لوگوں کی قدردانی کا شکریہ ادا کرتی ہوں (حلق میں جیسے کچھ پھنس جاتا ہے).... میں پہلی مرتبہ اسٹیج پر آئی ہوں —— اس لئے —— اس لئے (ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے) کچھ گھبرا سی گئی ہوں —— میں نے اتنا ہجوم پہلے کبھی نہیں دیکھا —— میں —— میں ایک (جلدی سے) بار پھر آپ کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔

(ہجوم کا شور اور تالیوں کی آواز)

نوٹ:۔ یہ شور آہستہ آہستہ تحلیل کر دیا جائے۔

کشور:۔ تم نے میری تالی کی آواز سنی تھی سوشیلا۔

سوشیلا:۔ (ہجوم کا اثر ابھی تک اس پر قائم ہے) نہیں ——— میں نے کسی کی تالی کی آواز نہیں سنی ——— مجھے تو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ تقدیر کے دو بڑے بڑے ہاتھ میرے کانوں کے پاس ایک نہ ختم ہونیوالی تالی بجا رہے ہیں ——— اُف یہ آواز کتنی بھیانک تھی

کشور:۔ دو برس کی تنہائی ختم ہو چکی ——— ان آٹھ سنسان کمروں کی جھکی ہوئی کمر اور جھوٹے سے بغیچے کے آگے بہت کچھ پڑا ہے جس کی سیاحت تم نے اب شروع کر دی ہے ——— گھبراؤ نہیں دنیا اتنی بڑی نہیں جتنی کہ تم سمجھے بیٹھی ہو ——— (ہنس کر) اب کیا سوچ رہی ہو۔

سوشیلا:۔ یہ ——— یہ سوچ رہی ہوں ——— میں پوچھتی ہوں آپ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتے ——— (جذباتی انداز میں) . . . . دو سال ہو گئے ہیں مجھے یہاں آئے ہوئے۔ آپ نے ایک بار مجھے محبت کی نظروں سے نہیں دیکھا ——— میں عورت ہوں۔ ایک نامکمل عورت ہوں ——— کرسی نہیں ہوں ——— ایک بار بھی آپ نے محبت بھرا کلمہ منہ سے نہیں نکالا ——— کیا میں خوبصورت نہیں کیا مجھ میں وہ خوبیاں نہیں ہیں جو مرد کے دل میں محبت پیدا کرتی ہیں ——— مجھ میں کیا نقص ہے جو آپ نے مجھے ان نگاہوں سے دیکھنا گوارا نہیں کیا جو عورت کے اندر نسوانیت پیدا کرتی ہیں۔ جو عورت کو بتاتی ہیں کہ وہ عورت ہے مٹی کی ڈھیری

نہیں ——— دو برس تک میں سوچا کی ہوں۔ دو برس تک میں آپ کی نگاہوں
میں محبت کی اُداسی ڈھونڈھتی رہی ہوں مگر۔ ... میں پوچھتی ہوں مجھے یہاں لانے
سے آپ کا مطلب کیا تھا ——— آپ نے کوئی ہاتھی خرید لیا ہوتا کوئی بندر پال
لیا ہوتا ——— کوئی مینا پنجرے میں ڈال لی ہوتی

کشور :۔ (مسکرا کر) آہستہ ——— آہستہ (وقفہ) اور اب پوچھو کیا پوچھتی ہو۔

سوشیلا :۔ (تھک کر) میں کچھ پوچھنا نہیں چاہتی۔

کشور :۔ تو میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں ——— میں نے ان دو برسوں میں ایک
مرتبہ بھی تمہیں محبت بھری نظروں سے نہیں دیکھا۔ درست ہے ——— اب تم یہ
بتاؤ کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو ——— مجھ سے محبت کر سکتی ہو۔

(چند لمحات خاموشی طاری رہے)

کشور :۔ بولو ——— کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو ——— کیا تم مجھ سے محبت کر
سکتی ہو۔

سوشیلا :۔ (وقفہ) نہیں ——— میں آپ سے محبت نہیں کرتی ——— میں آپ سے
محبت ——— نہیں میں اس کے متعلق اس وقت وثوق سے کچھ نہیں کہہ
سکتی۔ لیکن میرا خیال ہے میں آپ سے کبھی محبت نہیں کر سکوں گی۔ اس
لئے کہ آپ عورت سے کوسوں دور ہیں۔

کشور :۔ تم ٹھیک کہتی ہو ——— میں عورت سے اتنا ہی دور ہوں جتنا کہ مریخ ہمارے
اس کرۂ زمین سے دور ہے ——— لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں ——— تم
غور کرو تو یہ سارا قصور اس دوری کا ہے ——— میں ——— تم جانتی ہی ہو۔

میں ایک دولتمند آدمی ہوں —— چیزیں خریدنے کا عادی —— میں
نے صرف تمہارے منہ سے محبت محبت نہیں سنی۔ یہ لفظ میں اس سے پیشتر کبھی
مرتبہ سن چکا ہوں —— میں چاہتا ہوں کہ اس سے مجھے دلچسپی پیدا ہو جائے مگر...
..... افسوس یہ ہے کہ تم دولتمند نہیں ہو —— تم میری باتوں کا مطلب کیسے
سمجھو گی —— محبت (ہنس کر) —— یقیناً یہ کوئی دلچسپ چیز ہو گی مگر میں
صرف اتنا جانتا ہوں کہ یا تو کوئی چیز پسند کی جاتی ہے یا ناپسند —— میں تمہیں
پسند کرتا ہوں —— اس کے باوجود تمہیں پسند کرتا ہوں کہ تم مجھ سے محبت
نہیں کرتیں —— میرا مطلب یہ ہے کہ مجھے پسند نہیں کرتیں۔

سوشیلا: میں آپ کو پسند ضرور کرتی ہوں اس لئے نہیں کہ آپ مجھ سے محبت نہیں
کرتے بلکہ اس لئے کہ آپ اچھے آدمی ہیں —— آپ اگر محبت کرنا بھی چاہیں تو نہ کر
سکینگے —— اور میں —— اور میں —— ایسے نقطے پہ پہنچ چکی ہوں جہاں ایک
ایسا خطرناک موڑ آتا ہے کہ پچھلی زندگی کے تمام واقعات اوجھل ہو جاتے ہیں ——

کشور: میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا (ہنس کر) سوشیلا تمہاری باتیں سمجھنے کے لئے مجھے ضرور
کسی سے محبت کرنا پڑے گی —— اچھا بھلا یہ تو بتاؤ محبت کرنے کے لئے پہلے
کیا کچھ کرنا پڑتا ہے —— میرا مطلب ہے محبت میرے دل میں کس طریقے سے پیدا
ہو سکتی ہے —— کیا تم میرے اندر محبت پیدا کر سکتی ہو؟

سوشیلا: (روتے) کشور صاحب آپ نے بڑی سخت غلطی کی جو مجھے سجا بنا کر اس دنیا میں لے
گئے جو خواہشوں سے بھری ہوئی ہے —— میں اکیلی اچھی تھی —— اب مجھے
ہجوم سے ڈر لگتا ہے —— کشور صاحب میں تنہا رہنا چاہتی ہوں —— مجھے ڈر ہے

ــــ مجھے ڈر ہے ــــ اگر میرے گونگے جذبات احساس کی شدت سے بول
اُٹھے تو میرے کان بہرے ہو جائیں گے ۔ ــــ مجھے کوئی آواز سنائی نہ دے گی۔
ــــ آپ کی آواز بھی سنائی نہ دے گی۔

کشور :۔ (ہنستا ہے) تم دیوانی ہو ــــ (ہنستا ہے)

(دھیمے دھیمے سروں میں وائلن بجائی جائے۔ ذیل کا مکالمہ جب تک جاری رہے
اس کے عقب میں وائلن بجتی رہے)

موتی :۔ (سرگوشیوں میں) سوشیلا تم سچ مچ دیوانی ہو۔

سوشیلا :۔ نہیں تم نہیں سمجھتے موتی ــــ تمہاری باتیں ایسی ہیں کہ میں بہک جاتی
ہوں ــــ

موتی :۔ تم کتنی سندر ہو۔

(سانسوں کی آواز)

موتی :۔ چاند کی روشنی میں تمہاری گردن دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے میرا ہی کوئی
حسین خیال منجمد ہو گیا ہے ــــ

(سانسوں کی آواز)

موتی :۔ تمہارے سانس میرے سانسوں میں گھل مل رہے ہیں ــــ آج کی رات
کتنی پراسرار ہے۔

(سوشیلا تیزی سے سانس لیتی ہے)

موتی :۔ تم اس رات اسٹیج پر رقص کر رہی تھیں اور میں ایک کونے میں بیٹھا تمہاری لچک

کو اپنے دل میں جذب کر رہا تھا

سوشیلا:- (بے خود ہو کر، موتی (آواز بھینچ جاتی ہے) موتی۔ آؤ ——— یہاں سے
بھاگ جائیں ——— لیکن کہاں جائیں گے؛ ——— ٹھیرو ——— چلو ایسی جگہ چلیں
جو بڑی وسیع ہو ——— لیکن جس کی وسعتیں اُٹھا کر ہم جب چاہیں اپنے اندر چھپا سکیں۔

موتی:- چلو۔

سوشیلا:- چلو ——— مجھے ایسی جگہ لے چلو جہاں میں ایک بار کھل کر ناچ سکوں ———
جہاں میرے گھنگھروؤں کی تمام جھنجھناہٹیں نچوڑ دیں ——— جہاں میں حرکت
کی آخری حد کو پہنچ کر ساکت ہو جاؤں۔

موتی:- جہاں زندگی کے آغاز اور انجام کا کچھ پتا ہی نہ چلے۔

سوشیلا:- ہاں ایسی ہی جگہ ہو ——— (وقفہ) موتی ——— یہ دنیا بڑی سندر ہے

موتی:- آج رات کو دو بجے بالکنی کے نیچے میں تمہارا انتظار کروں گا ——— آج ہی
رات ہمیں یہاں سے بھاگ جانا چاہئے ———

سوشیلا:- دو بجے ———

(کلاک دو بجاتا ہے ——— ٹن ——— ٹن ——— آخری ٹن کی گونج تھوڑی دیر تک سنائی دے)

موتی:- (آواز دور سے آئے ——— سرگوشی کی صورت میں) سوشیلا ——— سوشیلا۔

(سوشیلا کے ٹہلنے کی آواز)

موتی:- سوشیلا ——— سوشیلا۔

سوشیلا:- آگیا ——— آگیا ——— اب میں کیا کروں ——— (وقفہ ... سرگوشیوں میں)

موتی ـــــ موتی۔

موتی:۔ سوشیلا ـــــ ہاں میں ہوں موتی ـــــ آؤ ـــــ جلدی نیچے چلی آؤ۔ سب سامان تیار ہے۔

سوشیلا:۔ آہستہ بولو ـــــ آہستہ بولو ـــــ دیکھو باہر کا دروازہ بند ہے۔ اب میں کیسے نیچے آؤں ـــــ بالکنی سے اتر آتی مگر میرے پاس کوئی رسی بھی تو نہیں ـــــ (دروازے پر دستک ہوتی ہے) . . . . یہ کون؟ ـــــ تم پرے ہٹ جاؤ موتی ـــــ

(وقفہ ـــــ پھر دروازہ کھولنے کی آواز)

سوشیلا:۔ (سخت گھبرا کر) . . . آپ ـــــ کشور صاحب آپ؟

کشور:۔ (ہنس کر) ارے ـــــ ابھی تک تم سوئی نہیں ـــــ میں سمجھا ـــــ کل تمہاری سالگرہ ہے ـــــ اسی خوشی میں نیند تو نہیں آتی ہوگی ـــــ نئے سال اور نئے قدم میں کوئی خاص فرق تو نہیں ہوتا ـــــ

سوشیلا:۔ میں ـــــ میں ـــــ ہاں سالگرہ ـــــ بیٹھئے ـــــ میں ـــــ میں

کشور:۔ تمہارے لئے آج میں نے ایک تحفہ خریدا تھا ـــــ یہ لو ـــــ ساڑھی ہے، امید ہے تم پسند کرو گی ـــــ ٹھیرو۔ میں تمہیں کھول کر دکھاتا ہوں ـــــ ساڑھیاں کھولنے کا یہ طریقہ مجھے کبھی نہ آئیگا ـــــ دیکھو تو رسا بنا دیا ہے۔

سوشیلا:۔ رسا؟

کشور:۔ صبح تمہیں ایسے کئی تحفے ملیں گے ـــــ میں چاہتا تھا کہ سالگرہ پر سب سے پہلا تحفہ تم میری طرف سے قبول کرو۔

سوشیلا:۔ ش ـــــ ش ـــــ شکریہ۔

کشور:۔ اچھا اب میں جاتا ہوں ـــــ تم سو جاؤ اور اچھے اچھے خواب دیکھو ـــــ یہ ساڑھی سنبھال لو ـــــ مجھے امید ہے تم اسے پسند کرو گی (جمائی لیتا ہے) ابھی مجھے تو سخت نیند آرہی ہے ـــــ میں چلا۔

(وقفہ ـــــ پھر دروازہ بند کرنے کی آواز)

(کپڑوں کی تیز سرسراہٹ)

سوشیلا:۔ (بھینچے ہوئے لہجے میں) . . . موتی . . . موتی۔

موتی:۔ کیا ہے ـــــ تم کہاں چلی گئی تھیں ـــــ نیچے اترنے کے لئے کوئی سامان پیدا کیا؟

سوشیلا:۔ نہیں تو ـــــ موتی اب میں ایک منٹ نہیں ٹھیرنا چاہتی تم ـــــ ٹھیرو ایک چیز مل گئی ـــــ میرے پاس ساڑھی ہے ـــــ اس جنگلے سے باندھ کر نیچے اتر آؤں گی ـــــ تم یہاں ٹھیرو ـــــ

(وقفہ)

سوشیلا:۔ یہاں باندھ دیتی ہوں۔

موتی:۔ مضبوطی سے ـــــ سنبھل کے ـــــ سنبھل کے ـــــ ابھی نہیں ـــــ ابھی نہیں ـــــ بس اب ٹھیک ہے ـــــ کود جاؤ۔

(کودنے کی آواز)

سوشیلا:۔ (مرحلہ طے کر لینے کے بعد) اُف ـــــ اب چلو ـــــ تمہاری موٹر کہاں ہے (وقفہ ـــــ پھر موٹر چلنے کی آواز)

(کشور ہنستا ہے)

کشور:- چلی گئی ——— اور ساز بھی کام آہی گئی ——— چلو بھئی اب سوتے ہیں۔
سخت نیند آرہی ہے ——— (جمائی لیتا ہے)

(ناچ کی گت شروع ہو ——— پہلے بالکل دھیمی ہو پھر آہستہ آہستہ بہت تیز ہو جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ سوشیلا کے ناچنے کی آواز بھی آئے۔ پھر آہستہ آہستہ لے دھیمی ہو جائے اور موسیقی اور ناچ کی آواز عقب میں چلی جائے ——— ذیل کا مکالمہ اس پر سپر امپوز کیا جائے)

موتی:- ایسا معلوم ہوتا ہے آسمان سے گھنگھروؤں کی بارش ہو رہی ہے ——— کتنے سہانے دن ہیں اور کیسی پیاری راتیں ہیں۔

سوشیلا:- میں خوش ہوں ——— میں بہت خوش ہوں ——— ان کھلی کھلی فضاؤں میں ایسا معلوم ہوتا ہے میں پھیلتی جا رہی ہوں ——— موتی میں یہ چاند اٹھا کر اپنے سر کے نیچے تکیہ بنا کر رکھ لوں۔

موتی:- میرے بازو پر سر رکھ کر سو جاؤ ——— یہ چاند سے زیادہ آرام دہ ہوگا۔

سوشیلا:- میری نیندیں ——— کہاں گئیں میری نیندیں؟

موتی:- سو جاؤ ——— سو جاؤ . . . . .

(دھیمے دھیمے سروں میں ایک دھن شروع ہو جس میں ذیل کا گیت موتی گائے)

گیت:- . . . . تاروں سے البیلی پریاں چھم چھم کرتی آئیں
میٹھی میٹھی لوری دے کر من تیرا بہلائیں

مُوندی پلکوں پر آکاش کی خوشبوئیں برسائیں
بیتی باتیں ہلکے پھلکے سپنے سے بن جائیں

نیندیں سندرتا کا گہنا
سُورگ ہے نیند نگر میں بسنا

کرنوں کی سیڑھی سے اتریں ٹم ٹم کرتے تارے
پُھولے پھلے تک مُسے بھرے ناچیں ہر کے دوارے
من ساگر میں ڈبکی ماریں سپنے پیارے پیارے
چھٹ جائیں سب غم کے بادل کٹ جائیں دکھ سارے

سوشیلا اور موتی :-

نیندیں سندرتا کا گہنا
سُورگ ہے نیند نگر میں رہنا

سوشیلا :- (ایک دم) نہیں — نہیں — میں نہیں سونا چاہتی — میں نہیں سو سکتی — میں جاگتی رہوں گی

(ناچ کی گت شروع ہو — رقص کا ایک تیز سا چکر شروع ہو — چند لمحات کی تیز گردشوں کے بعد ایک دم ارکسٹرا بند ہو جائے اور ایسا معلوم ہو کہ بہت سے گھنگھرو فرش پر بکھر گئے ہیں — اس کے بعد ایک دم خاموشی طاری ہو جائے،

موتی :- (گھبرائے ہوئے انداز میں) گھر سے تار آیا ہے کہ جلدی پہنچو — مجھے ابھی ابھی جانا ہوگا — تمہیں یہاں اکیلی چھوڑ کر میں جا رہا ہوں — میں —

(غم افزا موسیقی کا ٹکڑا ــــــ ذیل کا مکالمہ اس پر سپر امپوز کیا جائے)

سوشیلا: تشریف رکھئے ــــــ میرا ہی نام سوشیلا ہے۔

چپلا: تار میں نے بھیجا تھا ــــــ اس لئے کہ میں تم سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی تھی ــــــ (جذبات کی شدت کے ساتھ) تم خوبصورت ہو۔

سوشیلا: آپ کی نگاہیں خوبصورت ہیں ــــــ بیٹھ جائیے۔ آپ تھکی تھکی معلوم ہوتی ہیں۔

چپلا: میں اس گھر میں نہیں بیٹھوں گی جہاں دوسرے گھروں کو تباہ کرنے والی عورت رہتی ہے۔

سوشیلا: میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔

چپلا: تو مجھے صاف لفظوں میں کہنا پڑے گا کہ میں اس آدمی کی منگیتر ہوں جس کو تم قریب قریب تباہ کر چکی ہو ــــــ میری جرأت کی شاید تم داد نہ دے سکو۔ میں رسم و رواج کے تمام بندھن توڑ کر یہاں تمہارے پاس پہنچی ہوں ــــــ مجھے میرا منگیتر واپس دے دو ــــــ مجھے تم سے نفرت ہے۔ اس لئے کہ تم ڈسنے والی ناگن ہو۔ مگر میں ــــــ میں ــــــ تم جانتی ہو تمہاری وجہ سے ایک صرف میں تباہی کے غار میں نہیں گروں گی۔ بلکہ وہ بھی برباد ہو جائیگا ــــــ اس کا باپ اس کو عاق کرنے والا ہے۔

سوشیلا: اس میں میرا قصور؟ ــــــ میں اس کے باپ سے جائداد نہیں مانگتی ــــــ میں کسی سے کچھ بھی نہیں مانگتی ــــــ اس کے ملنے کے بعد میں اور کس چیز کی خواہش کر سکتی ہوں۔

چپلا :۔ تم بہت خود غرض ہو۔

سوشیلا :۔ ہر آدمی خود غرض ہوتا ہے۔ کیا آپ نہیں ہیں —— اچھا بھلا یہ تو بتایئے کیا آپ کو موتی سے محبت ہے؟

چپلا :۔ (خاموش رہتی ہے)

سوشیلا :۔ کیا آپ کو موتی سے محبت ہے؟

چپلا :۔ یہ —— یہ کیسا بے ڈھب سوال ہے —— میں اس سے محبت کروں گی —— مجھے اس سے محبت کرنی پڑے گی اس لئے کہ وہ میرا ہونے والا پتی ہے۔ وہ مجھے عزیز نہ ہوتا تو میں یہاں تمہارے پاس کیوں آتی۔

سوشیلا :۔ (ہنستی ہے) آپ کو ابھی اس سے محبت پیدا ہوگی۔ مگر میں تو اس سے محبت کر رہی ہوں —— کس کا حق اس پر زیادہ ہوا —— آپ کا یا میرا؟

چپلا :۔ مجھے زیادہ باتیں بنانا نہیں آتیں —— میں نے سچی سچی بات تم سے کہہ دی ہے —— یہ مجھے معلوم ہی تھا کہ تم میرے جذبات کی قدر نہ کرو گی —— سچ ہے ایک ناچنے گانے والی عورت . . . . .

سوشیلا :۔ (بات کاٹ کر) یہ فرمایئے آپ چاہتی کیا ہیں؟

چپلا :۔ (دردناک ترنم کر دیتی ہے) . . . . میں کچھ نہیں چاہتی —— تم اپنی ہٹ سے باز نہ آؤ گی تو وہ تباہ ہو جائے گا —— اور —— اور —— میں برباد ہو جاؤں گی۔

سوشیلا :۔ میرے متعلق بھی آپ نے کچھ سوچا۔

چپلا :۔ میں —— میں تمہارے متعلق کیا سوچ سکتی ہوں —— تم مجھ سے بہتر اپنے متعلق سوچ سکتی ہو —— تم نے دنیا دیکھی ہے —— میں نے تو آج پہلی مرتبہ گھر سے باہر

(قدم نکالا ہے، رو رہی ہے)

سوشیلا:- روئیے نہیں ۔۔۔ مجھے آپ سے ہمدردی ہے ۔۔۔ جانیے میں نے آپ کا ہونے والا موتی آپ کو دے دیا ۔۔۔ (غمگین ہنسی کے ساتھ) میں اس کو آپ کی اور اس کی اپنی بہتری کے لیے چھوڑتی ہوں۔ مگر میں اس کی محبت اپنے دل سے نہیں نکال سکوں گی ۔۔۔ کاش ۔۔۔ میں آپ کے لئے یہی کرسکتی ۔۔۔ میری دعا ہے کہ آپ اس سے محبت کرسکیں ۔۔۔ موتی تو محبت کرنے میں ماہر ہے۔۔۔۔۔۔

(جھانجھ کی آواز)

کشور:- (جھنجھلا کر) یہ محبت محبت کی رٹ تم نے کیا لگا رکھی ہے ۔۔۔ میں تم سے ہزار مرتبہ کہہ چکا ہوں سوشیلا سے مجھے محبت نہیں ہے ۔۔۔ نہیں ہے نہیں ہے (وقفہ) مجھے اس کی غیر حاضری ضرور محسوس ہوتی ہے اس لئے کہ میں انسان ہوں پتھر نہیں ہوں ۔۔۔ اس کمرے میں جب اس کی بکھری ہوئی چیزیں دیکھتا ہوں تو مجھے اس کی یاد ضرور ستاتی ہے اس لئے کہ دو ڈھائی برس تک میں اس دلچسپ عورت کو متواتر دیکھتا رہا ہوں ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ آج میں نے اس کی تمام چیزیں آگ میں جھونک دینے کا ارادہ کرلیا ہے ۔۔۔ آہستہ آہستہ اس کی یاد ضرور محو ہو جائے گی۔

مدن:- تم بھی عجیب انسان ہو ۔۔۔ تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی ۔۔۔ محبت نہیں کرتے ہو اور کرتے بھی ہو ۔۔۔ اب میں تمہارا نیا فلسفہ سن رہا ہوں۔

لگاؤ آگ ان چیزوں کو ـــــ چلو ـــــ جھونک دو ان کو انگیٹھی میں ـــــ کچھ دیر یہ بھی تماشا رہے ـــــ

کشور :۔ لو (چیزیں آگ میں پھینکنے کی آواز) ـــــ پرلو اور (آواز)

مدن :۔ اور یہ جناب نے مداریوں کی طرح سوشیلا کا ریشمی رومال اپنے کوٹ کی آستین میں کیوں چھپا لیا ہے ـــــ ؟

کشور :۔ (لاجواب ہو کر) کون ـــــ کون کہتا ہے ـــــ رومال ـــــ آستین ـــــ تم ـــــ تم جھوٹ کہتے ہو۔

مدن :۔ (ہنستا ہے) میں جھوٹ کہہ سکتا ہوں مگر تمہاری گھبراہٹ جھوٹ نہیں بولتی۔

کشور :۔ میں نے ـــــ میں نے اگر اس کا رومال اپنی آستین میں رکھ لیا ہے تو کیا برا کیا ہے ـــــ مجھے کیا اس کے ایک چھوٹے سے رومال پر بھی حق نہیں ـــــ یہ رومال میرا اپنا ہی تو ہے ـــــ (وقفہ) تم یہاں بیٹھو ـــــ میں ذرا باغ میں ہو آؤں ـــــ (وقفہ ...... پھر دروازہ کھلنے کی آواز)

کشور :۔ (ایک دم حیرت زدہ ہو کر) ـــــ سوشیلا ـــــ تم آگئیں ـــــ

سوشیلا :۔ (افسردگی آمیز متانت سے) ہاں آگئی ـــــ بے کھٹکے اندر چلی آئی ـــــ اس لئے کہ آپ مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ مجھے صرف پسند کرتے ہیں ـــــ

کشور :۔ (پھر پہلی سی شان کے ساتھ) چھوڑو ان باتوں کو ـــــ مجھے معلوم تھا تم ضرور واپس آؤ گی ـــــ یہ دنیا بہت چھوٹی ہے سوشیلا ـــــ مدن دیکھا میں نے تم سے کیا کہا تھا ـــــ سوشیلا آگئی ـــــ سوشیلا تم کدھر کھو رہی ہو

تمہاری یہ چیزیں پرانی ہو گئی تھیں ــــ میں نے انگیٹھی میں ڈال دیں ــــ
اب نئی خریدیں گے ــــ من تم بیوقوفوں کی طرح میری طرف کیا دیکھ رہے
ہو ــــ (ناچ کی گت شروع ہو) . . . . سوشیلا اب پھر وہی دلچسپیاں رہیں گی۔

(رقص کا ٹکڑہ ــــ ہجوم اور تالیوں کا شور ــــ چند لمحات کے بعد یہ ختم ہو
جاتے)

سوشیلا: فرمائیے ــــ مجھ سے ملنے کی آپ نے کیوں تکلیف کی؟

موتی: (غصہ دبا کر) جیسے تم مجھے جانتی ہی نہیں ــــ میں تمہارے لئے بالکل
اجنبی ہوں ــــ دیکھو سوشیلا ــــ میں زیادہ گفتگو نہیں کرنا چاہتا ــــ
میں تم سے صرف ایک بات پوچھنے آیا ہوں۔

سوشیلا: پوچھئے۔

موتی: تم مجھے چھوڑ کر کیوں چلی آئیں ــــ تم نے میری واپسی کا انتظار کیوں نہ کیا؟

سوشیلا: (روحانی تکلیف محسوس کرتے ہوئے) اس لئے کہ کشور تمہارے مقابلے
میں کہیں دولت مند ہے ــــ تمہارے پاس کچھ بھی نہیں تھا ــــ تم اپنے باپ
کے رحم و کرم پر تھے

موتی: (حیرت زدہ ہو کر) تم ــــ تم ــــ تم میری ہتک کر رہی ہو ــــ
میں ــــ میں ــــ

سوشیلا: اب آپ تشریف لے جائیے ــــ میرے اور ملاقاتی بھی ہیں۔

(دروازہ کھلنے کی آواز)

کشور: سوشیلا چہرے سے پیپنٹ دینٹ اتار دیا ــــ یہ ــــ یہ ــــ

سوشیلا: یہ مسٹر موتی لال ہیں ــــ میں آپ کا تعارف کرانا بھول گئی ــــ مسٹر موتی کشور صاحب سے ملئے ــــ کشور صاحب یہ مسٹر موتی ہیں۔ آپ نے اخبار میں ان کے پتا کی مرتیو کی خبر پڑھی ہوگی۔

کشور: دل کی حرکت بند ہوگئی تھی شاید

موتی: (جھنجلا کر) ــــ میرا دل کافی مضبوط ہے کشور صاحب۔ آپ مطمئن رہیں ــــ

سوشیلا ــــ یہی صاحب ہیں جن کے پاس دولت کے انبار لگے ہیں ــــ آپ اچھے خاصے کارٹون معلوم ہوتے ہیں (وقفہ ــــ پھر زور سے دروازہ بند کرنے کی آواز)

کشور: (زور سے ہنستا ہے) . . . آدمی دلچسپ ہے۔

سوشیلا: (افسردہ ہنسی) ہاں ــــ کچھ دلچسپ ہے ــــ چلئے ــــ میں بہت تھک گئی ہوں۔

(دروازہ کھلنے کی آواز ــــ وقفہ ــــ پھر موٹر اسٹارٹ ہوتی ہے ــــ چلتی ہے ــــ فیڈ آؤٹ)

موتی: میرے پاس کافی روپیہ ہے ــــ تم بینکر ہو ــــ میں یہ چاہتا ہوں کہ اس کشور کی ساری بزنس تباہ ہو جائے ــــ جگہ جگہ اس کے مقابلے میں دفتر قائم کئے جائیں۔ کوشش کی جائے کہ مارکیٹ پر ہمارا قبضہ ہو جائے ــــ سمجھے ــــ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ جوا ہے لیکن میں اسے کھیل جانا چاہتا ہوں ــــ

: میں تباہ ہو جاؤں گا یا اس کو تباہ کر دوں گا۔

ایک آدمی :- میں سمجھ گیا ـــــ آپ کے حکم کی تعمیل بہت جلد ہو جائے گی میں نے اس کام کے لئے بہت سے ماہر اکٹھے کر لئے ہیں۔

موتی :- یہ سب اچانک حملے کی صورت میں ہو ـــــ اس طرح کہ وہ بوکھلا جائے ـــــ سمجھے ـــــ بس چند دنوں ہی میں اس کھیل کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے۔

(ہجوم کا شور جیسا کہ عام طور پر سٹہ کھیلنے والی جگہوں میں ہوتا ہے ـــــ اس شور پر ذیل کے فقرے سپر امپوز کئے جائیں۔)

الف :- بازار بڑا تیز ہو رہا ہے۔

ب :- یہ کون ہے جو دھڑا دھڑ شیئر خرید رہا ہے۔

ج :- اگر کچھ روز تیزی کا یہی حال رہا تو اندھیر مچ جائے گا

د :- یہ ہے کون جس نے مارکیٹ میں ہلڑ مچا دیا ہے۔

موتی :- (قہقہہ بلند کرتا ہے) خریدے جاؤ ـــــ خریدے جاؤ۔

کشور :- خریدے جاؤ ـــــ خریدے جاؤ ـــــ لیکن پتا لو کہ ہمارے مقابلے میں کون آدمی ہے۔

(وقفہ ـــــ شور برابر جاری ہے)

الف :- اب اس نے شیئر بیچنے شروع کر دیئے ہیں۔

ب :- بہت آہستہ آہستہ بیچ رہا ہے

(شور بند ہو جاتا ہے ـــــ اس کے بعد ٹیلی فون کی گھنٹی کی آواز)

سوشیلا:- آپ بیٹھئے —— میں دیکھتی ہوں کون ہے (ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

(وقفہ —— ٹیلی فون کا چونگا اٹھانے کی آواز) ہلو —— ہلو ——

ٹیلی فون کرنے والا:- (آواز ٹیلی فون میں سے آتی معلوم ہو) کشور صاحب ہیں۔

سوشیلا:- فرمائیے۔

ٹیلی فون کرنے والا:- (گھبرائی ہوئی آواز میں) دیکھئے —— کشور صاحب اگر نہیں ہیں تو میرا یہ پیغام فوراً اُن تک پہنچا دیجئے —— اچھی طرح نوٹ کر لیجئے گا —— ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے مقابلے میں آنے والا موتی ہے —— موتی لال سیٹھ گوبند پرشاد جوہری کا لڑکا —— اس نے اپنے نئے شیئر آہستہ آہستہ بیچنے شروع کر دئیے ہیں —— کشور صاحب اگر چاہیں تو یہ موقع ہے کہ اسے چٹکیوں میں برباد کیا جا سکتا ہے —— لیکن اگر ذرا سی غفلت ہو گئی تو یاد رہے کشور صاحب کو بہت بھاری نقصان اٹھانا پڑے گا —— میں ان کے حکم کا منتظر رہوں گا —— آپ جلدی ان کو میرا یہ پیغام سنا دیجئے۔

سوشیلا:- بہت بہتر —— (ٹیلی فون کا چونگا رکھنے کی آواز)

(وقفہ)

کشور:- کون تھا؟

سوشیلا:- میری ایک سہیلی تھی —— چائے کی دعوت دے رہی تھی —— میں نے منظور نہیں کی اس لئے کہ آج میرا باہر گھومنے کو جی چاہتا ہے —— چلئے ذرا باغ کی سیر کر آئیں۔

کشور:- چلو —— مگر جلدی واپس آ جائیں گے اس لئے کہ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں۔

(فیڈ ان ——— موٹر کی آواز ——— فیڈ اپ)

(ٹیلی فون کی گھنٹیوں کا شور ——— بیشمار گھنٹیاں بج رہی ہوں ——— ان آوازوں کے بیچ بیچ میں "ہلو ——— ہلو ——— ہلو کشور صاحب ——— ہلو ——— ہلو ———" کی آواز آتی ہے)

(موٹر کے چلنے کی آواز ——— ذیل کا مکالمہ اس پر سپر امپوز کیا جائے)

سوشیلا: جی چاہتا ہے آج یوں ہی موٹر چلتی رہے ——— درخت پیچھے بھاگے چلے جا رہے ہیں جیسے بیتی ہوئی گھڑیاں ——— زمانہ اس موٹر سے زیادہ تیز چلنے والا ہے۔

کشور: آج تم فلسفہ چھانٹ رہی ہو۔

سوشیلا: انسان جس کا دنیا میں کوئی مقصد نہ رہے فلسفی ہو جاتا ہے۔

کشور: (ہنس کر) یہ آج تم کیا بہکی بہکی باتیں کر رہی ہو۔

سوشیلا: انسان جس نے اپنے خیال کے مطابق کوئی اچھا کام کیا ہو اکثر بہک جایا کرتا ہے۔

کشور: تم نے کوئی اچھا کام کر دیا

سوشیلا: جی ہاں ——— بڑا اچھا کام کیا ہے۔

کشور: کیا؟

سوشیلا: ٹیلی فون آیا تھا کہ دولت کے کھیل میں آپ کا مقابلہ موتی سے ہے ——— اس ناری سے ——— میں نے اس پر ترس کھا کر آپ کو دولت نہ بتائی جس کے باعث

اب آپ کو ٹکڑوں کا نقصان اٹھانا پڑے گا۔

کشور :۔ (حیرت زدہ ہو کر) کیا کہہ رہی ہو تم؟ ——— وہ ——— وہ ——— وہ ٹیلیفون میرے نام آیا تھا ——— اور وہ آدمی موتی تھا۔

سوشیلا :۔ جی ہاں۔ موتی ——— یاد ہے ایک بار آپ نے کہا تھا ——— عورت اور تپائی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ تپائی پر سے اگر کپڑا سرک جائے تو بڑے بڑے قیمتی پھولدان گر کر چکنا چور ہو جایا کرتے ہیں

کشور :۔ تم مجھ سے پہیلیاں نہ بجھواؤ۔

سوشیلا :۔ (افسردہ ہنسی کے ساتھ) عورت آپ کی نگاہوں میں تپائی ہو گی مگر یقین جانیئے وہ قدرت کی سب سے بڑی پہیلی ہے ——— میں نے اس کو بچا لیا۔ اور آپ کو تباہ کر دیا ——— بھلا پوچھئے تو کیوں۔

کشور :۔ کیوں؟

سوشیلا :۔ اس لئے کہ مجھے اس سے محبت تھی ——— اور میں ——— اور میں ——— میں نہیں ——— آپ ——— آپ مجھے صرف پسند کرتے تھے ——— عورتیں عقلمندی کی حد تک احمق ہوتی ہیں ——— آپکا کیا خیال ہے۔

کشور :۔ باریک ریشمی ساڑھیاں اور عورتیں ہمیشہ میری عقل سے بالاتر رہی ہیں تمہیں اس سے محبت تھی تو پھر اسے چھوڑ کیوں آئیں۔

سوشیلا :۔ عورتوں کو یہ بھی شوق ہوتا ہے کہ وہ اپنی ساڑھیاں دوسروں کو تحفے کے طور پر دے دیں ——— دوسروں کے جسم پر اپنے دیئے ہوئے کپڑے دیکھ کر بھی وہ لذت حاصل کر لیتی ہیں ——— میں نے اپنی محبت اٹھا کر کسی اور کو پہنا دی اور خوش

ہوگئی — میرا خیال ہے میرا تحفہ لیکر اس کو محبت کرنے کا سلیقہ آگیا ہوگا۔

کشور:۔ ایک تحفہ تم نے مجھے بھی دیا ہے۔

سوشیلا:۔ میں بھول گئی ہوں — کون سا تحفہ؟

کشور:۔ (ہنس کر) کتنی زود فراموش ہو — اپنے اس اناڑی دوست کو اتنی جلدی بھول گئیں۔ اس پر تم نے جو احسان کیا ہے میں نے تحفے کے طور پر قبول کرلیا ہے — رسید چاہیئے۔

سوشیلا:۔ میں کچھ اور ہی سوچ رہی ہوں — ایسا معلوم ہوتا ہے میں نے پھر نئے سرے سے اپنا سفر شروع کیا ہے — وہی گاڑی ہے — وہی پلیٹ فارم ہے.....

(موٹر کی آواز۔ ریل گاڑی کی آواز میں تحلیل ہو جائے — انجن کی شائیں شائیں — سیٹی کی آواز — انجن کی چیخ — پھر گاڑی چلنے کی آواز — آہستہ آہستہ یہ آواز دھیمی ہو جائے)

کشور:۔ میں سمجھتا ہوں آپ کسی کا انتظار کر رہی ہیں۔

سوشیلا:۔ (چونک کر) موہن تم (پھر فوراً ہی ناامید ہو کر) نہیں موہن کہاں۔

کشور:۔ میں سمجھتا ہوں آپ کو کسی کا انتظار ہے۔

سوشیلا:۔ (گھٹی گھٹی آواز میں)... جی نہیں — میں اکیلی ہوں۔

کشور:۔ (مسکرا کر) آپ اکیلی نہیں ہیں۔

(موٹر کی آواز پھر عود کر آئے — چند لمحات کے بعد یہ آواز آہستہ آہستہ دھیمی کر دی جائے)

جرنلسٹ

(بہت سے لڑکے پہاڑے یاد کر رہے ہیں ـــــ ایک شور مچا ہے ـــــ بیچ بیچ میں میز پر بید پڑنے کی آواز بھی آتی ہے ـــــ آہستہ آہستہ یہ شور فیڈ ہو جائے)

عبدالباری :۔ ..... کیا واہیات پن ہے ـــــ یہ سوائے، ڈیوڑھے، ڈھائے، اونچے پونچے اور ڈھونچے کے پہاڑے کیا بکواس ہے ـــــ ایک ڈھایا ڈھایا دو ڈھایا پانچ ـــــ یعنی اگر کسی کو یہ معلوم نہیں ہوگا تو بہت بڑی آفت آ جائے گی ـــــ اور میری بیوقوفی ملاحظہ ہو کہ پانچ کم سو لڑکوں کو چھڑی کے زور سے یہ بکواس یاد کراتا رہتا ہوں۔ گویا اس کے بغیر ذہنی ترقی ہو ہی نہیں سکتی ـــــ (ہنستا ہے) اسکول ماسٹر بھی عجیب چیز ہوتے ہیں ـــــ یہاں اس اسکول میں پانچ کم سو لڑکوں کا میں زبردستی باپ بنا بیٹھا ہوں۔ ان کو سکھاتا ہوں۔ دیکھو خشکی کے اس ٹکڑے کو جس کے چاروں طرف پانی ہو ٹاپو کہتے ہیں اور آبنائے پانی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جو خشکی

کے دو ٹکڑوں کو آپس میں بانٹے ـــــ اور یہیں سے کہیں سمجھتا ہوں ان کے
مستقبل کی تمام بہاریں بھکاریوں نے اپنے کاندھوں پر دھر لی ہیں ـــــ
سال کے تین سو پینسٹھ دن جن میں سے ڈیڑھ مہینہ گرمیوں کی چھٹیوں کا نکل جاتا
ہے میں ان کی بہتری سوچتا رہتا ہوں ـــــ ان بچوں کی بہتری جو سال کے
بعد میری آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے ہیں ـــــ تختیاں، کتابیں، سلیٹیں، سلیٹوں کی
گندی پنسلیں اور رنگ برنگی پنسلوں کے چھلکے رہ جاتے ہیں اور وہ دنیا کی وسعت میں جانے کہاں
غائب ہو جاتے ہیں ـــــ (اور یہ چاروں طرف دیکھتا ہے) ۔۔۔ شمال میں بھنگیوں کا
تکیہ ـــــ جنوب میں پہلوانوں کا اکھاڑہ ـــــ مشرق میں گندہ نالا اور مغرب میں
ہیڈ ماسٹر صاحب کا گھر ـــــ (دیکھتا ہے) یہ چاروں طرف بھی خوب ہے ـــــ لعنت
ہے اپنے پیشے پر ـــــ اگر اپنے خیالات کا پرچار ہی کرنا ہے۔ دوسروں کو سبق
ہی دینا ہے تو کیوں نہ جرنلزم اختیار کی جائے ـــــ آج جو کچھ لکھا کل چھپ کر
سامنے آگیا ـــــ ہر شخص کے ہاتھ میں اخبار موجود ہے ـــــ واللہ کتنی سنسنی پھیلانے
والی چیز ہے ـــــ اور پھر رعب اور وقار الگ ـــــ (وقفہ) ۔۔۔۔۔ میں اس
شہر سے بھی تنگ آگیا ہوں ـــــ کسی بازار میں جاؤ سامنے گھنٹہ گھر نظر آئے گا۔
جانے اس میں کیا خوبصورتی دیکھی گئی ہے کہ ہر بازار گھنٹہ گھر کا رخ کرے ـــــ شہر اور
اسکول دونوں کو سلام ۔۔۔۔۔۔

(ریل کی گڑگڑاہٹ ـــــ چند لمحات کے بعد یہ گڑگڑاہٹ پرنٹنگ پریس
کی آواز میں تبدیل کر دی جائے)

نوٹ :- پرنٹنگ پریس کی آواز عقب میں چلی جائے ——— یعنی بالکل دھیمی ہو جائے
اس پر ڈیل کا مکالمہ سپر امپوز کیا جائے)

اخبار کا مالک :- مجھے ایک عرصے سے اچھے ایڈیٹر کی تلاش تھی جو میرے اخبار کو
کامیابی کے ساتھ چلا سکے ——— یہ میری خوش قسمتی ہے کہ بیٹھے بٹھائے مجھے آپ
جیسا محنتی اور لائق آدمی مل گیا ——— آپ کے کام سے میں بے حد مطمئن ہوں۔

باری :- آپ کی قدر افزائی کا بہت بہت شکریہ ——— دراصل مجھے صحافت سے
بہت دلچسپی ہے ——— دو قدم اب کہ آپ نے میرا کام دیکھ لیا ہے۔ خواہ وہ کیسا ہو
جائے تو ......

اخبار کا مالک :- آپ اس کے متعلق فکر نہ کریں ...... ہوٹل میں آپ کے کھانے
پینے کا بندوبست میں نے کروا دیا ہے ——— ... ضروریات کے لئے جب بھی
آپ کو روپے کی ضرورت ہو آپ بلا تکلف مجھ سے لے سکتے ہیں ——— آپ
مطمئن رہیں۔

باری :- جی مجھے اطمینان ہے۔

(پرنٹنگ پریس کی گڑگڑاہٹ عقب میں سے نکل کر اوپر آجائے اور بلند ہو جائے
چند لمحات تک یہ شور جاری رہے۔ اس پر ڈیل کے ٹکڑے ایک ہجوم کی صورت میں
سپر امپوز کئے جائیں)

۱- ایک نجومی کی پیشین گوئی - سن انیس سو چھتیس میں کئی بھونچال آئیں گے۔

۲۔ہندوستان کی صنعتی ترقی کے امکانات۔
۳۔لیگ آف نیشنز کے اجلاس میں گرما گرم بحثیں۔
۴۔ہندوستان کو پروشل ۹۱ لازمی اپریل میں مل جائے گی۔
۵۔شہر میں صفائی کے انتظامات
۶۔شمالی ہندوستان میں طوفان باد و باراں۔
۱۔اسمبلی کے اجلاس میں روزنامہ خلق کی تنقیدوں کا تذکرہ۔
۲۔یورپ کے آسمانوں پر جنگ کے مہیب بادل۔
۳۔ہندوستان کیا چاہتا ہے۔
۴۔روس میں چھتری باز فوج تیار کی جا رہی ہے۔
۵۔جرمنی کی جنگی تیاریاں ——— معاہدۂ رسائی کی خلاف ورزی۔
۶۔سن انیس سو اڑتیس کی آمد آمد ——— یورپ پر نئی آفتوں کا نزول۔

نوٹ:۔ پرنٹنگ پریس کی آواز فوراً بند ہو جائے اور ذیل کا مکالمہ ایک دم شروع ہو

کاتب:۔ باری صاحب یہ آپ کی سلپ تو ختم ہو گئی اور لائیے۔

باری:۔ (لکھتے ہوئے) مقام تاسف ہے کہ ابھی تک ملک کی ان ضروریات پر غور نہیں کیا گیا ——— (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) لو بھئی یہ دوسری سلپ لو۔

دوسرا کاتب:۔ (آواز دور سے آتی ہے) . . . . . اجی مولانا پہلے صفحے کی سرخیاں تو بنا دیجئے۔ ایک گھنٹے سے بیکار بیٹھا ہوں۔

باری:۔ بھئی مجھے یہ لیڈر تو مکمل کر لینے دو ——— اچھا تم ابھی یہ چار کالمی سرخی لکھو

دوسرا کاتب :- فرمائیے۔

باری :- یورپ کے سیاسی اسٹیج پر جرمنی کے نازی مداری کا حیرت انگیز کھیل۔

(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

باری :- (چونگا اٹھانے کی آواز)۔۔۔۔ فرمائیے — میں ہی "خلق" کا اڈیٹر ہوں —

جی ہاں۔ آپ کا مراسلہ مل گیا تھا — مجھے یاد ہے۔ آپ نے میونسپل کمیٹی کے نل

کے بارے میں چند شکایات پیش کی تھیں — چھپ جائے گا — آپ مطمئن رہیں

بہت جلد آپ کا یہ مراسلہ چھاپ دیا جائیگا — آداب عرض

چپراسی :- یہ لیجئے — خبریں آگئیں۔

تیسرا کاتب :- باری صاحب بس اب جلدی جلدی ان خبروں کا ترجمہ ہو جائے۔

مینجر :- باری صاحب۔ ابھی تک پریس میں کاپی کیوں نہیں گئی۔

باری :- کون سی کاپی۔

مینجر :- تیسری کاپی — چار بجے تک یہ پریس میں پہنچ جانی چاہیے تھی۔

باری :- بالکل تیار ہے۔ صرف اس کو جوڑنا باقی رہ گیا ہے

مینجر :- تو جلدی سے پہلے اس کو جوڑ دیجئے — آج کاپی جوڑنے والا نہیں آیا۔

باری :- بہت اچھا۔ میں ابھی جوڑے دیتا ہوں۔

(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)

باری :- (ٹیلی فون کا چونگا اٹھا کر) بھئی میں اس ٹیلی فون سے تنگ آگیا ہوں —

مجھے اپنا میز اندر لے جانا پڑے گا۔

باری :- ہلو — روزنامہ خلق — جی ہاں — نہیں، نہیں میں نے آپ سے نہیں

کہا ——— میز کی بات میں دفتر میں کسی اور سے کر رہا تھا ——— فرمائیے۔

کاتب:۔ باری صاحب یہ کیا لکھا ہے۔

باری:۔ جہنم سے ——— بول رہا ہوں جناب۔

(وقفہ)

باری:۔ معاف فرمائیے گا ——— میں ——— میں کاتب کو مضمون بتا رہا تھا یعنی کاتب
سے کہہ رہا تھا ——— ہاں بھئی علی محمد ——— یہ جہنم سے ہے ——— ہاں تو فرمائیے
——— روزنامہ خلق ہی ہے ——— فرمائیے

(وقفہ)

باری:۔ آپ ملنا چاہتے ہیں تو دفتر میں تشریف لے آئیے ——— ٹیلی فون پر کیسے
ملاقات ہو سکتی ہے۔

(وقفہ)

باری:۔ بڑے شوق سے بات کیجئے ——— میں ہی خلق کا ایڈیٹر ہوں۔

(وقفہ)

باری:۔ تسلیمات عرض ہے ——— فرمائیے۔

(وقفہ)

باری:۔ جی نہیں۔ اس میں تکلیف کی کیا بات ہے ——— آپ پوچھئے کیا پوچھنا ہے

(وقفہ)

باری:۔ کیا کہا ———

(وقفہ)

باری :- کیا کہا۔

(وقفہ)

باری :- بتا کر، آج شام کو کلکتہ میل کب چھوٹے گا ——— یہی پوچھتے ہیں آپ

(وقفہ)

باری :- میں ——— میں ——— میں اڈیٹر ہوں ریلوے کا ٹائم ٹیبل نہیں ہوں ——— سنا آپ نے ——— (ٹیلی فون کا چونگا رکھنے کی آواز) .... عجب بے ادبیات آدمی ہے ——— پوچھتا ہے کلکتہ میل کب چھوٹے گا ——— کل پوچھے گا تانگوں کا اڈہ کہاں ہے۔

(سب کاتب ہنستے ہیں)

مینجر :- باری صاحب یہ چار مراسلے پروپرائٹر صاحب نے بھیجے ہیں۔ سب آج کی اشاعت میں نکل جانے چاہئیں۔ آپ ان کی زبان وغیرہ درست کر لیجئے گا۔

باری :- میں ان کی زبان درست کروں گا۔ ان کا وغیرہ ٹھیک کروں گا۔ آپ پروپرائٹر صاحب سے کہہ دیجئے۔ میں اڈیٹر ہوں مشین نہیں ہوں۔ اور پھر یہ مراسلے سب کے سب واہیات ہیں ——— میں اپنے پرچے کو ذاتیات کا مرکز نہیں بنانا چاہتا۔ اگر پروپرائٹر صاحب کے کسی دوست کو یہ شکایت ہے کہ ان کے لڑکے کے کان ماسٹر صاحب نے بڑے زور سے اینٹھے ہیں تو میں اسے سیاسی رنگ میں پیش کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں ——— سمجھے آپ ——— اور پھر ——— اور پھر ——— چار برس ہو گئے ہیں مجھے یہاں کام کرتے ہوئے پوری تنخواہ مجھے آج تک نصیب نہیں ہوئی ——— یہ اخبار ہے یا کیا ہے ——— جائیے آپ ان سے کہہ

دیکھئے یہ مرا سے نہیں چھپیں گے۔

منیجر:- بہت بہتر۔

باری:- ہاں بھئی ——— تو اب مجھے کیا کرنا ہے ——— تمہیں لیڈر کی آخری سلپ
دینا ہے اور تمہیں پہلے صفحے کی سرخیاں لکھ کر دینا ہیں۔

تیسرا کاتب:- اور مجھے خبروں کا ترجمہ دینا ہے۔

باری:- اور پروپرائٹر صاحب کو اپنی رومیاتی نکال کر دینا ہے ——— (وقفہ) ———
لاحول ولا۔ یہ جما ابھی تک کیوں نہیں آیا ——— میں نے اسے سگرٹ لانے کیلئے بھیجا تھا

جما:- باری صاحب ——— وہ سگرٹ نہیں دیتا۔

باری:- کیا کہا ——— سگریٹ نہیں دیتا ——— سگریٹ کیوں نہیں دیتا؟

جما:- کہتا ہے مولانا سے کہو پہلا حساب تو صاف کریں۔

باری:- (جھنجھلا کر) بکواس کرتا ہے ——— (وقفہ) نہیں ٹھیک کہتا ہے ———
مجھے بھی ایسا ہی کہنا چاہئے۔ ابھی ابھی کہنا چاہئے۔

(پریس کی گڑگڑاہٹ ——— چند لمحات کے بعد یہ آواز فیڈ ہو جاتی ہے)

باری:- جب تک آپ میرا پہلا حساب صاف کرینگے میں بالکل کام نہیں کرونگا۔

پروپرائٹر:- (حلیمی کے ساتھ) خفگی کی وجہ؟

باری:- چار سال ہو گئے ہیں مجھے یہاں آپ کے اخبار میں اپنے دماغ کا تیل
نکالتے ہوئے ——— پورے چار برس ہو گئے ہیں مجھے دن رات یہاں
کام کرتے ہوئے ——— اس کا صلہ چونکہ مجھے نہیں ملا اس لئے میں کام
سے انکار کرتا ہوں ——— میں آپ سے خفا نہیں ہوں ——— میری

خنگی آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اس لئے کہ آپ دماغ کے بجائے لوہے کی مشینوں سے سوچتے ہیں ——— آپ آقا ہیں اور میں غلام ——— بس اسی احساس نے آج مجھے اس اقدام پر مجبور کیا ہے ———. سگرٹ والے کو جب دس دن کے پیسے نہ ملے تو اس نے مزید ادھار دینا بند کر دیا ——— میں متواتر چار سال سے آپ کو ادھار دیتا چلا آیا ہوں ——— لیکن اب مجھ سے نہیں دیا جائے گا۔

پروپرائٹر:- باری صاحب۔ آپ کی شکایات بجا ہیں مگر کیا آپ نے میری مشکلات پر غور کیا۔ اس اخبار سے مجھے کیا فائدہ ہے ——— میں تو صرف قوم کی خدمت کر رہا ہوں۔

باری:- آپ قوم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں قوم کی۔ اخبار کی اور آپ کی خدمت کرتا ہوں۔ لیکن اس خدمت کا معاوضہ مجھے کبھی وقت پر نہیں ملتا ——— بلکہ یوں کہئے کہ ملتا ہی نہیں ——— چار مہینے میں آپ نے مجھے صرف سولہ روپے دیئے ہیں ——— خدا کا خوف کیجئے۔ میں انسان ہوں پتھر نہیں ہوں ——— مجھے بھوک بھی لگتی ہے ——— کبھی کبھی مٹھائی کھانے کو بھی جی چاہتا ہے۔ مجھے آپ نے اس اخبار کا اڈیٹر بنایا تھا سنیاسی یا سادھو نہیں بنایا تھا۔ جو میں نے دنیا تیاگ دی ہو۔

پروپرائٹر:- روپے پیسے کی مشکلات مجھے بھی ہیں۔

باری:- معاف کیجئے گا۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ابھی کل آپ نے اپنے بچوں کے لئے ریڈیو خریدا ہے ——— نئی آبادی میں آپ کی تیسری کوٹھی بن رہی ہے ——— آپ ———

آپ ——— مگر میں زیادہ باتیں نہیں کرنا چاہتا۔

پروپرائٹر:- آپ کیا چاہتے ہیں؟

باری:- میں چاہتا ہوں میرا حساب چکا دیا جائے ——— میں باز آیا اڈیٹری سے۔

پروپرائٹر:- آپ کسی اور اخبار میں جانا چاہتے ہیں؟

باری:- جی نہیں ——— اخباری زندگی کو اب میں دور ہی سے سلام کہوں گا۔

پروپرائٹر:- تو آپ کیا کریں گے؟

باری:- میں گھاس چھیلنا شروع کر دوں گا لیکن کسی اخبار میں کام نہیں کروں گا۔

پروپرائٹر:- مگر افسوس ہے کہ میں اس وقت آپ کا حساب نہیں چکا سکتا۔

باری:- مجھے آپ دو مہینے کی تنخواہ دے دیجئے بقایا مہینوں کی تنخواہ میں آپ سے طلب نہیں کرتا۔

پروپرائٹر:- آپ کی بڑی نوازش ہے ——— میرے پاس اس وقت اتنے روپے بھی نہیں ہونگے

باری:- آپ کتنے میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ فرمائیے۔

پروپرائٹر:- میرے پاس اس وقت اسی روپے ہیں۔

باری:- لائیے اسی ہی لائیے۔

پروپرائٹر:- کم از کم پانچ تو میرے پاس رہنے دیجئے۔

باری:- پانچ آپ اپنے پاس رکھئے۔ لائیے پچھتر ہی لائیے۔

(پریس کی گڑگڑاہٹ شروع ہو ——— چند لمحات کے بعد یہ آواز چارہ کاٹنے والی مشین کی آواز میں تحلیل ہو جائے)

باری:- السلام علیکم۔

چودھری :- وعلیکم السلام ——— فرمائیے۔

باری :- ایک دو مرتبہ ادھر سے گذرا۔ آپ سے ملنے کو طبیعت چاہی۔ آج آ گیا۔

چودھری :- بیٹھئے ——— حقہ پیجئے۔

باری :- (کش لے کر) تمباکو تو بہت اچھا ہے۔

چودھری :- آپ بناتا ہوں۔ بازار کے تمباکو سے مجھے تسکین نہیں ہوتی — (وقفہ) ——
(کش لے کر) فرمائیے آپ کیا کام کرتے ہیں۔

باری :- آج کل تو بیکار ہوں۔ پہلے اخبار میں کام کیا کرتا تھا۔

چودھری :- (ہنس کر) تو بھئی تم خطرناک آدمی ہوئے ——— کیوں چھوڑ دیا یہ کام۔

باری :- پسند نہیں آیا —— کام زیادہ کرنا پڑتا تھا اور پیسے کم ملتے تھے۔

چودھری :- اماں ہمیں کیوں بناتے ہو استاد —— اخبار والوں کے پاس تو دولت کے
انبار لگے ہوتے ہیں ——— قلم ہلایا اور ہزاروں اینٹھ لئے۔

باری :- دوست۔ اخبار کا مالک میں نہیں تھا کوئی اور تھا ——— اچھا تم یہ تو بتاؤ۔
تمہارا گذر کیسا ہو رہا ہے ؟

چودھری :- بڑے مزے میں گذرتی ہے ——— یہ چارہ کترنے والی مشین لگا رکھی
ہے۔ اکیلی جان ہے۔ روز کی کوئی ڈیڑھ دو روپے کی آمدن ہو جاتی ہے ———
سارا دن یہاں دکان پر گزارتا ہوں۔ شام کو ٹھیکے چلا جاتا ہوں۔ اور گھنٹیں ہانک
کر پھر ٹہلتا ٹہلتا یہاں آجاتا ہوں۔ گرمیوں میں دکان کے باہر چھڑکاؤ کر کے سو جاتا
ہوں۔ سردیوں میں اندر گھاس کے پاس چارپائی بچھا لیتا ہوں۔

باری :- کتنی قابلِ رشک زندگی ہے ——— واللہ چودھری بڑے خوش قسمت

انسان ہو ـــــ کسی قسم کی فکر تمہیں نہیں۔ آرام سے زندگی بسر کر رہے ہو ـــــ پر یہ تمہیں چارہ کاٹنے والی مشین لگانے کا خیال کیسے آیا ـــــ یعنی تم نے کوئی اسلام کیوں نہ شروع کر دیا؟

چودھری:- معلوم نہیں کیسے آیا ـــــ بس آ ہی گیا اور میں نے جھٹ سے ایک مشین خرید لی ـــــ اب میٹھا مزے کر رہا ہوں۔

باری:- میں بھی یہی کام شروع کرتا ہوں۔

چودھری:- یہ تو وہی ہوا۔ پڑھیں فارسی بیچیں تیل۔

باری:- (ہنستا ہے) ... عجب تیری قسمت عجب تیرے کھیل۔

(چارہ کترنے والی مشین کی آواز ـــــ پہلے بلند بعد میں آہستہ آہستہ۔ جب آہستہ ہو جائے تو ذیل کا ٹکڑا اس پر سپرامپوز کیا جائے)

باری:- (ہنستا ہے) ..... روز ڈیڑھ دو روپے کی آمدن ہو جاتی ہے ـــــ سارا دن یہاں دکان پر گزارتا ہوں ـــــ شام کو ٹھیکے چلا جاتا ہوں۔ اور پیتیں لگا کر پھر ٹہلتا ٹہلتا یہاں آجاتا ہوں ـــــ خبریں ترجمہ کرنا پڑتی ہیں نہ کاپی جوڑنا پڑتی ہے ـــــ ٹیلی فون کی بک بک نہ مراسلوں کی بکواس ـــــ کاتب نہ راٹر کی مرمس ..... واللہ کیا گر بتایا ہے میرے دوست نے ـــــ (ہنستا ہے) گرمیوں میں مکان کے باہر چھڑکاؤ کر کے سوتا ہوں۔ سردیاں آئیں گی۔ تو اندر گھاس کے [illegible] چالیا کروں گا ـــــ کتنی اچھی زندگی ہے ـــــ [illegible] مرتی ہے کہ سب ایڈیٹروں کو جو اخباروں میں اپنی زندگی تباہ کر رہے ہیں۔

یہ گُر بتادوں ——— اپنے اپنے شہر میں ایسی مشین لگوالیں اور مجھے دعائیں دیں

(ہنستا ہے) . . . . . .

(مشین کی آواز آہستہ آہستہ شراب خانے کے شور میں تحلیل ہو جائے)

ایک شرابی:- (لہر میں آکر) اماں ہم نے جو خرچ کر ڈالا وہ کسی کو پیدا کرنا بھی نصیب نہ ہوا ہوگا ——— لاکھوں کمائے کروڑوں اڑا دیئے ——— کسی کے دینے میں نہ لینے میں۔

دوسرا:- واہ بھئی استاد۔ کیوں نہ ہو ——— اچھی لن ترانیاں ہیں۔ باباتو آپ کے عمر بھر فالودہ بیچا کئے دادا جوتے گانٹھتے بڑھے ہوئے۔ آپ نے کمایا کیا اور لٹایا کیا۔

پہلا:- نرے گاؤدی ہو ——— ارے میاں گپ اڑانے سے بھی کیا ہم گئے گذرے ——— بھئی خیر مٹھیا جاؤ مگر از برائے خدا ہتھے پر نہ ٹوکو ——— کہاں گیا لالہ مچھو مل ——— اے لالہ ———

چھجو مل:- بول تیرے پاس ہی تو کھڑا ہوں۔

پہلا:- تو میرا دادا ہے ——— دادا تیری دکان پر دھن برسے ——— ہاں ایسی ہاں کہ خوب سرور گھٹیں ——— پیتے ہی لے اڑے ——— چلو میں الو ہو جائیں ——— باری ——— ارے باری ——— آج تو نہ پئے تو ہمارا ہی خون پئیے ——— آ ——— ادھر میرے پاس بیٹھ۔

تیسرا شرابی:- ہاں رہے ——— رہے ——— ایک تل رہے ——— تم نے سنا نہیں۔

شراب پی کر آگ میں پھاند پڑے تو آگ گل ہو جائے ــــــ اور جو سمندر میں
کود پڑے تو انسان سے پل ہو جائے۔

باری :۔ اور زیادہ پی جائے تو قتل ہو جائے (ہنستا ہے)

(باری کے ہنسنے پر باقی کے شرابی بھی ہنسنا شروع کرتے ہیں ــــ تھوڑی دیر کے لئے ایک طوفان سا مچ جاتا ہے)

پہلا شرابی :۔ ہاں قسم کیا بات کہی ہے ــــ زیادہ پی جائے تو قتل ہو جائے ــ
بھئی آدمی بڑے سمجھ وار ہو

دوسرا شرابی :۔ قربان جاؤں میں اس لال پری کے

باری :۔ لالہ جھومل ــــ لے لالہ جھومل ــــ ایک ادھا بھیج دے میرے یار ــــ
آج پھر ایسے نشے آئیں کہ طبیعت صاف ہو جائے ــــ آج کی ساری کمائی تیری
مندوقچی میں چلی جائے۔

دوسرا شرابی :۔ واہ میرے شیر۔

(ایک شرابی گانا شروع کرتا ہے)

پہلا شرابی :۔ ہرائے ہرائے۔

سارے :۔ یس سر یس سر۔

پہلا شرابی :۔ وے وے اعلیٰ۔ بھر بھر پیالہ۔ پینے والا ہو متوالا۔

سارے :۔ بادل برسے کالا کالا۔ پھولا انکھوں میں گل لالہ۔

دوسرا شرابی :۔ کیسا چھایا ہے برپالہ ــــ ایکشا نمبر ون کا بھاشے نالا۔

سارے :۔ ترکھنا باقی ساقی ہو تیرا بول بالا۔

باری :۔ کھڑے ہیں تیرے در پہ لئے پیمانہ۔

سارے :۔ بادہ سے میرے ساقی آباد میخانہ۔

دوسرا شرابی :۔ دنیا سے کیا لیجانا پینا کھانا موج اڑانا۔

(اس کورس کے بعد سب خوش ہو کر ہنستے اور شور مچاتے ہیں)

باری :۔ (جی بھر کر ہنسنے کے بعد) ..... واللہ کیا دلچسپ زندگی ہے۔ سارے دکھ اڑنچھو ہو گئے ہیں —— (قہقہ) ..... میں خوش ہوں —— میں بہت خوش ہوں۔

دوسرا شرابی :۔ تو خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں۔ میں خوش ہوں تو تو بھی خوش ہے۔

پہلا شرابی :۔ اور کیا ہم خوش نہیں ؟

دوسرا شرابی :۔ تو بھی خوش ہے۔

ایک آدمی :۔ بھئی کچھ سنا تم نے —— جنگ چھڑ گئی ہے۔

دوسرا آدمی :۔ (بڑی دلچسپی لے کر) سچ مچ۔

پہلا آدمی :۔ ہاں ہاں —— آج کے اخبار میں آگیا ہے —— جرمنی نے انگریزوں پر دھاوا بول دیا ہے —— کہتے ہیں ایک بڑی گھمسان کی جنگ ہوگی۔

دوسرا آدمی :۔ تو .. پھر تو تھوڑے ہی دنوں میں شروع ہو جائے گی۔

دوسرا شرابی :۔ تو خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں —— میں خوش ہوں تو تو بھی خوش ہے —— تو خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں —— کیوں ——

باری :۔ ہاں ہاں تو بہت خوش ہے —— (اپنے آپ سے) جنگ چھڑ گئی۔

دوسرا شرابی:- چھوڑنے دے ـــــ آگ لگے دنیا کو ـــــ تو خوش ہے تو میں بھی خوش ہوں ـــــ میں خوش ہوں تو تو بھی خوش ہے (ہنستا ہے)

باری:- جرمنی نے لڑائی شروع کر دی ـــــ مجھے پہلے ہی اس بات کا کھٹکا تھا۔ میں نے "خلق" میں آج سے دو برس پہلے پیش گوئی کی تھی۔

دوسرا شرابی:- پیش گوئی کی تھی ـــــ اماں چھوڑ ـــــ پیش گوئی کی تھی ـــــ کیا پیش گوئی تھی ـــــ لے دیکھ میرا ہاتھ ـــــ بتا کیا لکھا ہے۔

باری:- بھئی تمہیں مذاق سوجھتا ہے ـــــ ذرا سنو تو کیا باتیں ہو رہی ہیں ـــــ (اپنے آپ سے) ..... میرا قیاس بالکل درست نکلا ـــــ جنگ اٹل تھی۔ چیمبرلین کی کوششیں آخر ناکام ہونا ہی تھیں۔

دوسرا شرابی:- باری ـــــ یہ تجھے آج کیا ہو گیا ہے ـــــ کیا بہکی بہکی باتیں کر رہا ہے ـــــ کہیں زیادہ تو نہیں پی گیا۔

پہلا شرابی:- بھئی اگر ہندوستان میں جنگ چھڑ گئی تو آفت ہی آجائے گی۔

دوسرا شرابی:- تو ڈر گیا ہے ـــــ جنگ چھڑتی ہے تو چھڑے ـــــ ماں قسم میدان میں وہ جلوے دکھاؤں کہ .....

پہلا شرابی:- چونچ سنبھال بے ـــــ بڑا آیا ہے جلوے دکھانے والا ـــــ بہت بڑھ بڑھ کے باتیں نہ بنا نہیں تو مارتے مارتے اُلو کر دوں گا۔

دوسرا شرابی:- ابے تیرے ایسے درزی میری جیب میں پڑے رہتے ہیں۔

پہلا شرابی:- جی چاہتا ہے لکڑی کھونس دوں ملعون کے حلق میں۔

باری:- ارے بھئی لڑو نہیں ـــــ خاموش بیٹھے رہو ـــــ کچھ سوچو۔ یورپ

میں جنگ شروع ہو گئی ہے ——— تم جانتے نہیں یہ ایسی جنگ ہے جو دنیا کا نقشہ بدل دے گی۔

پہلا شرابی:- جانے کیا واہی تباہی بکتے ہو ——— ہم کہاں لڑتے ہیں ——— اچھا بھئی صفدر تم ہی بتاؤ کیا ہم لڑ رہے تھے؟

دوسرا شرابی:- نہیں تو ——— کون کہتا ہے ہم لڑ رہے تھے ——— تیری قسم آغا بٹیر بڑا ہی انمول ہے ——— اس نے اس دن میری سات پڑھیوں پہ احسان کیا ——— جو کہیں گھٹ جاتا تو بندہ جنگل کی راہ لیتا ——— میاں جنگ میں آبرو ہی آبرو تو ہے ——— کیوں آغا ——— تیری قسم چونچ پکڑ کر ایسی ایسی مروڑیاں دیں کہ جان محمد کا بٹیر اٹھ ہی تو بھاگا ——— پالی بھر میں آواز گونجنے لگی ——— اہو ہو ہو ——— وہ مارا ہے۔ واہ میرے شیر۔ خوب بھرا ——— ہاں بیٹے دے بڑھ کے ایک لات ———

باری:- خاموش ——— یہ تم نے کیا بکواس شروع کر دی ہے ——— تم لوگ واقعی بالکل جاہل ہو ——— یورپ میں ایک ایسی جنگ شروع ہوئی ہے جو کئی ملکوں کو دنیا کے نقشے سے ہمیشہ کے لئے مٹا دے گی ——— لاکھوں کروڑوں آدمی ہلاک ہو جائیں گے ——— دنیا میں ایک طوفان مچ جائے گا اور تم لوگ بٹیروں کی لڑائی کا حال بیان کر رہے ہو ——— آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے۔

پہلا شرابی:- کیا بکتا ہے یہ۔

دوسرا شرابی:- (قہقہہ لگا کر) میں تو کچھ نہ سمجھا ——— (وقفہ) باری ——— یہ آج تو کیسی باتیں لے بیٹھا ہے۔

پہلا شرابی :- زیادہ پی گیا ہے ——— دماغ کو چڑھ گئی ہے۔

دوسرا شرابی :- بڑی نامراد چیز ہے۔

باری :- تم بکواس کرتے ہو ——— میں بالکل ہوش میں ہوں ——— تم بیہوش ہو رہے ہو۔ میں جو کچھ اس وقت سوچ رہا ہوں تمہارا فرشتہ بھی نہیں سوچ سکتا ——— تم سب کے سب اَن پڑھ بیوقوف اور جاہل ہو

پہلا :- ارے واہ رے میرے مولوی۔

باری :- تم میری باتوں کا مضحکہ اڑاتے ہو ——— ذہنتا ہے، مگر یہ تمہارا قصور نہیں قصور میرا اپنا ہے ——— میں نے ابتک اصلی اصلیت تم سے چھپا کر رکھی ہے ——— تم نہیں جانتے میں کون ہوں اور سیاسی دنیا میں میری کس قدر اہمیت ہے۔

پہلا شرابی :- میاں تم رستم ہو ــ لے بس اب جانے دو ——— کوئی اور بات کرو۔

باری :- تمہیں جب تک میری اصلی شخصیت معلوم نہیں ہوگی تم میرا مضحکہ اڑاتے رہو گے جانتے ہو میں کون ہوں ——— میرا نام عبدالباری ہے ——— مولانا عبدالباری روزنامہ "خلق" کا اڈیٹر۔

(سب قہقہے بلند کرتے ہیں)

پہلا شرابی :- (مصنوعی سنجیدگی کے ساتھ) اچھا مولانا تو فرمایئے ہمارے لئے کیا حکم ہے؟

باری :- تم جانتے ہو یورپ کی اس دوسری جنگ کے اسباب کیا ہیں ———

(سنو مجھ سے۔ اس دوسری جنگ کا بیج پہلی جنگِ عظیم نے بویا ہے جو سن چودہ سے لیکر سن اٹھارہ تک جاری رہی ——— صلح نامہ ورسائی جو سن انیس سو انیس میں لکھا گیا اس تازہ جنگ کا موجب ہے ——— جرمنی نے اپنی پہلی شکست کے

فوراً بعد ہی اپنی تلواروں کو اس تازہ جنگ کے لئے سان پر لگانا شروع کر دیا تھا ـــــ یہ جنگ صرف اس لئے لڑی جا رہی ہے کہ جرمنی یورپ پر اپنا اقتدار چاہتا ہے ـــــ تم نے ہٹلر کی کتاب نہیں پڑھی۔ اس میں اس نے صاف صاف لکھا ہے کہ جرمن اعلیٰ اقوام کے فرد ہیں اس لئے دوسری نسل کے آدمیوں پر انہیں حکومت کرنے کا حق حاصل ہے ـــــ یہ جنگ بہت خوفناک ہے ـــــ بہت بھیانک ہے ـــــ میں جب اس کے نتائج کا تصور کرتا ہوں تو کانپ اٹھتا ہوں۔ ـــــ یہ جنگ یورپ میں ایک نہیں سینکڑوں زلزلے بپا کرے گی ـــــ ہزاروں طوفان آئیں گے ـــــ بڑے بڑے خوبصورت شہر ملبے کا ڈھیر بن جائیں گے ـــــ ہزاروں خاندان بے گھر اور بے در ہو جائیں گے ـــــ میں لکھنا چاہتا ہوں ـــــ ـــــ میں اس ہولناک جنگ کے متعلق لکھنا چاہتا ہوں۔

دوسرا شرابی: (اپنے ساتھی سے) دماغ کو چڑھ گئی ہے۔

باری: پہلی جنگ سے لیکر اس جنگ کے آغاز تک کے واقعات کو اگر ہم پیش نظر رکھیں تو یہ معلوم کر کے بڑا دکھ ہوتا ہے کہ مہذب دنیا ذلت کی دلدل میں دھنستی چلی گئی ہے ـــــ سائنس کی ترقی جاری رہی ہے لیکن اخلاقی ذمہ داری کا احساس کم ہوتا چلا گیا ہے۔ نوع انسان جہاں تھی وہیں کی وہیں کھڑی ہے۔ نسلی امتیاز اور مذہبی عداوت بڑھتی گئی ہے ـــــ نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ پہلے جنگ نما صلح پھر صلح نما جنگ ـــــ میں پوچھتا ہوں آخر یہ ہماری مہذب دنیا کدھر جا رہی ہے ـــــ کیا ہم پھر جہالت کے زمانے میں واپس جا رہے ہیں۔۔۔ کیا ایک بار پھر انسان کا خون پانی سے ارزاں بکے گا ـــــ کیا پھر ہمارا گوشت پوست

دوسری اجناس کی طرح بازاروں میں بیچا جائیگا ـــــ کیا ہونے والا ہے ؟ ـــ کوئی مجھے بتلائے کیا ہونے والا ہے ـــ بے اصولی نے سینکڑوں اصول اور تفرقہ پردازی نے ہزاروں جماعتیں پیدا کر دی ہیں ـــــ انسان انسان کے خلاف ملت ملت سے نبرد آزما۔ ملک ملک سے ستیزہ کار ـــ یہ ہے اکیسویں صدی کی عبرتناک تصویر۔

پہلا شرابی :۔ باری میں تم سے ایک بات کہوں ـــــ غصہ کھاؤ گے ـــ غصہ۔

باری :۔ (غصے میں) تم ـــ تم ـــ تم سب واہیات ہو ـــ شرابی کبابی جاہل کہیں کے۔

دوسرا شرابی :۔ (زور کا قہقہہ بلند کرتا ہے) اور تم پھر بڑے بڑے نمازی بڑے پرہیزگار۔

پہلا شرابی :۔ میں کہتا ہوں اس کو چڑھ گئی ہے ـــــ سر پر ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا انڈیلو تب ہوش آئے گا اسے۔

باری :۔ بھئی عجب انسان ہو تم میری بات کیوں نہیں مانتے ـــ خدا کی قسم میں اڈیٹر ہوں ـــ میری عینک ابھی تک محفوظ پڑی ہے ـــ میرے پاس دو کپڑے بھی موجود ہیں ـــ مجھے دنیا کی تمام سیاسیات کا علم ہے۔

پہلا شرابی :۔ تم گھن چکر ہو جی ـــ جانے کیا واہی تباہی بک رہے ہو۔

باری :۔ لعنت ہو تم پر ـــ (وقفہ) . . . . لا چھوٹو ل ایک ادھا اور بھیج دو میں ـــ میں ـــ

پہلا شرابی :۔ بولو۔ بولو رک کیوں گئے۔

باری :۔ کچھ نہیں میں بیوقوف ہوں۔

دوسرا شرابی :- عمر میں آج تم نے پہلی مرتبہ سچ بولا ـــ لے اب گھر چلے جاؤ اور سو جاؤ ـــ اور نہ پیو ـــ آغا ـــ چلو اس کو گھر چھوڑ آئیں ۔

باری :- میں نہیں جاؤں گا۔

پہلا شرابی :- تیرا باپ بھی جائے گا ـــ چلو آغا ـــ

باری :- خبردار جو مجھے کسی نے ہاتھ لگایا ـــ بدتمیز نہیں کے۔

تین چار اکٹھے :- زیادہ گڑبڑ نہ کرو ورنہ کوئی ہڈی پسلی تڑوا لوگے ۔

(کھینچ گھسیٹ کی آواز)

(وقفہ)

پہلا شرابی :- دکان کے اندر سوئے گا یا باہر۔

دوسرا شرابی :- ارے تم اس سے کیا پوچھتے ہو ـــ چلو جیب میں سے چابی نکال کر تالا کھولو اور اس کو بند کرو۔

باری :- یہ لو چابی ـــ تم خدا کے لئے میری جان بخشی کرو۔

(دروازہ کھولنے کی آواز ـــ کھڑکھڑاہٹ ـــ)

پہلا شرابی :- لے اب آرام سے سو جاؤ ـــ خبردار جو پھر تقریر شروع کی ـــ یہ تھوڑا سا اچار تمہارے پاس رکھ دیتا ہوں۔ زیادہ طبیعت خراب ہوتی تو کھا لیجو۔

دوسرا شرابی :- چلو بھئی چلیں۔

(دروازہ بند کرنے کی آواز ـــ لمبا وقفہ)

باری :- (ہونے ہولے) چلے گئے ـــ نابکار کہیں کے ـــ (وقفہ) میری عینک کہاں ہے ـــ مل گئی ـــ مل گئی ـــ آہ ـــ میں اب پھر مولانا عبدالباری ہوں دنیا

اس وقت بہت نازک اور خطرناک حالت میں ہے۔ ہر طرف تشدد کا بول بالا
ہے ہمیں جلد کچھ کرنا چاہئے۔ لاکھوں نوجوان بے مقصد ادھر ادھر مارے مارے
پھرتے ہیں۔ اس فضول اور زائد توانائی کا نتیجہ تشدد اور انقلاب ہے —— آج
سوسائٹی کی بڑی ضرورت طبقوں اور جماعتوں کی از سرِ نو ترتیب ہے ——
تہذیب اگر اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق نہ بنائے گی تو تباہ ہو جائے گی۔
لوگوں پر غفلت اور سستی طاری ہے۔ وقت نازک ہے ——۔ صاحبان وقت
بہت نازک ہے اور ایک نئی انسانی سوسائٹی کا قیام قطعاً لابدی ہو چکا ہے۔
—— کروٹ بدلو یا مٹ جاؤ —— میرا پریس کہاں ہے —— میرا پریس
کہاں ہے —— میں اپنے خیالات نشر کرنا چاہتا ہوں —— (وقفہ ——
گھاس اور چارہ کترنے والی مشین کی آواز) . . . . میرا پریس چل رہا ہے۔
—— میرا پریس چل رہا ہے —— اخبار دھڑا دھڑ چھپ کر باہر نکل
رہے ہیں، صاحبان دنیا کی حالت اس وقت بہت نازک اور خطرناک ہے —— ایک
نئی انسانی سوسائٹی جب تک جنم نہیں لے گی تباہی اور بربادی جاری رہے گی
—— اٹھو کروٹ بدلو ورنہ یاد رکھو مٹ جاؤ گے —— نازیت کا بھیانک
دیو ڈکار رہا ہے —— کیا تمہیں اس کی آواز سنائی نہیں دیتی —— کیا آنے
والے واقعات تمہیں تاریک سایوں کی طرح پھیلتے نظر نہیں آتے ——
(ہنستا ہے) میرا اخبار چھپ رہا ہے

(چارہ کترنے والی مشین کی آواز پریس کی گڑگڑاہٹ میں تبدیل ہو جاتی ہے)
باری: دنیا تباہی کے غار سے بچ جائے گی —— دنیا میں امن و امان قائم ہو جائیگا

میرا اخبار ادھر ادھر چھپ رہا ہے ـــــ میرے خیالات پھیل رہے ہیں۔

(پریس کی آواز بہت بلند ہو جاتی ہے ـــــ اور پھر آہستہ آہستہ فیڈ ہو جاتی ہے۔ یہ آواز پہاڑے یاد کرنے کے شور میں تحلیل کر دی جاتے ـــــ اس شور کے بیچ بیچ میں چھڑی مارنے کی آواز بھی آئے)

باری:۔ (میز پر چھڑی مار کر) شاباش۔ شاباش ـــــ خوب یاد کرو ـــــ کل تک سارے پہاڑے یاد نہ ہوئے تو سن لو کھال ادھیڑ دوں گا۔

(پہاڑے یاد کرنے کا شور ـــــ تھوڑی دیر کے بعد فیڈ آؤٹ)

ساڑھی

افراد

کوی ۔ ۔۔ ۔۔ مالتی کا چاہنے والا

مالتی ۔ ۔۔ ۔۔ ۔ جوان لڑکی

مالتی کی ماں

سیٹھ ۔ ۔ ۔ مالتی کا دولتمند عاشق

کوی کا دوست

اور تین چار فالتو آدمی

(مشین چلانے کی آواز ——— کبھی ہولے ہولے کبھی تیز تیز)

مالتی :- (مشین چلاتی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ گاتی بھی جاتی ہے) ....

...... میں بن کی چڑیا بن کے بن بن بولوں رے —— بولوں رے

—— بولوں رے —— (مشین رک جاتی ہے) ..... یہ قینچی کدھر گئی۔

—— ماں قینچی کہاں ہے۔ ایک منٹ بھی نہیں ہوا میں نے یہاں اپنے پاس

رکھی تھی —— مل گئی (قینچی کی آواز —— پھر مشین چلانے کی آواز) ——

بولوں رے —— میں بن کی چڑیا بن کے بن بن بولوں رے ——

بولوں رے —— ماں۔ کاج بنا لئے؟

ماں :- یہ تو بار بار پوچھتی ہے۔ بنا تو رہی ہوں —— میرے ہاتھ مشین تو نہیں۔

مالتی :- ..... میں بن کی چڑیا بن کے بن بن بولوں رے —— بولوں رے ——

بس اب سوئی نہیں ملے گی —— یہ میری سوئی کدھر گئی —— ہائے رام۔

کیا مصیبت ہے۔ ایک چیز ملتی ہے۔ دوسری گم ہو جاتی ہے —— سوئی مل

جائے گی تو انگشتانہ غائب ہو جائے گا۔ انگشتانہ مل جائے گا تو نگوڑی قینچی کہیں غائب

غلّہ ہو جائے گی —— قینچی ..... اور مجھے یہ سات قمیصیں ٹھیک بارہ بجے سیٹھ

صاحب کے گھر پہنچا دینی ہیں —— ماں کاج بنا لئے؟

ماں :- آگ لگے کاجوں کو —— میرے تو انگلیوں کے پورتے چھلنی ہو گئے ——

چولھے میں جائے ایسا افراتفری کا کام۔

مالتی :- دیکھنا کوئی فالتو سوئی پٹاری میں تو نہیں —— ٹھیرو مل گئی —— یہ

نگوڑی سوئیاں کہاں کہاں چمٹ جاتی ہیں —— (مشین چلانے کی آواز)

..... مورے انگنا میں آئیں آلی —— ہم چال چلوں متوالی ——

میں چال چلوں متوالی۔

ماں :- مالتی

مالتی :- ..... میں چال چلوں متوالی ..... کیا ہے ماں۔

ماں :- میں کہتی ہوں یہ گانا بند کر۔

مالتی :- کیوں ؟

ماں :- بس مجھے اچھا نہیں لگتا۔

مالتی :- (ہنستی ہے) ... پر یہ گانا میں تھوڑی گاتی ہوں۔

ماں :- تو اور کون گاتا ہے ؟

مالتی :- کوئی ایکٹرس گاتی ہوگی ــــ مورے انگنا میں آئیں آلی میں چال چلوں متوالی ..... (مشین کی تیز گڑگڑاہٹ) ..... ماں میں ایکٹرس بن جاؤں ــــ

ماں :- کیوں ؟

مالتی :- سنتی ہوں ایکٹرسوں کے کپڑے درزی سیتے ہیں ــــ انکو مشین چلانا نہیں پڑتی۔

ماں :- تو دیوانی ہو گئی ہے۔

مالتی :- ماں ؟

ماں :- کیا ہے۔

مالتی :- ..... کچھ نہیں ..... کاج بنا لئے۔

ماں :- یہ تو بات کرتے کرتے رک کیوں جایا کرتی ہے ــ جانتی ہے مجھے اس سے کتنی الجھن ہوتی ہے ــــ میں کہتی ہوں تیرے من میں ضرور کچھ ہے جو تو بتانا نہیں چاہتی۔ کئی دنوں سے تو کھوئی کھوئی سی رہتی ہے مجھے بتا تو سہی تو کس سوچ میں پڑی رہتی ہے ــــ تیرا اب سلائی میں بھی جی نہیں لگتا۔ یہ

سات قمیصیں تو نے مرہٹ کر چار دن میں تیار کی ہیں ـــــ ابھی دو کی پٹیاں
باقی ہیں۔ کیا ہو گیا ہے تجھے ؟

مالتی :۔ کیا ہو گیا ہے مجھے . . . اچھی بھلی تو ہوں (مشین زیادہ تیز چلاتی ہے) .....
تمہی بھلی تو ہوں (ہلکی ہلکی سسکیوں کی آواز) . . . . اچھی بھلی تو ہوں (سسکیوں کی
آواز ـــــ مشین کی رفتار زیادہ تیز ہو جاتی ہے) . . . . . . کیا ہوا ہے
مجھے . . . . . تم تو مجھے ناحق کوستی رہتی ہو (سسکیوں کی آواز بلند ہو جاتی
ہے)۔

ماں :۔ تو نے اب یہ رونا کیوں شروع کر دیا ہے ؟

مالتی :۔ (روتی آواز میں) . . . . . . میں کب روتی ہوں . . . میں رو کیسے سکتی ہوں۔
اتنی لوتھا سی ہو گئی ہوں۔ کیا مجھے روتے شرم نہ آئے گی (روتی جاتی ہے)
. . . . . اور پھر کوئی بات بھی تو ہو ـــــ ایسے خالی خولی کیا روؤں ـــــ

ماں :۔ دیکھ قمیص کا کپڑا داغدار ہو جائے گا ـــــ تیرے آنسو گر رہے ہیں۔

مالتی :۔ (مشین کی رفتار تیز کر دیتی ہے) . . . . ماں۔ کاج بنا لئے ؟

ماں :۔ بنا لئے۔

مالتی :۔ . . . . . دونوں پٹیاں بھی تیار ہو گئیں ؟

(مشین کی آواز چند لمحات تک جاری رہے پھر یہ آواز آہستہ آہستہ موٹر کے
اسٹارٹ ہونے کی پھڑپھڑاہٹ میں تبدیل ہو جائے)

سیٹھ:۔ آؤ۔ مالتی۔ موٹر میں بیٹھ جاؤ۔

مالتی:۔ نہیں سیٹھ صاحب ——— میں پیدل چلی جاؤں گی میرا گھر یہاں سے دور نہیں ——— قمیص آپ کو پسند آ گئی ہے نا۔

(موٹر کی پھڑپھڑاہٹ بند ہو جاتی ہے ——— موٹر کا دروازہ کھلتا ہے)

سیٹھ:۔ مالتی ——— کیا تم نے کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ تمہارے ہاتھ لوہے کی مشین چلانے کے لئے نہیں بنے ——— تم ہر روز دوسروں کے لئے کپڑے تیار کرتی ہو لیکن تمہارے بدن پر تو وہی کپڑے ہیں جو پچھلی سردیوں میں تم نے پہنے تھے ——— یہ زندگی نہیں ——— میں شاعر ہوتا تو تمہیں سمجھاتا کہ زندگی کیا ہے اور تم جیسی حسین لڑکیوں کی زندگی کیسے بسر ہونی چاہئے۔ لیکن میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ تم اپنے آپ پر ظلم کر رہی ہو ——— تم اپنی جوانی کی تمام خوبصورتیاں فنا کر رہی ہو ——— میں پوچھتا ہوں۔ آخر تم اتنی حسین کیوں ہو ——— کیا اس لئے کہ قینچی ہاتھ میں لیکر کپڑے کاٹتی رہو۔ مشین چلاتی رہو ——— دراصل ——— دراصل تم نے آج تک کبھی اس بات پر غور ہی نہیں کیا کہ تم کس قدر خوش رہ سکتی ہو ——— موٹر۔ باغوں کی سیر، اچھے اچھے کپڑے ——— ریشمی ساڑھیاں ——— ہنسی۔ قہقہے ——— کیا یہ چیزیں تمہاری نہیں ہو سکتیں ——— کیا تمہارا ان پر کوئی حق نہیں۔

مالتی:۔ (پھولے ہوئے سانس کے ساتھ) . . . . سیٹھ صاحب . . . . . .

سیٹھ:۔ ان میلے کچیلے کپڑوں کے بدلے زرق برق ساڑھیاں ——— خدمت کے لئے نوکر ——— آج تم دوسروں کے لئے کام کرتی ہو۔ کل دوسرے تمہارے لئے

کام کریں گے ـــــ یہ کوئی سپنا نہیں ـــــ ایک صرف تمہاری ہاں
پر سب کچھ ہو جائے گا۔

مالتی:۔ میں ..... میں .....

سیٹھ:۔ بولو ـــــ بولو ـــــ ایک صرف تمہاری ہاں پر سب کچھ ہو جائیگا۔

مالتی:۔ (موسیقی کا ایک ٹکڑا شروع ہو۔ ایسا جس میں سُر الجھے ہوئے سے ہوں)
نہیں ـــــ نہیں (موسیقی بلند ہو جائے۔ مالتی زور سے کہے)...نہیں....
ابھی نہیں (موسیقی کے سُر مدھم ہو جائیں ـــــ قدموں کی چاپ ان سروں پر
سپر امپوز کی جائے ـــــ چند لمحات کے بعد یہ سُر پھر بلند ہو جائیں۔ ان
میں موٹر کی پوں پوں بھی گاہے گاہے سنائی دے ـــــ روپوں کی کھنکھناہٹ
بھی آئے ـــــ پھر سیٹھ کے یہ الفاظ دہرائے جائیں۔ ـــــ موٹر۔ باغوں
کی سیر ـــــ اچھے اچھے کپڑے۔ ریشمی ساڑھیاں ـــــ ہنسی۔ قہقہے ـــــ
کیا یہ چیزیں تمہاری نہیں ہو سکتیں ـــــ کیا تمہارا ان پر کوئی حق نہیں ـــــ
ایک دم موسیقی کا یہ ٹکڑا ختم ہو جائے۔ صرف ایک تار تھوڑی دیر کے لئے لرزتا رہے
ـــــ پھر ہولے ہولے ایک مدھم سی راگنی بلند ہو ـــــ ان سروں کے
بیچ بیچ میں مالتی کہے۔ میں چلتے چلتے ایک دوراہے پر آگئی ہوں ـــــ
ایک طرف دولت ہے ـــــ دوسری طرف محبت ـــــ ایک طرف
دولت ہے دوسری طرف محبت ـــــ موسیقی کا یہ ٹکڑا ایک گیت کی
شکل اختیار کرلے ذیل کا گیت اسی ضمن میں گوایا جائے۔)

گیت:۔

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
یہ میری دنیا پہ چھا گئے
یہ کچھ کچھ نیا کچھ پرانے
یہ بل کھاتا یہ شرماتا

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
آنکھوں میں شرارت اور شوخی
شوخی میں ہے برق کی طراری
جو دیکھ کے مجھ کو اٹھلایا

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
کیا یہ شہزادی ہے تاروں کی
یا آس ہے مردہ کے ماروں کی
کیوں ذرہ ذرہ مسکایا

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا

مالتی :- (ہولے سے) ..... میں ہوں مالتی۔
کوی :- (اسی دھن میں گاتا ہے)

یہ لوری ہے کیا راتوں کی
یا ٹھنڈی ہوا برساتوں کی
یہ خود ہے کوئی یا ہے سایا

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا

کومی :- (گانا ختم کر کے ہنستا ہے) ...... اوہ تم ہو — مالتی — میری اپنی مالتی — (شاعرانہ انداز میں) اوہ مالتی۔ مجھے تم سے کتنی محبت ہے

مالتی :- (کھوئے ہوئے انداز میں) ..... کتنی۔

کومی :- گزری ہوئی کل سے زیادہ — اور — آنے والی کل سے کم۔

مالتی :- تم مجھ سے محبت کیوں کرتے ہو؟

کومی :- یہ تم نے کیسا عجیب سوال کیا — میں کیوں جیتا ہوں — یہ ستارے کیوں چمکتے ہیں — یہ اندھیرے اور اجالے کا الٹ پھیر کیوں ہے — یہ پرندے کیوں چہچہاتے ہیں — چاند کیوں چمکتا ہے — تم کیوں خوبصورت ہو۔ تمہیں دیکھ کر میرا دل کیوں دھڑکتا ہے — تمام کائنات کا سمٹ کر ایک ہستی میں سما جانا اور اس ہستی کا پھیل کر والہانہ وسعت اختیار کر لینا — یہ ہے محبت — محبت — محبت۔ آتما کا گہنا ہے۔

مالتی :- کیا میں خوبصورت ہوں کومی۔

کومی :- تم خوبصورتی کا سرچشمہ ہو — تم سے کئی خوبصورتیاں پیدا ہوتی ہیں — ایک خوبصورتی تو وہ ہے جو تم نے میرے دل و دماغ میں پیدا کی ہے — میری کٹیا صرف اس لئے خوبصورت ہے کہ اس پر تمہارا سایا ہے — تم نہ ہوتیں تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

مالتی :- میں تو کچھ بھی نہیں ہوں — بھکارن کے سوا اور کیا ہو سکتی ہوں۔

کومی :- (ہنستا ہے) ..... تم شہزادی ہو مالتی — شہزادی۔

مالتی :- شہزادی۔

کومی :- ہاں شہزادی ــــ میرے سپنوں کی شہزادی ــــ میرے خیالوں کی ملکہ۔
مالتی :- سپنوں کی شہزادی ــــ خیالوں کی ملکہ ــــ سپنے ــــ خیال۔

(وقفہ)

کومی :- کس سوچ میں پڑ گئیں؟
مالتی :- میری ایک بات مانو گے
کومی :- ایک ــــ صرف ایک ــــ میں تمہاری ہزار.... تم مجھ سے کہو تو میں آسمان کے تمام تارے نوچ کر تمہاری اس میلی ساڑھی میں ٹانک دوں ــــ چاند صرف ایک ہے۔ دو ہوتے تو میں انہیں اتار کر تمہارے کانوں میں آویزے بنا کر لٹکا دیتا ــــ تم حکم دو تو میں ساتوں سمندر کھنگال کر.....
مالتی :- مجھے ایک اچھی سی ساڑھی لا دو ــــ
کومی :- (ہنستا ہے) ایک ساڑھی ــــ صرف ایک ساڑھی ــــ
مالتی :- ہاں۔ صرف ایک ساڑھی جس کا کپڑا میرے بدن کے ساتھ لگ کر سرسرائے ــــ سچ مچ کی ساڑھی ــــ میں کل نہا دھو کر یہ ساڑھی پہننے کیلئے تیار رہونگی

(وقفہ ــــ قدموں کی چاپ۔ دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

کومی :- چلی گئیں ــــ (اپنے آپ باتیں کرتا ہے) ایک ساڑھی۔ صرف ایک ساڑھی ــــ دنیا کے اچھے سے اچھے ملبوسات میں اس کے قدموں میں ڈھیر کر دوں گا ــــ نیلے رنگ کی ریشمی ساڑھی اور اس پر سفید تلے کی دھاریاں ــــ ایسا معلوم ہوگا آسمان کا ایک ٹکڑا نکال کر اسے چاند کی کرنوں میں لپیٹ دیا گیا ہے ــــ نہیں کالی ساڑھی ہو اور اس پر مقیش کی بندکیاں جیسے اندھیاری

ساڑی میں آسمان پر تاروں کا جھڑکاؤ ــــــ ایک نہیں کئی ساڑھیاں ہوں

(ریڈیو میں ان کے الفاظ دہرائے جائیں ــــــ آواز سرگوشی کے مانند ہو)

مالتی:- صرف ایک ساڑھی جس کا کپڑا میرے بدن کے ساتھ لگ کر سرسرائے۔
سچ مچ کی ساڑھی۔

کوی:- (چونک کر) ..... سچ مچ کی ساڑھی .....(وقفہ) ..... تو اس میں کونسی مشکل ہے ــــــ میں ابھی لے آتا ہوں ــــــ روپے ــــــ روپے ــــــ حاصل کرنا بھی کوئی مشکل کام ہے .....

(روپوں کی کھنکھناہٹ شروع ہو ــــــ موسیقی کے ساتھ ساتھ روپے بجتے رہیں ــــــ چند لمحات کے بعد یہ ٹکڑا ختم ہو جائے)

کوی:- اڈیٹر صاحب۔ آپکے پرچے میں دو برس سے میرا کلام چھپتا رہا ہے۔ اس دوران میں آپنے ہمیشہ اس کی تعریف کی ہے۔

اڈیٹر:- جی ہاں ــــــ آپ کا کلام واقعی قابل تعریف ہے۔

کوی:- (خوش ہو کر) ..... قدر افزائی کا شکریہ ..... آج میں آپ کی خدمت میں اپنی چھ تازہ غزلیں لے کر حاضر ہوا ہوں ــــــ ظاہر ہے کہ ان کی قیمت کوئی ادا نہیں کر سکتا لیکن اس وقت چونکہ مجھے کچھ روپوں کی ضرورت ہے اسلئے .....

اڈیٹر:- مجھے بے حد افسوس ہے کہ میں آپ کی خدمت کرنے سے معذور ہوں ــــــ پرچے کی آمدن اتنی قلیل ہے کہ ہر مہینے مجھے خسارہ اٹھانا پڑتا ہے یہ تو زبان اور ادب کی خدمت کا شوق ہے کہ میں اس خسارے کو برداشت کر رہا ہوں ورنہ .....

(جمانجھ کی آواز)

کوی:- ..... مجھے یاد ہے ایک بار آپ نے میرے کلام کی خواہش کی تھی جس کو میں چند وجوہ کے باعث پورا نہ کر سکا تھا —— اب میرے پاس کچھ غیر مطبوعہ غزلیں موجود ہیں —— جھیوں کی جھیوں نہ شاعری کا نفیس ترین نمونہ ہیں۔

ایڈیٹر:- مجھے افسوس ہے کہ اس شمارے میں ان کے لئے جگہ نہیں نکل سکتی اس لئے کہ آپ کی شاعری کے خلاف اس میں ایک طویل مضمون شائع ہو رہا ہے۔

کوی:- (بگڑ کر) ..... میری شاعری کے خلاف —— وہ کون وہ کون —— وہ کون شرارت پسند ہے جو مجھ سے الجھنا چاہتا ہے؛ مجھے کسی کی کیا پروا ہے —— مضمون چھوٹا ہو یا بڑا اس سے میری شاعری کو کیا ضعف پہنچ سکتا ہے۔ تنقید کا جو معیار مجھے آپ کے پرچے میں نظر آتا ہے اس کے پیش نظر ..... لیکن چھوڑیئے اس قصے کو —— کیا آپ کو میری غزلوں کی ضرورت ہے یعنی معاوضہ ادا کر کے کیا آپ میری غزلیں خریدنے کے لئے تیار ہیں۔

ایڈیٹر:- جی نہیں —— میں نے آج تک بڑے سے بڑے شاعر کو بھی معاوضہ ادا نہیں کیا —— حضرت نواب اکبر آبادی اس وقت ہندوستان کے سب سے بڑے شاعر ہیں —— میں نے آج تک انکو بھی معاوضہ ادا نہیں کیا۔

(جھانجھ کی جھنانن نن ..... صرف ایک بار)

کوی:- ..... پرسوں آپ میرے پاس سہرا لکھوانے کیلئے تشریف لائے تھے اور شاید میں نے یہ سہرا لکھنے سے انکار کر دیا تھا —— میں —— میں اب آپ کا سہرا

لکھنے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ آپ معاوضہ کچھ بڑھا دیں۔

سہرا دولہا:۔ اب معاوضہ بڑھانے یا گھٹانے کا سوال ہی نہیں رہا اس لئے کہ میں ایک اور شاعر سے نصف داموں پر سہرا لکھوا چکا ہوں اور یہ شرط ساتھ طے کی ہے کہ سہرا وہ خود پڑھے گا۔

(جھانجھ کی آواز)

کوی:۔ (غصے میں) ..... اور اس نابکار نے مجھے جواب دیا۔ چونکہ میں ادب اور شعر کی خدمت کرتا ہوں اس لئے آپ کو معاوضہ ادا نہیں کر سکتا ـــــ شعر اور ادب کی خدمت ـــــ اور دنیا جانتی ہے کہ رسالہ نکالنے سے پہلے وہ نیلوفر اور بنفشہ کا شربت بیچا کرتا تھا ـــــ اور ـــــ اور اس پاجی نے کہا۔ آپ کی غزلیں تازہ شمارے میں اس لئے نہیں چھپ سکتیں کہ اس میں آپ کے خلاف ایک طویل مضمون شائع ہو رہا ہے ـــــ میرے خلاف ـــــ میری شاعری کے خلاف ـــــ کیا لکھے گا کوئی میری شاعری کے خلاف اور پھر اس خرافات کے پلندے میں ـــــ میں نے سخت غلطی کی جو اس بھانڈ کے پاس اپنی غزلیں لیکر گیا ـــــ اور ـــــ اور بہت اچھا ہوا جو اس چپٹی ناک والے نے اپنا سہرا کسی حجام سے لکھوا لیا ورنہ مجھے سخت روحانی کوفت ہوتی ـــــ میں شاعر ہوں۔ بھیر بکھیو بنا نہیں ـــــ میں ـــــ میں .....

دوست:۔ تم کن الجھنوں میں گرفتار ہو گئے ہو ـــــ لعنت بھیجو ایسے بدذوق آدمیوں پر اور اپنا کام کئے جاؤ ـــــ تمہاری ذات سے ملک اور قوم کی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں ـــــ تمہاری شاعری صرف شاعری ہی نہیں الہام ہے ـــــ

آنے والی نسلیں تمہارے مجسمے تیار کریں گی ـــــ تمہیں پوجیں گی ـــــ وہ نظم جو آج کل تم لکھ رہے ہو ایک صرف وہی تمہیں قیامت تک زندہ رکھنے کے لئے کافی ہے ـــــ دراصل تم خود اپنی قدر نہیں کرتے ـــــ تم بہت بڑے آدمی ہو۔ چھوٹے چھوٹے آدمیوں کی حقیر باتوں پر تمہیں غور نہیں کرنا چاہئے۔

کوی :۔ تم سچ کہتے ہو دوست ـــــ سچ کہتے ہو ـــــ یہ میری بیوقوفی ہے جو میں ایسی حقیر باتوں پر غور کر کے اپنا قیمتی وقت برباد کرتا ہوں ـــــ مجھے اپنی نظم مکمل کرنی چاہئے جو شاعری کی دنیا میں ایک انقلاب برپا کر دے گی ـــــ میں اس کے دو بند اور لکھ چکا ہوں ـــــ آج دو بند اور لکھوں گا ـــــ عنوان میں نے قائم کر لیا ہے ـــــ "اندھیار اور پن"

(جھانجھ کی آواز)

(..... کوی کے گنگنانے کی آواز ـــــ ایسا معلوم ہو کہ شعر فکر کر رہا ہے۔ دروازہ کھلنے کی آواز ـــــ کوی گنگناتا رہتا ہے ـــــ دروازہ کھلنے کی آواز پھر آتی ہے ـــــ)

کوی :۔ (چونک کر) .... کون ہے ؟

مالتی :۔ میں ہوں ـــــ مالتی۔

کوی :۔ (خوش ہو کر) اوہ تم ہو ـــــ تم ہو ـــــ میں شعر لکھ رہا تھا اور تمہاری تصویر میری آنکھوں کے سامنے تھی ـــــ عجیب بات ہے کہ تم سے تمہارا تصور زیادہ خوبصورت ہے ـــــ مگر ـــــ مگر ـــــ آج تو تم بہت نکھری ہوئی ہو۔ تمہارے خاکستری ہونٹ ابھی ابھی کھلے تھے تو مجھے ایسا محسوس ہوا تھا کہ ندی کے گدلے پانی میں چمکیلی

مچھلیاں غوطے لگا رہی ہیں ـــــ تمہارے دانت اس وقت میرے خیالوں سے بھی کہیں زیادہ روشن ہیں ـــــ اوہ۔ مالتی میں آج کس قدر خوش ہوں۔

مالتی:۔ آج تم اتنے زیادہ خوش کیوں ہو ـــــ کیا میرے لئے ......

کوی:۔ (بات کاٹ کر) ..... میں اس لئے خوش ہوں کہ میری نظم آج مکمل ہو جائیگی یہ وہ نظم ہے جس کے چھپنے پر میں تمام ہندوستان میں مشہور ہو جاؤنگا۔ یہ وہ نظم ہے جو قیامت تک میرا نام زندہ رکھے گی ـــــ اب وہ وقت دور نہیں جب لوگ مجھے پوجا کریں گے ـــ اور ـــ اور میں تمہاری پوجا کرونگا ـــ کیا تمہیں میری شہرت سے خوشی نہ ہو گی ـــــ مالتی۔ تم نہیں جانتی ہو میں کتنا بڑا شاعر ہوں ـــــ شاعری میری کنیز ہے اس لئے کہ میں تمہارا غلام ہوں ......

مالتی:۔ ..... میں نہا دھو کر آئی تھی ......

کوی:۔ جبھی تم نکھری ہوئی ہو ـــــ غسل ـــــ خوبصورتی کے لئے غسل بہت ضروری ہوتا ہے ـــــ صرف تمہیں دیکھ لینے سے میری آتما نکھر جاتی ہے ـــــ میں سوچتا ہوں ـــــ میں سوچتا ہوں اگر تم نہ ہوتیں تو ـــــ تو ـــــ لیکن یہ سوچ بیکار بالکل فضول ہے اس لئے کہ تم ہو ـــــ اور چونکہ تم ہو اس لئے دنیا میں میرے لئے سب کچھ ہے۔

مالتی:۔ تمہاری باتیں بڑی میٹھی ہیں ـــــ تمہاری کویتا اس سے بھی میٹھی ہے ـــــ تم جب کہتے ہو میں تاروں کی شہزادی ہوں یا تمہارے سپنوں کی ملکہ ہوں تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے ـــــ جی چاہتا ہے کان کھلے رہیں۔ آنکھوں میں نیند آجائے اور ساری عمر یہی کچھ سننے میں بیت جائے ـــ مگر ـــ مگر ـــــ سارا وقت یوں نہیں

گزر سکتا جب تم پاس نہیں ہوتے ـــــ جب تمہاری کویتا میرے کانوں میں صرف
ایک بھنبھناہٹ سی بن کے رہ جاتی ہے تو میں کچھ اور سوچنا شروع کر دیتی ہوں ـــ
ـــ جی اور چیزوں کے لئے للچاتا ہے ـــــ دولت بھی تو بری چیز نہیں . . . .

کومی :۔ (ہنستا ہے) دولت ـــــ اس کے متعلق پھر کبھی نہ سوچنا مالتی ـــــ یہ بہت
بری چیز ہے ـــــ اس سے دل و دماغ کا ہاضمہ خراب ہو جاتا ہے ـــــ
اور پھر دولت اتنی اہم چیز بھی تو نہیں جو اس پر غور کیا جائے ـــــ میں ہوں تم
ہو میری شاعری ہے ـــــ دولت کی ہمیں کیا ضرورت ہے ـــــ دولت
کی تو ان لوگوں کو ضرورت ہوتی ہے جو مصنوعی خوشیاں خریدنا چاہتے ہیں اور پھر
محبت کرنے والی روحیں تو بہت اونچی ہوتی ہیں . . . . . .

مالتی :۔ تم میرے لئے ساڑھی لاتے ؟

کومی :۔ ساڑھی ـــــ ساڑھی ـــــ نہیں ساڑھی کی کیا ضرورت ہے یہ کپڑے
بڑے اچھے ہیں ـــــ دراصل ـــــ دراصل ـــــ ہاں پھر اسی دولت کا سوال
پیدا ہو جاتا ہے ـــــ میں تمہیں ایک نہیں کئی ساڑھیاں لا دونگا ـــــ میں دولتمند
بھی ہو جاؤنگا تمہارے لئے ـــــ دولت پیدا کرنا کوئی مشکل کام نہیں ۔

مالتی :۔ تو پھر پیدا کیوں نہیں کرتے ـــــ میرے ہاتھ رہٹ کی مشین چلانے کے لئے نہیں
بنے تم خود کہہ چکے ہو کہ میری انگلیاں نازک تاروں میں راگ جگانے کے لئے بنائی
گئی ہیں ـــــ تم خود کئی بار اپنی کویتا میں لکھ چکے ہو کہ میں شہزادی ہوں ـــ
لیکن میں شہزادی کہاں ہوں ـــــ یہ لباس جو میں نے پہن رکھا ہے کیا شہزادیوں
کا ہے ـــــ سب جھوٹ ہے ـــــ

کوی :۔ مالتی تم ٹھیک سمجھی نہیں ہو ـــــ تم اس خوبصورتی کو نہیں پہنچی ہو جو اس بات میں ہے کہ ایسے لباس میں بھی تم شہزادی ہو ـــــ بعض شہزادیاں شہزادیوں کے لباس میں بھی شہزادیاں معلوم نہیں ہوتیں ـــــ

مالتی :۔ یہ بات اس وقت تو بڑی اچھی معلوم ہوتی ہے پر ... میں جاتی ہوں۔

کوی :۔ کہاں ـــــ ابھی تھوڑی دیر اور ٹھیرو ـــــ مالتی۔

(دروازہ کھولنے اور بند کرنے کی آواز)

کوی :۔ (ہنستا ہے) .... چلی گئی .... (وقفہ) ... ساڑھی .... مجھے اس کیلئے ایک ساڑھی کسی نہ کسی طرح ضرور حاصل کرنی چاہئے ـــــ ساڑھی میں بہت بھلی معلوم ہوگی ـــــ اس کی خواہش بیجا نہیں ـــــ یہ نظم مکمل کروں پھر ادھر توجہ کرونگا (کاغذوں کی کھڑکھڑاہٹ) ساڑھی ..... ایک نہیں کئی ساڑھیاں ...

(روپوؤں کی کھنکھناہٹ چند لمحات تک جاری رہے ـــــ پھر دوسرے سین کا مکالمہ شروع ہو)

سیٹھ :۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ـــــ وہ ساڑھیاں جو میں نے تمہارے لئے بمبئی سے منگوائی ہیں دیکھنے کے قابل ہوں گی ـــــ بنارسی ساڑھیاں بھی تمہارے لئے آرہی ہیں ـــــ بولو اور کیا چاہیئے ـــــ دنیا کی ہر نعمت تمہیں مل سکتی ہے۔

مالتی :۔ بس .... بس .... (ہنستی ہے) بس ـــــ اتنا کافی ہے
اچھا سیٹھ صاحب بتائیے۔ میں اس ساڑھی میں کیسی معلوم ہوتی ہوں؟

سیٹھ :۔ کیسی معلوم ہوتی ہو .... بڑی اچھی معلوم ہوتی ہو۔

مالتی :۔ آپ کو تعریف کرنا نہیں آتی ـــــ چند روکھے پھیکے لفظوں سے وہ بات پیدا

نہیں ہوتی۔

سیٹھ:۔کون سی۔

مالتی:۔ آپ نہیں سمجھیں گے۔

سیٹھ:۔بھئی۔ میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ میں شاعر نہیں ہوں ـــــ اگر میں شاعر ہوتا تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مالتی:۔ (آواز بھر آجاتی ہے) ۔ ۔ ۔ ۔ جانے دیجئے ان باتوں کو ــــ میں ــــ میں ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ نہیں ــــ

سیٹھ:۔ مالتی ــــ تم کچھ دنوں سے اداس اداس کیوں رہتی ہو ــــ کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے ــــ کیا میری توجہ میں کوئی کمی واقع ہو گئی ہے ــــ تم مجھ سے صاف صاف کہو ــــ میں تمہاری ہر خدمت کیلئے تیار ہوں ــــ بولو۔ تمہیں کیا چاہیئے ــــ کشمیر چلو گی ــــ

مالتی:۔ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے ــــ اور سچ پوچھئے تو مجھے تکلیف صرف اس بات کی ہے کہ اب مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے ــــ آپ نے میری ہر خواہش پوری کی ہے ــــ اس سے زیادہ میں آپ سے مانگ نہیں سکتی اور نہ اس سے زیادہ آپ دے سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میں خوش ہوں (روتی آواز میں ــــ یہ ظاہر کرتی ہے کہ اسے کوئی دکھ نہیں) ۔ ۔ ۔ ۔ میں بہت خوش ہوں (ایکا ایکی پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے)

(رونے کی یہ آواز آہستہ آہستہ ذیل کے گیت میں تحلیل ہو جائے)۔

کورس:۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خلش میں مزا ہے نہ غم میں مزا ہے

نہ اب عشق کے زیر و بم میں مزا ہے
تڑپ میں نہ اب کیف و کم میں مزا ہے
عجب زندگی ہے ....

جو آہیں بھروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
دعائیں کروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
یقیناً مروں بھی تو تسکیں نہیں ہے
عجب زندگی ہے ....

یہ رنگین منظر بھی بے کیف سے ہیں
تبسم ہے گُل تر بھی بے کیف سے ہیں
وہ بام اور وہ در بھی بے کیف سے ہیں
عجب زندگی ہے ....

زمانے کی رنگت سے گھبرا رہا ہوں
ہر اک رنج و راحت سے گھبرا رہا ہوں
کسی کی محبت سے گھبرا رہا ہوں
عجب زندگی ہے ....

(گیت ختم کرنے کے بعد ٹھنڈی سانس لیتا ہے اور کہتا ہے "عجب زندگی ہے")

دوست :- ..... تمہارا دل جل رہا ہے ـــــ اس گیت سے جلے ہوئے دل کی بو آتی ہے

کوی :- میرا کوٹ جل رہا ہوگا ـــــ میں سگریٹ جو پی رہا تھا۔

دوست :- اپنے آپ کو دھوکا کیوں دیتے ہو ـــــ نہیں آج تک کبھی کوٹ نصیب

بھی ہوا ہے ــــ یہ تمہارا دل جل رہا ہے۔

کوی :۔ جلنے دو ــــ مجھے یہ بتاؤ کہ یہ ریشمی ساڑھی کیسی ہے ــــ ٹھیرو میں تمہیں کھول کر دکھاتا ہوں (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) .... ہاتھ مت لگانا میلی نہ ہو جائے۔

دوست :۔ میں پوچھتا ہوں تمہارا دماغ تو نہیں بہک گیا۔ یہ ہر دوسرے تیسرے دن تم کس کے لئے ساڑھی خرید لاتے ہو ــــ کیا اب کسی اور سے آنکھ لڑائی ہے؟

کوی :۔ نہیں تو۔

دوست :۔ تو پھر یہ ساڑھیاں کیوں خریدی جا رہی ہیں؟

کوی :۔ مالتی کے لئے۔

دوست :۔ مالتی کے لئے؟

کوی :۔ ہاں مالتی کے لئے ــــ دراصل آج کل میں ایک عجیب کھیل میں مشغول ہوں ــــ شعروں کو ساڑھیوں میں تبدیل کر رہا ہوں ــــ شعر بیچتا ہوں۔ ساڑھیاں خریدتا ہوں۔

دوست :۔ شعر بیچتے ہو اور ساڑھیاں خریدتے ہو؟

کوی :۔ ہاں، شعر بیچتا ہوں اور ساڑھیاں خریدتا ہوں ــــ کیا یہ دلچسپ کھیل نہیں ...... ایک بڑا اچھا گاہک مجھے اتفاق سے مل گیا ہے ــــ اس کے پاس ساڑھیاں تھیں مگر شعر نہیں تھے۔ میرے پاس شعر ہیں مگر ساڑھیاں نہیں تھیں ــــ اب ہم دونوں ایک دوسرے کے گاہک بن گئے ہیں ــــ اور دوست سچ کہتا ہوں سودا بڑی ایمانداری سے ہو رہا ہے ــــ وہ نہ جانے میرے شعروں کو کہاں استعمال کرتا ہے۔ لیکن میں تو اس کے دیئے ہوئے پیسوں سے ساڑھیاں خریدتا ہوں

اور عیش کر رہا ہوں۔ دو دیوانہ وار ہنستا ہے۔ جس میں دکھ کا اظہار بھی ہے۔ عیش کر رہا ہوں ——— وہ جو میرے اندر شاعر گھسا ہوا ہے۔ اس کو ہر روز باہر نکالتا ہوں اور اس کی بے عزتی کرتا ہوں ——— اس کو اپنے سامنے کھڑا کرتا ہوں اور اس سے کہتا ہوں تو اپنے آپکو عقلمند سمجھتا ہے ——— یہ تیری غلط فہمی ہے۔ تو پرلے درجے کا بیوقوف ہے ——— تو اپنے آپ کو فطرت کا رازداں سمجھتا ہے ——— تو سمجھتا ہے کہ تیرے تخیل میں دنیا کی تمام وسعتیں سمٹی ہوتی ہیں ——— تو ہر راز سے واقف ہے مگر واقعہ یہ ہے کہ تجھے ایک چھوٹا سا راز بھی معلوم نہیں ہوتا کہ عورت پہلے عورت ہے بعد میں وہ خیالوں کی ملکہ اور سپنوں کی شہزادی بنتی ہے ——— تو مسخرا ہے بھانڈ ہے ——— سمجھا۔ تو کچھ بھی نہیں ہے ——— جا میری آنکھوں سے دور ہو جا۔

...... میں اب شاعر کو سزا دے رہا ہوں ——— شعر بیچتا ہوں، ساڑھیاں خریدتا ہوں ——— شاید ——— شاید ——— شاید وہ کسی روز واپس آ جائے ——— جبتک میں بہت سی ساڑھیاں جمع کروں گا ——— لیکن میں سوچتا ہوں وہ میرے شعر جمع کر کے کیا کریگا۔۔

(موسیقی کا ایک ٹکڑا شروع ہو ——— ذیل کا مکالمہ اس ٹکڑے پر سپر امپوز کیا جائے)

سیٹھ:۔ مالتی.....

مالتی:۔ مجھ سے کہا آپ نے۔

سیٹھ:۔ ہاں ——— لو دیکھو۔ میں آج تمہارے لئے کتنی اچھی چیز لایا ہوں۔

مالتی:۔ آپ ہمیشہ میرے لئے اچھی چیزیں ہی لایا کرتے ہیں۔

سیٹھ:۔ نہیں ـــــ خاص کر کے یہ چیز تو بہت ہی [illegible] ہے ـــــ تمہیں گانے کا
شوق ہے نا ـــــ

مالتی:۔ ہاں کبھی تھا ـــــ کبھی سنا کرتی تھی۔

سیٹھ:۔ میں تمہیں سناتا ہوں ـــــ پھر تم باجے پر اسی چیز کو گانا۔
(ذیل کے اشعار پڑھتا ہے)

یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
یہ میری دنیا پہ چھانے
یہ کچھ کھونے یا کچھ پانے
یہ بل کھاتا یہ شرماتا

مالتی:۔ ...... یہ کون آیا۔ یہ کون آیا
آنکھوں میں شرارت اور شوخی
شوخی میں ہے برق کی اڑی
جو دیکھ کے مجھ کو اٹھلایا
یہ کون آیا۔ یہ کون آیا

سیٹھ:۔ تمہیں تو یہ گیت پہلے ہی سے یاد ہے ـــــ کیا پڑھ چکی ہو کہیں۔

مالتی:۔ (چونک کر) ...... سیٹھ صاحب۔ یہ گیت آپ کہاں سے لائے ہیں۔ یہ کتاب
آپ کو کس نے دی ـــــ مجھے یہ گیت سارا زبانی یاد ہے۔

سیٹھ:۔ میں نے یہ گیت اور ایسے بہت سے گیت تمہارے لئے [illegible]
تمہیں پسند ہوں تو اور بھی آجائیں گے۔

مالتی :- (دیوانہ وار) . . . خریدے ہیں — خریدے ہیں — وہ مجھے بیچ رہا ہے — وہ مجھے بیچ رہا ہے — اس کو روکئے — سیٹھ صاحب اس کو روکئے — وہ مجھے بیچ رہا ہے (رونا شروع کر دیتی ہے) . . . . . وہ مجھ سے انتقام لے رہا ہے — وہ مجھے بیچ رہا ہے ۔

(فیڈ آؤٹ)

نقشِ فریادی

افراد

سہیل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاعر

نجمہ ۔ ۔ ۔ ۔ محبت زدہ عورت

اور تین چار محبت نصیب عورتیں

نوٹ:- ذیل کا تمہیدیہ شاعرانہ انداز میں پڑھا جائے۔ اس کے عقب میں کوئی ایسا ساز بجتا رہے جو موزوں و مناسب ہو۔

تمہیدیہ: شاعر شعر لکھتے آئے ہیں اور لکھتے رہینگے — جذبات کے دھارے بہتے آئے ہیں اور بہتے رہینگے
سازوں کے تار لرزتے رہے ہیں اور لرزتے رہینگے — پتھر میں سے مورتیاں ڈھلتی رہی ہیں اور ڈھلتی رہینگی
کاغذوں پر خیالات الجھتے رہے ہیں اور الجھتے رہینگے — دلفریب کہانیاں بنتی رہی ہیں اور بنتی رہیں گی

عشق کی آگ سلگتی رہی ہے اور سلگتی رہے گی — ہوس کی برفانی سلیں جمتی رہی ہیں اور جمتی رہیں گی
بھڑکتے ہوئے شعلے! —— پگھلا دینے والی گرمی! —— برف کے تودے
—— منجمد کرنے والی سردی! —— آگ اور برف —— برف ——
اور آگ......

نوٹ :- "آگ" کے ساتھ ہی فوراً ہجوم کا شور برپا ہو جائے۔ ایسا ظاہر کیا جائے کہ کہیں آگ لگی ہے۔ شور کے اس پردے پر ذیل کے ٹکڑے سپرامپوز کیے جائیں۔

ایک آدمی: آگ —— آگ —— آگ ——

بہت سے آدمی: (بیک زبان) آگ —— آگ —— آگ۔

(آگ بجھانے والے انجن کی آمد —— چند لمحات اس انجن کا شور جاری رہے۔)

دوسرا آدمی: سہیل مت جاؤ (زیادہ بلند آواز میں) سہیل مت جاؤ۔ آگ کے منہ میں مت جاؤ۔

سہیل: مجھے چھوڑ دو —— (گرفت سے نکل کر) .... چھوڑ دو مجھے۔

(آوازوں کا ہجوم —— آگ بجھانے والے انجن اور لوگوں کی چیخوں کا ملا جلا شور۔ چند لمحات کے بعد یہ شور آہستہ آہستہ فیڈ کر دیا جائے۔ اس کے بعد دوسرا منظر شروع ہو)

سہیل: (ہانپتے ہوئے) .... تم زندہ ہو —— تم زندہ ہو —— آنکھیں کھولو۔

نجمہ :۔ (گھٹی گھٹی آواز میں) ..... آگ ---- آگ۔

سہیل :۔ نجمہ جی ---- اب آؤ اس میں سے نکل کر دوسری آگ میں کود پڑیں۔

نجمہ :۔ (گھبرا کر) ..... تم ---- تم کون ہو ---- میں یہاں کیسے آئی؟

سہیل :۔ (اطمینان کا سانس لیکر) آہ۔ تم زندہ ہو ---- میرے تصور سے بھی کہیں زیادہ زندہ ہو۔

نجمہ :۔ میں یہاں کیسے آئی؟

سہیل :۔ دھوئیں کے مرغولوں میں تمہارے ان بالوں کی سیاہ لٹیں کتنی دلفریب دکھائی دیتی تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا رات کی تمام پراسرار تاریکیاں کسی نے آبنوسی ڈبیا میں بند کر دی ہیں۔

نجمہ :۔ تم کون ہو؟

سہیل :۔ وہ سُر جو اپنی جگہ سے اکھڑ گیا ہے۔

نجمہ :۔ میں نے پہچان لیا ---- تم سہیل موسیقار ہو ---- کیا یہ غلط ہے؟

سہیل :۔ میں سہیل موسیقار ہی ہوں۔

نجمہ :۔ میں نے دور سے تمہیں کئی بار دیکھا ہے ---- میں نے تمہارے نغمے بھی سنے ہیں۔

سہیل :۔ میں نے تمہیں آج پہلی بار دیکھا ہے ---- شعلے بھڑک رہے تھے دھوئیں کی چادریں تن رہی تھیں۔ اور تم چیخ رہی تھیں ---- تمہاری ایک چیخ میں نے سنی جو میرے بنائے ہوئے نغموں کے دل چیرتی ہوئی نکل گئی ---- میں بھاگا ---- دھوئیں اور آگ کے الجھاؤ میں گھس گیا۔ اور تمہیں اپنی گود میں

اٹھا کر یہاں لے آیا

نجمہ :۔ تم جانتے ہو میں کون ہوں۔

سہیل :۔ تم وہی ہو جو تم ہو   میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ جب آگ کے شعلے چاروں طرف بھڑک رہے تھے تو میں تمہارے تمتمائے ہوئے چہرے کو دیکھتا رہا تھا۔ جب دھوئیں کے بادل بکھر رہے تھے تو میں تمہارے پریشان بالوں کو سنوارتا رہا تھا   میں تمہیں چھو کر دیکھ چکا ہوں۔

نجمہ :۔ (مضطرب ہو کر) یہ تم نے کیا کیا؟

سہیل :۔ آگ میں کود اور اس سے ایک شعلہ نوچ کر لے آیا۔

نجمہ :۔ جھوٹ بولتے ہو۔   میں تو برف کی ایک ڈلی ہوں۔

سہیل :۔ غلط ہے —— شعلے کو اگر معلوم ہوتا کہ وہ شعلہ ہے تو اس میں یہ لپک اور تپش نہ ہوتی۔ برف کو اگر معلوم ہوتا کہ وہ برف ہے تو اس میں یہ نقطۂ انجماد نہ ہوتا   احساس شدت کو کم کرتا ہے بڑھاتا نہیں —— شعور۔ لاشعور کے مقابلے میں کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں

نجمہ :۔ تم مجھے ایک آگ سے بچا کر لے آئے ہو۔ . . .

سہیل :۔ دوسری آگ میں جھونکنے کے لئے

نجمہ :۔ تم کتنے شریر ہو —— لیکن مجھے تم سے کہیں زیادہ شرارتیں آتی ہیں جانے دو اس کھیل کو۔ ایک آگ ٹھنڈی ہو چکی ہے دوسری بھی ٹھنڈی کر دو۔

سہیل :۔ پہلے مجھے بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟

نجمہ :۔ نجمہ۔

سہیل :۔ نجمہ سنو ــــ محبت کی وہ چنگاری جو بھڑکتے ہوئے شعلوں کے درمیان اس دل میں پیدا ہوتی ہے کبھی ٹھنڈی نہیں ہو سکتی۔

نجمہ :۔ محبت کے چقماق پتھر سے اب تک کتنی چنگاریاں پھوٹ چکی ہیں ــــ کہاں ہیں یہ چنگاریاں ؟ ــــ یہ ننھی ننھی چنگاریاں !ــــ

سہیل :۔ محبت کا نام سن کر تمہارے ہونٹ نفرت سے سکڑ کیوں گئے ہیں ؟ ــ تمہارے چہرے پر حقارت کے جذبات کیوں بکھر گئے ہیں ؟ ــــ کیا محبت کسی من گھڑت چیز کا نام ہے ؟ ــــ کیا دل کا زیور محض ایک خیالی چیز ہے ؟ ــــ کیا میں سروں کی بھول بھلیوں میں اتنی دیر کسی موہوم شے کو تلاش کرتا رہا ہوں ؟ ــــ میری انگلیاں کیا ساز کے پردوں پر بیکار دوڑتی رہی ہیں ؟ ــــ کیا زندگی محض ایک حادثے کا نام ہے ؟

نجمہ :۔ آگ کا لگنا ایک حادثہ ہی تو تھا۔

سہیل :۔ تمہارا چیخنا بھی حادثہ تھا۔ میرا آگ میں کودنا بھی حادثہ تھا ــــ تمہاری گرم گرم سانسوں کے گھونٹ پینا بھی حادثہ تھا ــــ تمہیں یہاں اپنی گود میں اٹھا کر لانا بھی ایک حادثہ تھا ــــ میری زندگی کی بنیادوں کا کانپ جانا بھی ایک حادثہ تھا ــــ یہ سب حادثے تھے تاکہ ایک نئے اور بہت بڑے حادثے کی بنا ڈالیں۔

نجمہ :۔ تمہاری اس گرمجوشی سے مجھے ڈر لگتا ہے سہیل۔

سہیل :۔ ڈر اور خوف بے معنی چیزیں ہیں ــــ گرمجوشی نہ ہوتی تو دنیا میں ہر شے کا رنگ زرد ہوتا۔

نجمہ :- میں اب زیادہ دیر تمہارے پاس نہیں ٹھیر سکتی ــــ مجھے گھر جانا چاہیئے۔
سہیل :- گھر تمہارا جل کر راکھ ہو چکا ہے۔
نجمہ :- اس میں تھا ہی کیا جو راکھ ہوتا ـــــ اور بن جائے گا۔
سہیل :- میرا گھر تمہارے آنے سے آباد ہو گیا تھا۔
نجمہ :- سہیل مجھے نہ روکو ....
سہیل :- تم نہیں جا سکتی ہو نجمہ ـــــ میں تمہیں نہیں جانے دونگا ـــــ یاد رکھو اگر تم نے جانے کے لئے قدم اٹھائے تو میں تمہیں پکڑ کر اس زور کے ساتھ بھینچونگا کہ تمہاری روح نچڑ کر میرے سینے میں چلی آئے گی ـــــ تم نہیں جاؤ گی۔
نجمہ :- مجھے جانے دو سہیل .....
سہیل :- (جذباتی انداز میں) تم نہیں جاؤ گی ـــــ محبت کا وہ آتشیں پودا جو میں نے اپنے ہاتھ سے تمہارے دل میں گاڑا تھا جڑیں پکڑ چکا ہے ـــ اب تم میری ہو ـــــ آہ۔ مجھے تمہاری کس قدر ضرورت تھی ـــــ وہ موہوم سر جسے ایک زمانے سے میری انگلیاں ٹٹولتی رہی ہیں آج مجھے مل چکا ہے ـــــ عورت! ـــــ عورت!! ـــــ مرد کے لئے عورت بے حد ضروری ہے۔ اور نجمہ تمہارے بغیر سہیل ایک ایسا ساز تھا جس کی طرح میں نہ ہوں ؎
نجمہ :- (مجبوری کے انداز میں) .... سہیل .... سہیل .....
سہیل :- کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔
نجمہ :- تم نے مجھے اُس آگ میں کیوں نہ جلنے دیا .....

نوٹ :۔ (آہستہ آہستہ ذیل کی نظم شروع ہو)

ہاں ہم اس آگ سے آئے ہیں نہیں جس کو ثبات
شررو شعلہ عیاں لاکھ ہوئے
خس و خاشاک جلے راکھ ہوئے
آکہ اب کود پڑیں عشق کی آگ میں ہم
غیر فانی ہیں بھڑکتے ہوئے شعلے جس کے
تا ابد لوٹیں ہم
آرزوؤں کے دہکتے ہوئے انگاروں پہ
آکہ ہم روح کو صیقل کرلیں
تیرا جوبن ہے جواں سال ابھی
تجھے کیا اس سے کہ دنیا میں شب و روز ہیں کیوں؛
رائیگاں جائیں گے یہ لمحے دیکھ
پھر نہ لوٹ آئیں گے یہ لمحے دیکھ
آکہ اب کود پڑیں
غیر فانی ہے محبت کی بھڑکتی ہوئی آگ

نوٹ :۔ اوپر کی نظم کے سر آہستہ آہستہ مدہم ہو جائیں۔ پھر ایک لمحے کے لئے خاموشی طاری رہے اور تیسرا منظر شروع ہو۔ اس منظر کے عقب میں آہستہ آہستہ کوئی ساز بجتا رہے

نجمہ :۔ (آہستہ مگر جذبات بھری آواز میں) سہیل ایسی کتنی شامیں گزر چکی ہیں؛

سہیل :۔ کس کمبخت کو یاد ہے —— جانے کتنی گزر چکی ہیں —— محبت حساب کی بہت کچی ہوتی ہے۔

نجمہ :۔ سہیل مجھے ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے کہ میں نے ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد تھک کر گرم گرم قہوے کی پیالی پی ہے اور نرم نرم لحاف اوڑھ کر لیٹ گئی ہوں — مجھے ایسا کیوں لگتا ہے؟ —— یہ میٹھی میٹھی سی تھکن —— یہ شیر گرم سا اضمحلال جس میں کہ میں لپٹی ہوئی ہوں مجھے کیوں اچھا لگتا ہے! ——

سہیل :۔ یہ تھکن —— یہ شیر گرم سا اضمحلال ہی زندگی کا عرق ہے ——

نجمہ۔ زندگی کتنی خوبصورت چیز ہے! —— ہری ہری گھاس کا بستر —— اوپر نیلا نیلا آسمان اور اس پر ہوا سے ادھر ادھر اڑتے سفید بادلوں کے ٹکڑے —— کیا ایسا معلوم نہیں ہوتا کہ شاہجہاں کے نامکمل مرمریں خواب حقیقت بننے کے لئے بیتاب ہیں —— ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے اس کے ہر جھونکے میں دبے پاؤں آنے والی شام کے ریشمی لباس کی کتنی سرسراہٹیں گھلی ہوئی ہیں ——

نجمہ :۔ سرسراہٹیں .....!

سہیل :۔ فضا ایک بے آواز موسیقی سے معمور ہے —— رات کی سیاہ اور گھنی پلکوں پر دن اپنے اجلے پر تول رہا ہے۔ آسمان کی سرخی مائل نیلاہٹوں میں کتنے ناگفتہ شعر لپٹے ہوئے ہیں —— (وقفہ) —— اس ماحول میں دماغ میرا ایک جھاڑ سا بن گیا ہے جس میں خیالات بلوریں قمقموں کی طرح جھم جھم

کرتے ہیں۔

نجمہ:۔ سہیل تم شاعر بھی ہو......

سہیل:۔ یہ تمہارا ہی ایک ادنےٰ کرشمہ ہے ورنہ سہیل کے دل میں ان تمام لطافتوں کی آنکھیں مندی رہتیں ——

(وقفہ)

نجمہ:۔ (اضطراب کے ساتھ) مجھے چھوڑ مت جانا!

سہیل:۔ کیسی باتیں کرتی ہو نجمہ۔

نجمہ:۔ (اضطراب کے ساتھ) سہیل مجھے معاف کر دو۔ مگر یہ دنیا اس قدر حسین نہیں جتنی کہ اب نظر آتی ہے —— غازے کا یہ خوبصورت غبار جو اس وقت کائنات پر چھا رہا ہے مجھے پیارا لگتا ہے۔ لیکن میں اسے ہاتھ لگاتے ڈرتی ہوں —— بچپن میں جب میں تیتریوں کو پکڑا کرتی تھی تو ان کے پروں کے خوبصورت رنگ میری انگلیوں کے ساتھ لگ جایا کرتے تھے —— میں ڈرتی ہوں —— اسی لئے میرا جی چاہتا ہے کہ ہم دونوں اس باغ میں پتھر کی دو مورتیاں بن جائیں —— جو کچھ اس وقت نظر آتا ہے پتھر میں ڈھل کر دیرپا ہو جائے —— تمہاری تمام باتیں ننھے ننھے سنگریزے بن کر اس سامنے والی ندی میں لڑھک جائیں —— مجھے ڈر ہے کہ یہ لذیذ گھڑیاں پگھل جائیں گی —— یہ سیال مسرت ایسی ڈھلوانوں میں بہ جائے گی کہ اس کا نام و نشان تک نہیں ملے گا..... مجھے چھوڑ مت جانا سہیل.....

سہیل:۔ تمہیں چھوڑ کر سہیل کہاں جائے گا پیاری —— جس طرح راگ سے

کوئی سر علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح سہیل کی زندگی سے تم جدا نہیں
ہو سکتیں۔

نجمہ :۔ ایک بار پھر یہی کہو۔

سہیل :۔ لو سنو...... نہیں تم خود کہو

عقب میں جو ساز بج رہا تھا ابھر آئے۔ پھر آرکسٹرا کے دوسرے ساز بھی ہم
آہنگ ہو جائیں اور نویل کا گیت شروع ہو۔

چاند سے پھوٹا درد کا دھارا
ڈوب رہا ہے سکھ کا تارا
سُونا سُونا ہے جگ سارا
آجا میرے پاس
میں ہوں تیرے من کی آس

میں ہوں ایک سہانا سپنا
سپنوں سے قائم سندرتا
رس کی بوندیں پریم کی برکھا
سکھ کی جھیل پہ جیون نیّا
آجا میرے پاس

میں ہوں تیرے من کی آس

شبنم پھول کی پیاس بجھائے
چاند چکور کو پاس بلائے
بھونرا پھولوں پر منڈلاتے
تو کیوں اپنا من ترسائے
آجا میرے پاس
میں ہوں تیرے من کی آس

اس گیت کے سر آہستہ آہستہ تحلیل ہو جائیں ——— پھر تیسرا منظر نجمہ کی سسکیوں سے شروع ہو۔

تسنیم :۔ نجمہ تم رو رہی ہو۔
نجمہ :۔ اس لئے کہ ہنستی بہت رہی ہوں۔
نبیلا :۔ یہ تمہیں ایکا ایکی کیا ہو گیا؟
نجمہ :۔ ایکا ایکی کہاں ہوا ہے ——— یہ سب کچھ ایکا ایکی ہوتا تو دل کی حرکت ایک دم بند ہو جاتی۔ رونا تو اسی بات کا ہے کہ جو کچھ ہوا آہستہ آہستہ ہوا ہے ہو رہا ہے۔ اس قدر دھیرے دھیرے کہ یہ آنسو جو اب آنکھوں سے نکل رہے ہیں جانے پہچانے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ گھلا ہوا صدمہ میں خود اپنی اوک سے

پیتی رہی ہوں۔

تسنیم :۔ نجمہ آنسو معمے نہیں ہوتے۔

نجمہ :۔ دنیا میں کوئی چیز بھی معمہ نہیں تسنیم۔ زندگی کا دھاگا بہت صاف اور سیدھا ہے اس میں الجھاؤ تو ہم خود پیدا کرتے ہیں ——— آہ۔ یہ الجھاؤ ——— کچھ دن پہلے دنیا کتنی سندر دکھائی دیتی تھی۔ ایسا لگتا تھا وقت کا چکر ایک صحت افزا مقام پر رک گیا ہے۔ ہوائیں لطیف اور خوشبوؤں میں بسی ہوتی تھیں۔ جی چاہتا تھا کہ یہ، بس یہیں رکا رہے ——— پر جب ہولے ہولے آنکھیں کھلیں تو دیکھا وقت کا چکر اسی طرح چل رہا ہے ——— میں بہت آگے نکل چکی ہوں۔ پیچھے مڑ کر جب دیکھا تو ماضی کے ریگستان میں اس کانچ کے سپنے کے ریزے چمکتے نظر آئے ——— کانچ کتنا ہی سندر ہو آخر کانچ ہے۔

نبیلا :۔ سہیل .....

نجمہ :۔ اس کا نام نہ لو نبیلا ——— خدا کے لئے اس کا نام نہ لو ——— میں اس کو بھول جانا چاہتی ہوں۔

نبیلا :۔ نہیں نجمہ۔ تم اسے نہیں بھول سکتیں۔ وہ بھی تمہیں نہیں بھلا سکتا ——— کیا دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے صرف بھول جانے کے لئے ہوتا ہے؟ ——— تم بھولتی ہو۔ ضرور تمہارے دل میں بے بنیاد شکوک پیدا ہو گئے ہیں ——— سہیل تمہیں دھوکا نہیں دے سکتا ——— کیوں تسنیم تمہارا کیا خیال ہے۔

تسنیم :۔ سہیل کبھی دھوکا نہیں دے سکتا۔ اگر اس نے تمہیں دھوکا دیا ہے تو سمجھنا پڑے گا۔ یہ دنیا خود ایک بہت بڑا فریب ہے۔

نبیلا :۔ غلط ہے، یہ دنیا فریب نہیں ہے —— یہ فریب نہیں ہو سکتا۔

نجمہ :۔ یہ فریب اتنا بڑا ہے کہ فریب دکھائی نہیں دیتا۔

نبیلا :۔ تو اسے ختم کر دینا چاہیئے۔

نجمہ :۔ مجھ میں اتنی ہمت کہاں؛ —— اگر مجھ میں اتنی ہمت ہوتی بھی تو میں اسے ختم نہ کرتی —— میں صرف اس کو بھولنا چاہتی ہوں۔ باقی تمام چیزیں میں یاد رکھنا چاہتی ہوں۔

تسنیم :۔ آخر ہوا کیا؛

نجمہ :۔ سہیل موسیقار ہے —— ایک راگنی اس نے بنائی تھی۔ اس کو بنا کر وہ کچھ دن خوش رہا۔ اب وہ نئے سُروں کی تلاش میں ہے۔

تسنیم :۔ تم کو پا کر وہ سب راگنیاں بھول گیا تھا۔

نجمہ :۔ مجھے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام کڑوی حقیقتیں جانتے ہوئے بھی میرے دل کے کسی گوشے میں یہ خواہش پیدا ہوتی ہے کہ میں سہیل کے چاروں طرف ایک دیوار بن جاؤں اور اسے قید کر لوں —— مگر ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اب اسے نہیں پا سکتی۔

تسنیم :۔ کیوں؟

نجمہ :۔ وہ جب میرے نزدیک آ رہا تھا تو در اصل وہ مجھ سے بہت دور جا رہا تھا میں سمجھ نہ سکی —— میں اس کو بالکل سمجھ نہ سکی۔

نبیلا :۔ تمہیں اس کا افسوس ہے۔

(وقفہ)

نجمہ :۔ میں اس کا کیا جواب دوں —— نہیں، مجھے افسوس نہیں ہے۔

(وقفہ)

تسنیم :- مجھے یقین نہیں آتا ــــ انہونی سی بات ہے ــــ سہیل کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔

نجمہ :- (لہجے سے فکر کو دور کر کے) چھوڑو اس قصے کو ــــ (اپنے آپ کو بہلا دیتی ہے)
دنیا اسی طرح فریب ہے ــــ اس کی رنگینیاں اسی طرح قائم ہیں ــــ کوئی چیز کم یا زیادہ نہیں ہوتی (مینڈکوں کی آواز آہستہ آہستہ فیڈ اِن کی جاتی ــــ یہ آواز اس منظر کے آخر تک جاری رہے) . . . . . وہ دیکھو اس جوہڑ کے ساکن پانی پر چاندنی کیسا منظر پیش کر رہی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑی کٹھالی میں چاندی پگھل رہی ہے۔ چاروں طرف خاموشی ہے۔ یہ اونچے اونچے پیڑ اور یہ پست قد جھاڑیاں یوں چپ چاپ ہیں جیسے ایک نہایت ہی دلچسپ کہانی سن رہی ہیں ــــ دنیا اسی طرح خوبصورت ہے۔ اس کی خوبصورتی میں کوئی فرق نہیں آیا ــــ وہ دیکھو جوہڑ کے پاس مٹی کے اس ڈھیلے پر ایک مینڈک بول رہا ہے . . . کتنی پیاری آواز ہے . . . . (آواز بھرا جاتی ہے اور ایک دم پھوٹ کے رونا شروع کر دیتی ہے)
. . . . . سہیل . . . . سہیل . . . . . . !!

مینڈک کی آواز چند لمحات کے بعد تحلیل کر دی جائے۔ پھر چوتھا منظر شروع ہو

اختری :- سہیل میرے پاس بیٹھو۔ آؤ میٹھی میٹھی باتیں کریں۔

سہیل :- (وقفہ) چلو شروع کرو ــــ آج میری زندگی میں مصری گھول دو۔

اختری :- صرف آج ہی کیوں ہمیشہ کے لئے کیوں نہیں؟

سہیل:- اور میں پوچھتا ہوں کہ سا .ی ہمیشگی آج ہی کیوں نہ جمع کر دیں ——
جو کچھ کل یا پرسوں ہونے والا ہے آج ہی کیوں؟

اختری:- سہیل ہر بار یہی ہوتا ہے۔ ہم ہمیشہ وقت سے کچھ آگے ہی رہتے ہیں —
جب سے تم آئے ہو آج آنے والی کل بنی رہی ہے —— تم اتنی دیر کہاں
چھپے ہوئے تھے؟

سہیل:- آج اور کل کے اسی الجھاؤ میں کہیں پھنسا ہوا تھا۔

اختری:- کہ میں نے تمہیں نکال لیا۔

سہیل:- اور جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تو مجھے تعجب نہ ہوا —— تم نے مجھے
اجنبی نہ پایا اس لئے کہ تم میرے لئے اجنبی نہیں تھیں —— تمہارا تصور بہت دیر
سے میرے دماغ میں موجود تھا —— (وقفہ) .... اختری۔

اختری:- بولو۔

سہیل:- بس کہہ دیا جو کہنا تھا —— دنیا میں خاموشی نہ ہوتی تو طبیعت جذبات کا اظہار
کس قدر مشکل ہو جاتا۔

اختری:- درست ہے پر اس وقت میں خاموشی نہیں چاہتی —— تم پاس ہوتے ہو تو جی
چاہتا ہے کہ بولتے چلے جاؤ۔ باتوں کی سیڑھی اوپر کو اٹھتی چلی جائے حتیٰ کہ میں تاروں
کی دنیا میں پہنچ جاؤں۔

سہیل:- (ازراہِ مذاق) پر وہاں تمہیں سہیل نہیں ملے گا۔

اختری:- تمہیں ساتھ لے کر چلوں گی۔

سہیل:- چلو چلیں۔

اختری :- آؤ میرے پاس آجاؤ ــــــ اور زیادہ قریب آجاؤ۔

آہستہ آہستہ میوزک شروع ہو اور اختری ذیل کا ایک بند گائے۔

میں ہوں ایک سہانا سپنا
سپنوں سے تمام سندرتا
رس کی بوندیں پریم کی برکھا
سکھ کی جھیل پہ جیون نیا
آجا میرے پاس ــــــ میں ہوں تیرے من کی آس

(گیت کی دھن سازوں پر بجتی رہے۔ ذیل کا مکالمہ اس پر سپر امپوز کیا جائے)

سہیل :- (مضطرب ہو کر) اختری یہ کیسا گیت ہے۔

اختری :- تمہارا ہی تو ہے۔

سہیل :- میرا ــــــ تم نے کہاں سے سیکھا؟

اختری :- آجکل ہر ایک کی زبان پر ہے۔

سہیل :- ہر ایک کی زبان پر کیسے ہو سکتا ہے۔

(گیت کی دھن چند لمحات سازوں پر جاری رہے۔ پھر ذیل کا بند کوئی اور لڑکی گائے)

شبنم پھول کی پیاس بجھائے
چاند چکور کو پاس بلائے
بھونرا پھولوں پر منڈلائے

تو کیوں اپنا من ترسائے

آجا میرے پاس —— میں ہوں تیرے من کی آس

(گیت کی دھن سازوں پر بجتی رہے۔ پھر ذیل کا مکالمہ اس پر سپر امپوز کیا جائے)

سہیل: شبنم اور پھول سب بکواس ہے —— چاند اور چکور کی محبت ایک من گھڑت داستان ہے —— یہ گیت واہیات ہے۔ اس کا کوئی مطلب نہیں —— لوگ پاگل ہیں جو اسے گاتے ہیں۔ اس کا کوئی مطلب نہیں۔

(گیت کی دھن چند لمحات سازوں پر جاری رہے۔ پھر ذیل کا بند کوئی دوسری لڑکی گائے

چاند سے پھوٹا درد کا دھارا
ڈوب رہا ہے سکھ کا تارا
سونا سونا ہے جگ سارا
تو پھرتا ہے مارا مارا

آجا میرے پاس —— میں ہوں تیرے من کی آس

(چند لمحات تک اس گیت کی دھن سازوں پر بجتی رہے پھر آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ کر دی جائے۔ اس کے بعد ذیل کا منظر سہیل کے قہقہوں سے شروع ہو)

سہیل:۔ خدا جانے یہ کس بیوقوف کا گیت ہے۔ —— آؤ —— ہنسیں ہنسی ہی دنیا کا سب سے بڑا گیت ہے۔ —— زہرہ۔ تم ہنستی کیوں نہیں ہو۔

زہرہ:۔ مجھے ہنسی نہیں آتی۔

سہیل:۔ تو میرے سامنے سے ہٹ جاؤ —— انوری تم ہنسو۔

انوری: (ہنسنے کی کوشش کرتی ہے)

سہیل :- کچھ نہیں کھل کے ہنسو ـــــ یہ علیل ہنسی مجھے پسند نہیں ـــــ صحت مند ہنسی کا ایک فوارا چھوٹنا چاہیئے ـــــ دیوانہ وار ہنسو ـــــ مشتری ادھر آؤ۔

مشتری :- تمہیں کیا ہو گیا ہے سہیل ؟

سہیل :- مجھے کیا ہوا ہے ؟ ـــــ مجھے کیا ہو سکتا ہے ؟ ـــــ میں عیش چاہتا ہوں ـــــ دنیا کی تمام عشرتوں کا منہ چومنا چاہتا ہوں ـــــ تمہیں کچھ ہو گیا ہے ـــــ تم اب عورتیں نہیں رہی ہو۔

زہرہ :- سہیل۔

سہیل :- (چونک کر) یہ مجھے کس نے پکارا ؟ ـــــ اوہ۔ زہرہ ـــــ آؤ۔ ادھر آؤ ـــــ تم کہاں چھپی ہوئی تھیں ـــــ آؤ۔ میری آنکھوں کے سامنے آؤ ـــــ تم عورت ہو تمہارا رواں رواں عورت ہے ـــــ آؤ۔ اپنی ان مخروطی انگلیوں سے میرے بالوں میں کنگھی کرو کہ مجھے نیند آجائے ـــــ کئی رت جگے میری آنکھوں میں جمائیاں لے رہے ہیں۔ مجھے سلا دو۔

زہرہ :- سو جاؤ۔

سہیل :- نہیں میں نہیں سوؤں گا ـــــ نیند بیکار چیز ہے۔ میں جاگتا رہوں گا ـــــ آہ۔ زہرہ۔ تم خوبصورت ہو ـــــ مجھے ـــــ مجھے لفظ نہیں ملتے کہ تمہاری خوبصورتی بیان کر سکوں۔

زہرہ :- پہلے تمہیں لفظ مل جایا کرتے تھے۔

سہیل :- یہ کیا بکواس ہے ـــــ پہلے ـــــ پہلے ـــــ پہلے کیا ہوتا تھا جواب نہیں ہوتا ـــــ میرے پاس لفظوں کا ذخیرہ ویسے کا ویسا موجود ہے۔

زہرہ :- کیا تم اسی طرح بکواس کیا کرتے تھے؟

سہیل :- (وقفہ) مجھے معاف کر دو زہرہ —— میرے لہجے میں کیا کھردراپن آ گیا تھا (تیزی سے — موڈ بدل کر) ... چلو آؤ کسی باغ میں چلیں —— انوری مشتری تم بھی آؤ۔ فضا تاروں کی چھاؤں میں ایک محفل گرم کی جائے۔ آج میں سازوں کے تسلسل پیچیدہ کر دوں گا۔ سہیل کی انگلیاں پردوں پر یوں دوڑیں گی جیسے بادلوں میں بجلی کی دھاریاں —— آج رات ایک نئی زندگی کا دور شروع ہو —— اس دور کا ذرہ ذرہ نیا ہوگا —— پرانے نقش آج پیروں سے مٹا دیئے جائیں گے۔ ان کے بدلے نئے بیل بوٹے بنیں گے —— آؤ باغ میں چلیں (آگ بجھانے والے انجن کی آواز فیڈ ان کی جائے۔ یاد رہے کہ یہ آواز بہت ہولے ہولے آئے) ..... یہ کیسی آواز ہے ..... (مضطرب ہو کر) یہ کیا ہوا —— زہرہ تم سنتی ہو؟

زہرہ :- گھنٹہ سا بج رہا ہے۔

سہیل :- مشتری تم نے بھی یہ آواز سنی۔

مشتری :- سن رہی ہوں۔

سہیل :- کیا یہ میرا واہمہ تو نہیں۔

مشتری :- کہیں آگ لگی ہے۔

سہیل :- (دیوانہ وار) ... آگ —— آگ —— کہاں لگی ہے آگ؟

زہرہ :- سہیل تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ آگ یہاں تھوڑے ہی لگی ہے۔

سہیل :- میں جانتا ہوں کہاں لگی ہے —— میں جانتا ہوں یہ آگ کس نے لگائی ہے؟ —— مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ اس میں کون جل رہا ہے —— کیا تمہیں اس کی خبر

نہیں سنائی دیتیں۔

زہرہ:۔ کس کی؟

سہیل:۔ تم اسے نہیں جانتی ہو —— میں جاتا ہوں —— مجھے جلد بھاگنا چاہئے ——
(دروازے پر زور زور سے مکیاں مار رہا ہے) دروازہ کھولو —— دروازہ کھولو ——
جلدی کھولو —— مجھے دیر ہو جائے گی۔

زہرہ:۔ کھولتی ہوں۔ پر تم جا کہاں رہے ہو؟

سہیل:۔ نجمہ کے پاس —— ایسا نہ ہو کہ بیچاری جل جائے —— تم اس کی آواز
نہیں سنتی ہو؟ (دروازہ کھلنے کی آواز۔ اس کے ساتھ ہی ذیل کا بند گونج گائے)

چاند سے پھوٹا درد کا دھارا!
ڈوب رہا ہے سکھ کا تارا
سونا سونا ہے جگ سارا
تو پھرتا ہے مارا مارا
آجا میرے پاس —— میں ہوں تیرے من کی آس

نوٹ:۔ "آجا میرے پاس —— میں ہوں تیرے من کی آس" بار بار دہرایا جائے ——
یہ بند اور آخر کی یہ دو سطریں کچھ اس طرح گائی جائیں کہ ان کا ایک ایک لفظ سنائی
دے۔ مگر عقب میں آگ بجھانے والے انجن کا شور برابر جاری رہے —— جب
بند پورا گا لیا جائے تو سہیل کہے)

سہیل:۔ میں آرہا ہوں —— میں آرہا ہوں

زہرہ:۔ کہاں جا رہے ہو سہیل —— یہ کیا پاگل پن ہے۔

سہیل :۔ مجھے چھوڑ دو ـــــ مجھے چھوڑ دو ـــــ تم اس نقش کی فریاد نہیں سنتی ہو۔ جس کو میں نے خود بنایا تھا۔

نوٹ :۔ آگ بجھانے والے انجن کا شور زیادہ بلند ہو جائے۔ اس کے ساتھ ہی مجمہ کے گائے ہوئے یہ بول "آجا میرے پاس ـــــ میں ہوں تیرے من کی آس" بلند تر ہو جائیں۔ آخر میں یہ دونوں چیزیں بلند ترین ہو جائیں ـــــ پھر آہستہ آہستہ ان کو تحلیل کر دیا جائے۔

جب شور ختم ہو جائے تو ذیل کا ٹکڑا دردناک سُروں پر سپر امپوز کیا جائے۔

ایک آدمی :۔ روئی کے گودام میں آگ لگی تھی ـــــ سہیل اس میں کیوں گھس گیا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔

دردناک سُر چند لمحات تھرتھرا کر خاموش ہو جائیں۔

(فیڈ آؤٹ)

بیمار

افراد

کمار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (بیمار)

گڈوانی ۔ ۔
رشید ۔ ۔ ۔
بیدی ۔ ۔ ۔ } کمار کے دوست
آتما سنگھ ۔ ۔

مادھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔۔ کمار کا نوکر

(کھانسنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

کمار:۔ (کھانستا ہے) مادھو۔۔۔ مادھو۔۔۔۔ (کھانستا ہے)۔۔۔۔ مادھو۔۔۔

مادھو:۔ (آواز دور سے آتی ہے) جی آیا صاحب۔

کمار:۔ادھر آجا گ کے۔۔۔ ہیں ۔۔۔ اُف ۔۔۔ اف، اس بخار نے مجھے کس قدر
نڈھال کر دیا ہے ۔۔۔ (کھانستا ہے) ارے مادھو!

مادھو:۔ آیا صاحب ۔۔۔ بس ابھی حاضر ہوا سرکار (آواز دور سے آتی ہے) ۔۔۔

کمار:۔ تُو جب تک حاضر ہوگا، میری جان لبوں تک آجائیگی کمبخت ۔۔۔ معلوم ہوتا ہے
تجھے بخار سے کبھی واسطہ نہیں پڑا۔

مادھو:۔ کیا حکم ہے سرکار ؟

کمار:۔ سرکار کے بچے ۔۔۔ اتنی دیر سے جو تجھے بلا رہا ہوں کیا تو نے کانوں میں مٹی
ٹھونس رکھی ہے۔

مادھو:۔ میں ۔۔۔ میں ۔۔۔۔ سرکار، باورچی خانے میں برتن صاف کر رہا تھا۔ فرمایئے
کیا حکم ہے ؟

کمار:۔ مجھے دوا پلا ۔۔۔ وقت ہو گیا ہے اور تجھے خبر ہی نہیں ۔۔ کوئی مرے کوئی جیئے
تیری بلا سے ۔۔۔۔ (کھانستا ہے) پردیس تو ویسے ہی دکھ سے بھرا ہوتا ہے اور جب بخار
چڑھ جائے۔ تو اور مصیبتیں آگھیرتی ہیں ۔۔۔ (کھانستا ہے) دوست یار اتنے ہیں پر کسی
نے بھولے سے بھی تو اس طرف کا رُخ نہیں کیا ۔۔۔۔ دوا بنائی تو نے ؟

مادھو:۔ بنالی سرکار ۔۔۔ جو دوا ڈاکدار صاحب نے رات کو بلائی تھی، تھوڑی سی، چار پانچ
گھونٹ وہ بھی میں نے مسکچر میں ڈال دی ہے۔

کمار:۔ کیا ؟

مادھو:۔ یہ بوتل والی ۔۔۔۔ (میز پر سے بوتل اٹھانے کی آواز) یہ رہی بوتل سرکار!

کمار:۔ (زور سے) تیرا ستیاناس ہو ۔۔۔۔ برانڈی کے تین پگ غارت کر دیئے نابکار ۔۔۔

(کھانستا ہے) یہ تجھ سے کس نے کہا تھا کہ فیور مکسچر میں برانڈی گھول دے........

مادھو:۔ نہیں صاحب۔ دوسری بوتل کی دوا بھی تو ڈال دی ہے۔

کمار:۔ کون سی؟

مادھو:۔ یہ رہی صاحب (بوتل اٹھانے کی آواز)

کمار:۔ تیرا بیڑا غرق ہو مادھو...... تیرا بیڑا غرق ہو...... جا دور ہو جا (کھانستا ہے) پاجی...
...یو ڈی کلون کی ساری شیشی تو نے فیور مکسچر میں ڈال دی ہے... تیرا ستیاناس ہو
(کھانستا ہے) تو آج مجھے کس قسم کی دوا پلانا چاہتا ہے؟

مادھو:۔ سرکار....!

کمار:۔ خبردار جو تو نے اب کوئی بات کی.... بھاگ جا یہاں سے، بھاگ جا....
ارے میں تجھ سے کیا کہہ رہا ہوں.... دور ہو جا میری نظروں سے۔

مادھو:۔ اچھا صاحب، جاتا ہوں.... پر....

کمار:۔ تو چلا جا یہاں سے۔ میں کچھ سننا نہیں چاہتا.... (کھانستا ہے)..... اُف اُف....
کھانسی سے برا حال ہو رہا ہے۔ اور اس نابکار نے ساری دوا کا ستیاناس مار دیا ہے....
یہ تو خیر گزری جو میں نے اس سے پوچھ لیا۔ ورنہ فیور مکسچر میں برانڈی اور یو ڈی کلون پینا پڑتے
(بے اختیار ہنستا ہے) فیور مکسچر، برانڈی اور یو ڈی کلون.... کیا جوڑ ہے (ہنستا ہے)
(گھنٹی بجتی ہے)

کمار:۔ چلے آؤ.... بھئی چلے آؤ.... (آہستگی سے) شکر ہے کوئی آیا تو ہے۔
(دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دیتی ہے)

گڈوانی:۔ کیا قصہ ہے بھئی آج.... تم پیٹ بھر کے ہنس رہے ہو.... کیا گم شدہ

آیا ہے..... یا کسی لاٹری کا ٹکٹ نکل آیا ہے؛

کمار:۔ (زور سے ہنستا ہے.... پھر زور زور سے کھانسنا شروع کر دیتا ہے)

گڈوانی:۔ ارے کیا ہو گیا ہے تمہیں پاگل تو نہیں ہو گئے...... اور یہ کمبل کیا اوڑھ رکھے ہیں تم نے؛

کمار:۔ (کمزور آواز میں) بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں سب کچھ بتاتا ہوں (کھانستا ہے) کل سے مجھے بخار آ رہا ہے کھانسی بھی ہے (کھانستا ہے)

گڈوانی:۔ تو کونسی آفت آ گئی۔

کمار:۔ کل رات ڈاکٹر بلایا تھا۔ ایک مکسچر دے گیا ہے۔ دو خوراکیں پی ہیں۔ اب تیسری پینا تھی۔ مادھو کو بلایا کہ بوتل میں سے دوا انڈیل دے۔ اور اس نے یہ ساری بوتلیں گلاس ہی خالی کر دیں۔

گڈوانی:۔ یہ، ڈی کلون، اور برانڈی؛

کمار:۔ ہاں، ہاں، یہ پڑا ہے نا گلاس!

گڈوانی:۔ (ہنستا ہے) بائی گاڈ.... تمہارا یہ مادھو اب اس قابل ہو گیا ہے کہ اسے چڑیا گھر بھیج دیا جائے۔

کمار:۔ میں اس کی بیوقوفی پہ ہنس رہا تھا۔

گڈوانی:۔ اور میں تمہاری بیوقوفی پہ ہنس رہا ہوں تمہیں کھانسی ہو رہی ہے۔ بخار بھی ہے اور ابھی تک تم نے علاج ہی شروع نہیں کیا۔

کمار:۔ مکسچر پی تو رہا ہوں۔

گڈوانی:۔ وہ بھی اسی قسم کا ہوگا۔ جیسے کہ تمہارے مادھو نے تیار کیا ہے.... یہ ڈاکٹر جبلا

کیا جانیں کھانسی اور بخار کا علاج ... تم نے کل مجھے اطلاع دی ہوتی تو میں یوں چٹکیوں میں ٹھیک کر دیتا ..... خیر اب بھی سب ٹھیک ہو جائیگا .. مادھو کہاں ہے؟

کمہار :- اندر ہے کھانستا ہے،

گڈوانی :- مادھو ... مادھو!

مادھو :- آیا صاحب .... کیا حکم ہے سرکار؟

گڈوانی :- تو اتنا بڑا ہو گیا ہے، منہ پر اتنی بڑی داڑھی لئے پھرتا ہے پر ابھی تک تجھے بخار کا علاج معلوم نہیں ہوا — جا کسی عطار کی دکان سے دو پیسے کی املی اور دو پیسے کا آلو بخارا لے آ .... اور ساتھ ہی بازار سے مٹی کا ایک آبخورہ بھی لے آئیو ... سمجھ میں آگیا نا؟ دو پیسے کی املی اور دو پیسے کا آلو بخارا بھاگ کے جا۔

کمہار :- کھانستا ہے، املی اور آلو بخارا؟

گڈوانی :- تم یوں پوچھتے ہو۔ جیسے میں نے سمرقند اور بخارا منگوانے بھیجا ہے!

کمہار : گڈوانی ..... یہ دونوں چیزیں کھٹی ہیں اور میں دیکھتا ہوں، کھانسی سے مر رہا ہوں۔

گڈوانی : تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے ..... لوہے کو لوہا ہی کاٹ سکتا ہے۔ کھانسی کا توڑ صرف املی اور آلو بخارا ہے۔ پرانے زمانے کا سب سے اچھا علاج ہے۔ سو کیا ریو کی ایک دوا ہے۔ ذرا اپنی زبان تو دکھاؤ۔

کمہار :- (منہ کھولنے کی آواز) لو۔

گڈوانی :- ذرا اور باہر نکالو میں کھینچ تو نہیں لوں گا۔ آ کرو۔

کمار:۔ (زور سے منہ کھولتا ہے) آ۔

گڈوانی:۔ کتنی میل ہے۔ اُف۔ . . . کتنی میل ہے۔ تمہیں قبض کی شکایت بھی ہے بس اس دوا سے یوں آرام آجائیگا۔ یوں (چٹکی بجاتا ہے) . . . مادھو لے کر آئے تو اس سے کہنا وہ املی اور آلو بخارے کو آبخورے کے اندر ڈال کر اس میں پاؤ بھر پانی ڈالدے۔ اس آبخورے کو کھلی چھت پر رات بھر اوس میں پڑے رہنے دینا۔ صبح اٹھ کر اسے چھان کے پی لینا۔

کمار:۔ آرام آجائیگا؟

گڈوانی:۔ فوراً۔ اچھا میں اب جاتا ہوں۔ کل دوپہر تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے۔ کلب میں ملاقات ہوگی۔ گڈبائی۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) دروازہ بند کر دینا۔

(گڈوانی سیٹی بجاتا ہوا چلا جاتا ہے۔ مادھو اندر داخل ہوتا ہے)

کمار:۔ (کھانستا ہے) مادھو لے آیا سب چیزیں؟

مادھو:۔ جی ہاں صاحب —— آپ کے دوست رشید صاحب آئے ہیں۔

کمار:۔ کہاں ہیں؟

مادھو:۔ بس آرہے ہیں صاحب . . .

رشید:۔ سناؤ میاں۔ یہ املی اور آلو بخارے کی چٹنی کب کھانا شروع کی ہے —— مادھو کہتا ہے تمہیں کھانسی ہو رہی ہے اور اس پر تم نے یہ کیوں خودکشی کرنیکا خیال ہے۔ جینے سے تنگ آگئے ہو۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) اسے بھی دوا ہے۔ گڈوانی آیا تھا۔ وہی نسخہ کیا ہے۔ نفاست

کہتا تھا یوں چٹکیوں میں آرام آجائیگا۔

رشید:۔ آرام چٹکیوں میں آجائیگا۔ اس میں کوئی شک نہیں.... آج اس نسخے کو پورے یوں چٹکیوں میں تمہارا گلا اندر سے پھول جائیگا۔ سانس رک جائیگا اور تمہاری ٹیڑیاں مرگھٹ کے کسی کونے میں جل رہی ہوں گی۔

کمار:۔ جانے دو یار مذاق کو —— میری جان نکل رہی ہے اور تمہیں ہنسی سوجھتی ہے.... کیا سچ مچ دوا ٹھیک نہیں: (کھانستا ہے)

رشید:۔ میرے بکار س۔ انجورن۔ املی۔ آلو بخارا تیل کے پکوڑے۔ آم کا اچار بیر۔ لال بیر بھی۔ یہ سب کوٹ کر کھا جاؤ اور دوسری دنیا کا ٹکٹ کٹوا لو۔

کمار:۔ اب جانے بھی دو مذاق کو —— کیا اس دوا سے آرام نہ آئے گا۔

رشید:۔ اگر دائی کے نسخے کامیاب ہونے لگتے تو شہر کے سارے ڈاکٹر اور حکیم سینگ بیچنا شروع کر دیں۔ ارے بابا کبھی سنا ہے آج تک کسی نے کہ کھانسی کا علاج املی آلو بخارے سے کیا جائے۔ تمہیں کچھ بھی نہیں ہوا۔ میرا خیال ہے تمہاری چھاتی میں بلغم بیٹھ گیا ہے۔ سو وہ ایک منٹ میں صاف ہو سکتا ہے۔

کمار:۔ بلغم ہے تو سہی۔ سینہ بھاری بھاری معلوم ہوتا ہے۔

رشید:۔ سر میں درد بھی ہوگا۔

کمار:۔ تھوڑا تھوڑا۔

رشید:۔ ٹھیک —— اور بدن بھی دکھتا ہوگا۔

کمار:۔ رات بھر دکھتا رہا ہے۔

رشید:۔ تو ایسا کرو —— مادھو.....

مادھو:۔ جناب

رشید:۔ تو یہاں کھڑا ہے۔ اچھا۔ دیکھ میں تجھے نسخہ بتاتا ہوں۔ بھاگ کے گلی کے نکڑ والے
عطار سے بنالا ـــ دو پیسہ کے عناب۔ ایک پیسے کا بہیدانہ۔ ایک پیسہ کی ملٹھی
اور دار چینی ایک پیسہ کا بنفشہ اور خدا تیرا بھلا کرے...... ایک پیسہ کا ریشہ خطمی....
بس دوڑ کے یہ تمام چیزیں لے آ۔ ایک برتن میں ڈال کر تھوڑے سے پانی میں ان
کو خوب جوش دینا اور چھان کر گرم گرم پی لینا۔ پینے کے بعد ناک منہ لپیٹ کر سو
جانا ـــ ساری تکلیف دور ہو جائے گی۔

مادھو:۔ میں جاؤں صاحب؟

کمار:۔ جا، مگر جلدی آئیو۔

رشید:۔ اور تمہارے پنڈے میں درد بھی تو ہے۔

کمار:۔ ہاں۔ ہاں۔ ہے۔

رشید:۔ تو اس کا علاج مالش ہے۔ یہ تمہارے جسم میں خون کی رفتار تیز کرے گی۔ یعنی
جتنی خون کی حرکت تیز ہو گی۔ اتنی ہی صحت بڑھے گی۔ خون کی حرکت ٹھیک ہونے
پر آکسیجن بہت زیادہ مقدار میں خون کے ذریعے سے جسم میں پہنچے گی ـــ تم سمجھ رہے
ہو نا ـــ تو مالش جو ہے... صرف اسی سے خون کی حرکت ٹھیک کی جا سکتی
ہے۔ تم کپڑے اتار دو۔

کمار:۔ سردی ہے۔

رشید:۔ اماں ہٹاؤ اس کمبل کو۔ تمہیں ٹھیک بھی ہونا ہے کہ نہیں۔ چلو اتار دو بنیان ونیان۔

کمار:۔ مالش کون کرے گا؟

رشید: تم خود لوہ کون ... بس بس یہ چڑی رہنے دو۔ اب مالش کے معنی سن لو۔ تمہیں
سب کچھ سمجھائے دیتا ہوں۔ مالش جسم کو آہستہ آہستہ ہاتھوں سے رگڑنے کو کہتے ہیں
—— پہلے آہستہ آہستہ ہتھیلی سے جلد کے ہر ایک حصے کو رگڑو، پھر زور زور سے رگڑو
ملو۔ ہاتھ، پاؤں، چھاتی، پیٹ، سینہ، ران، جسم کے ہر حصے پر مالش ہونی چاہیئے۔ مالش
کرنے سے پہلے ناریل، سرسوں، زیتون یا بادام کا تیل، گھی یا ویزلین لگا لینی چاہیئے
اس سے بدن کو تکلیف نہیں پہنچے گی —— سمجھ گئے نا؟

کمار: سمجھ گیا۔ میرے پاس ویزلین تو ہے۔

رشید: ٹھیک ہے۔ تو بس شروع کر دو —— اللہ کا نام لے کر .....

کمار: تم جا رہے ہو؟

رشید: بھئی معاف کرنا۔ مجھے ضروری کام ہے۔ ورنہ میں یہاں ضرور ٹھہرتا۔ اچھا خدا
حافظ —— (چلا جاتا ہے)

کمار: اُف کتنی سردی ہے! ..... (کھانستا ہے) بدن کا جوڑ جوڑ سردی سے
جم رہا ہے۔

(دروازے پر دستک کی آواز)

کمار: (کھانستا ہے) کون ہے؟

بیدی: بیدی ہے۔ بیدی ..... (دور سے آواز آتی ہے) کوئی جن بھوت نہیں
ہے۔

کمار: تو آجاؤ نا اندر ..... باہر کھڑے کیا چلا رہے ہو (کھانستا ہے)

(دروازہ کھلنے کی آواز)

بیدی :- یہ کیا سلسلہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ارے ۔ ۔ ۔ ۔ تم تو پہلوانی سیکھ رہے ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
کیوں پڑھنا و لکھنا ترک کر دیا ؟

کمار :- میں مر رہا ہوں اور تمہیں مذاق سوجھ رہا ہے (کھانستا ہے)

بیدی :- بھئی واہ - مرنے کی بھی خوب کہی - ڈنڈ پیل رہے ہو - اور کہتے ہو مر رہا ہوں -
(ہنستا ہے) آخر بتاؤ تو سہی - کہ یہ سلسلہ کیا ہے ۔

کمار :- کل سے بخار آ رہا ہے - کھانسی کی شکایت بھی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (کھانستا ہے)

بیدی :- اور تم ڈنڈ پیل رہے ہو - کشتی بھی لڑو گے ؟ ۔

کمار :- سن تو لو ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی رشید آیا تھا - ابھی رشید آیا تھا اس نے کہا ہے مالش سے
آرام آجائیگا ۔

بیدی :- (ہنستا ہے) کہتا تھا کہ مالش سے آرام آجائیگا (بعد زور سے ہنستا ہے) ابے
چغد وہ تجھے بنا گیا ہے (ہنستا ہے) عجیب مسخرہ ہے - اور تم بھی کتنے بدھو ہو - کہ اس
شریر کی بات مان گئے - تمہیں سچ مچ کھانسی آ رہی ہے کیا ؟

کمار :- تو اور کیا جھوٹ بک رہا ہوں ؟ (کھانستا ہے)

بیدی :- ارے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہیں تو واقعی کھانسی کی شکایت ہے ۔ سینے میں درد تو
نہیں کیا ؟

کمار :- ہے تو سہی —— رشید کہہ رہا تھا کہ بلغم بیٹھ گیا ہے ۔

بیدی :- سینے میں درد ہو رہا ہے نا ؟

کمار :- ہاں ہاں

بیدی :- تو یہاں ننگے جسم کیوں بیٹھے ہو —— کیا مرنے کا خیال ہے ——

رُتوں کو۔ طرا دھر تو نیا ہو رہا ہے۔۔۔۔ اٹھو، اٹھو میں کیا کہہ رہا ہوں جلدی اٹھو

کمار:۔ اٹھتا ہوں۔

بیدی:۔ جلدی اٹھو۔۔۔۔ بستر میں لیٹ جاؤ۔۔ بس بس، یہ کمبل اوڑھ لو۔۔۔ دوسرا کمبل ہے۔۔۔۔ ہے۔۔۔۔ یہ بھی اوپر ڈال لو بس۔ بس۔ تمہارا بسکٹ۔۔۔ یہ بھی اوپر ڈال دیتا ہوں۔۔۔ مادھو۔۔۔۔ مادھو۔۔۔۔

کمار:۔ باہر گیا ہے۔

بیدی:۔ کہاں بھیج دیا تم نے اسے۔۔۔۔ آئے تو اس کمرے کو فرسا انگیٹھی سے گرم کراؤ۔۔۔۔ تم بھی نرے احمق ہو۔۔۔۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) ارے بھئی کیا ہوا؟

بیدی:۔ ہوا کیا؟ میں وقت پہ نہ پہنچتا۔ تو سب کچھ ہو گیا ہوتا ـــ دوسرے دن کلسوچ دیکھنا تمہیں نصیب نہ ہوتا۔ جناب کو زکام ہے کھانسی ہے۔ سینے میں درد ہے۔ پھیپھڑوں میں ورم ہو گیا ہے۔ اور علاج کیا ہو رہا ہے۔ ڈنڑ پیلے جا رہے ہیں کہ تمہارے پیٹ میں درد ہوگا۔ تو ناچنا شروع کر دو گے۔ پرسوں تمہاری آنکھیں دکھیں گی تو کرکٹ کھیل کر اس مرض کا علاج کرو گے۔ حد ہو گئی ہے ـــ کوئی عقلمند آدمی پاس نہ ہو تو اس سے بڑھ کر حماقتیں بھی ہو سکتی ہیں۔۔۔ معمولی بات پر تم نے اپنی بے سمجھی سے مرض اتنا بڑھا لیا ہے۔

کمار:۔ (کھانستا ہے) تم اب یہ لکچر کیوں دیے رہے ہو؟

بیدی:۔ لکچر اس لئے دے رہا ہوں کہ جناب کو نمونیہ ہونے کے قریب قریب ہے۔

کمار:۔ نمونیہ؟

بیدی: جی ہاں نمونیہ۔ اور آپ کے پھیپھڑوں پر سردی کا اثر ہو چکا ہے
کمار:۔ دکھانتا ہے، کیا کہہ رہے ہو بیدی؟
بیدی: نمونیہ کر نمونیہ ــــ پلنگ تو نہیں کہہ سکتا ــــ سنو اب اپنی بکواس بند کرو۔ میں اپنے گھر سے رائی کا پلستر بنوا کے بھیجتا ہوں۔ اسے گرم گرم سینے پر لگا دینا۔ فوراً آرام آجائے گا۔ تمہیں زکام بھی تو ہے . . . . ٹھیرو تو . . . میری جیب میں اس کا علاج موجود ہے۔ یہ رہا۔
کمار:۔ کیا ہے؟ دکھانتا ہے!
بیدی:۔ کچھ بھی ہو۔ تمہیں آم کھانے سے غرض ہے نہ کہ پیڑ گننے سے۔ یہ لو اس کی ایک چٹکی بھر کے سونگھ لو۔
کمار:۔ دکھانتا ہے، پتا بھی تو چلے کیا ہے۔
بیدی:۔ نسوار ہے ــــ نسوار ــــ زکام کے لئے اکسیر ہے ــــ سونگھ لو ــــ سانپ تو نہیں۔ جو تمہیں ڈس لے گا۔
کمار:۔ یہاں تپائی پر رکھ دو۔ میں ابھی سونگھتا ہوں۔
بیدی: شاباش ــــ تو اچھا ــــ میں چلتا ہوں ــــ مجھے وکیل کے یہاں جانا ہے ــــ پر تم اسے یاد سے سونگھ لینا۔ پلستر میں ابھی بھجوا دیتا ہوں بے فکر رہو۔ کل تک تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گے ــــ مادھو ــــ آگیا ہے تو؟
مادھو:۔ جی ہاں صاحب۔
بیدی:۔ کسی بڑی انگیٹھی میں کوئلے سلگا کر اس کمرے میں لے آ ــــ سمجھے۔
مادھو:۔ جی ہاں صاحب۔

بیدی:- اچھا بھئی، میں اب چلتا ہوں۔

مادھو:- سرکار میں جو شانہ لے آیا ہوں۔ عطار کے پاس طشتی نہیں تھی۔ اس لیے پنسٹ والے سے خوشبو کی گریاں لیتا آیا ہوں۔

کمار:- کنگھا اور جوتا بھی لے آ۔

مادھو:- بہت اچھا سرکار۔

کمار:- پھر ان چیزوں کو پان پیسٹ کر میرے حلق کے اندر اتار دے۔

مادھو:- بہت اچھا سرکار۔

کمار:- (زور سے چلاتا ہے) بھاگ جا یہاں سے مادھو۔ بھاگ جا ۔۔۔ میں دیوانہ ہو جاؤں گا۔

مادھو:- سرکار میرا قصور؟

کمار:- تو اب زیادہ بک بک نہ کر۔ ۔ ۔ ۔ بھاگ جا یہاں سے ۔ ۔ ۔ نابکار پاجی ۔ ۔ ۔ بیوقوف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ احمق (زور زور سے کھانستا ہے) اُف، اُف ۔ ۔ ۔ کیسے پاگل زور سے واسطہ پڑا ہے ۔ ۔ ۔ کہاں رکھ گیا ہے نسوار ۔ ۔ ۔ یہ رہی ۔ ۔ ۔ تھوڑی سی سونگھ ہی لوں ۔ ۔ ۔ ۔ (سونگھتا ہے) ۔ ۔ ۔ ۔ (چھینکوں کی آواز)

کمار:- کتنی تیز ہے (کھانستا ہے ــــ چھینک ــــ کھانسی ــــ چھینک)

آتما سنگھ:- کمار ۔ ۔ ۔ کمار ۔ ۔ ۔ وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا ــــ تم نے اس نالائق بیدی کا کہا مان ہی لیا بھلا وہ جاہل ڈاکٹری کیا جانے ۔ ۔ ۔ میری اور اس کی راستے میں بحث بھی ہوتی اب بھاگا بھاگا یہاں آرہا ہوں۔ اور یہ دیکھتا ہوں۔ کہ تم ناک میں پاؤ بھر نسوار بھر نے بیٹھے ہو ــــ میں پوچھتا ہوں تمہاری عقل کہاں چرنے

گئی ہے ۔۔۔۔ (اس مکالمے کے دوران میں کمار کی چھینکوں کی آواز آتی رہتی ہے۔

کمار :- (چھینکیں) میں تو بہت تنگ آ گیا ہوں ——— صبح سے ایک ہزار علاج بدل چکا ہے ——— جو آتا ہے ——— حکمت کا نیا پٹارا کھول دیتا ہے (چھینک) میں کیا ۔۔۔۔۔ (چھینک) کروں۔

آتما سنگھ :- تم کچھ نہ ڈرو بچہ، بھروسہ رکھو۔ میرا باپ اوّل درجے کا حکیم تھا۔ اس کا باپ یعنی میرا دادا بھی حکیم تھا ——— میں طب معالجے سے تعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔ تمہارے اندر صفرا بڑھ گیا ہے اور تمہیں کوئی بیماری نہیں۔ سینے میں جلن سی محسوس تو نہیں ہوتی۔

کمار :- (چھینک) ہوتی ہے۔ تھوڑی سی۔

آتما سنگھ :- تھوڑی ہی ہونا چاہیئے ۔۔۔۔ آنکھوں کے آگے کبھی کبھی اندھیرا بھی چھا جاتا ہوگا۔

کمار :- صبح تو ایسا معلوم نہیں ہوتا تھا ۔۔۔ (چھینک)

آتما سنگھ :- اب چھا رہا ہوگا ——— ٹھیک، بالکل ٹھیک ——— تو ایسا کرو۔

کمار :- مجھے نیند آ رہی ہے آتما سنگھ ——— میں بہت تھک گیا ہوں۔

آتما سنگھ :- یہ صفرا کی سب سے بڑی نشانی ہے ۔۔۔۔ کدو کے ٹکڑے سر پہ گھسو ——— بارلی واٹر کا تین چار دن استعمال کرو اور ۔۔۔۔ بھلا سا نام ہے اس کا ۔۔۔ ہاں صندل کا برادہ اور کافور کر پانی میں بھگو کر بار بار سونگھو ۔۔۔۔ کھیرے اور ککڑی کے بیج کھاؤ تو وہ بھی اچھے رہیں گے۔

کمار :- ٹھیک ہے ——— اب تم جاؤ۔ میں سب چیزیں منگالوں گا۔ مجھے نیند آ رہی ہے۔

آتما سنگھ :- میں جاتا ہوں۔ پر تم بھول جاؤ گے ——— میں خود ہی ساری چیزیں لے کر ابھی آتا ہوں

کمار :- ہاں، ہاں، یہ اچھا رہے گا ——— دروازہ بھیڑ دینا ——— (دروازہ بھیڑنے کی آواز)

کمار :- (کھانستا ہے) اگر اب کوئی اور آ گیا۔ تو میں یقیناً پاگل بن جاؤں گا۔ ایک ہی دن
میں کتنے علاج معلوم ہوتے ہیں My God —— (کھانستا ہے) فیور مکسچر میں
برانڈی اور یوڈی کلون — املی اور آلو بخارا۔ عناب، بہیدانہ، بنفشہ، ملیٹھی اور دار چینی
کتھا اور چونا —— خوشبو کی گولیاں —— تیل کی مالش —— گرموں کی انگیٹھی —— رائی کا
پلستر، نسوار (چھینک) اور اب گندے کے ٹکڑے، بارلی واٹر، صندل کا برادہ اور کافور
—— کھیرے اور ککڑی کے بیج —— کوئی اور آیا . . . .

(دروازہ پر دستک کی آواز)

کمار :- کون ہے؟ —— چلے آؤ!

نرائن :- میں آپ کا پڑوسی ہوں۔ مجھے ابھی معلوم ہوا کہ آپ کل سے بیمار پڑے ہیں
کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتا ہوں۔

کمار :- شکریہ —— تشریف رکھئے۔

نرائن :- علاج تو آپ کر رہے ہوں گے؟

کمار :- جی ہاں —— اگر آپ کو کوئی علاج معلوم ہے تو فوراً بتا دیجئے —— فوراً دیر نہ لگائیے
—— میرے مرض درد سے دانتوں کو بچا۔ یا ہو رہا ہے گٹھیا بھی ہے نمونیہ ہو چکا ہے
پلیگ ہونے والی ہے۔ ہیضہ کل ہو جائیگا۔

نرائن :- پھر تو کیس serious معلوم ہوتا ہے۔

کمار :- جی ہاں بہت serious ہسٹیریا کے دورے پڑتے ہیں۔

نرائن :- ہسٹیریا . . . .

ک . . . جی ہاں ہسٹیریا . . . پسلی میں درد ہے۔ دانت میں . . . نظر نہیں آتا . . . ت . . .

بھی ہیں ۔۔۔ انتڑیوں میں ورم ہو گیا ہے، دق پرسوں تک ہو جائیگا۔ بتائیے کیا آپ اس کا کوئی علاج بتا سکتے ہیں؟ مالیخولیا بھی ہو گیا ہے۔

نرائن:۔ اس میں کیا شک ہے ۔۔۔ علاج، میرا خیال ہے .....

کمار:۔ آپ کا خیال یہ ہے کہ ان تمام بیماریوں کا علاج صرف ایک ہے۔ اور وہ یہ کہ دو چھٹانک دودھ میں سرکہ ڈال کر پیوں۔ سیب چھیل کر اسے سر پر گھسوں ۔۔۔ نمک سلیمانی میں چاولوں کا آٹا ڈال کر سارا دن پھانکتا رہوں ۔۔۔ گڑ کے شربت میں حنا کا عطر گھول کر سونگھوں۔ ہیزلین سنو کی مالش کروں۔ گرم گرم کوتار کا پلستر سینے پر لگاؤں۔ بکری کی مینگنوں پر کستوری چڑھا کر ببول کی چھال کے عرق بھگا کر نگلتا رہوں ۔۔۔ ڈنڈ پیلوں۔ مگدر گھماؤں۔ ناچوں، گاؤں ...... یہی کہنا چاہتے تھے نا آپ ۔۔۔ اب آپ تشریف لے جائیے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ ۔۔۔ مادھو، مادھو ۔۔۔ مادھو۔

مادھو:۔ جی آیا صاحب۔

کمار:۔ ان کو عطار کی دکان پر لے جاؤ۔ اور برانڈی میں پان کے پتے ڈال کر انہیں دو تین گھونٹ پلا دو۔

نرائن:۔ ۔۔۔ آپ .... آپ .... میں میں . . .

(فیڈ آؤٹ)

جرم اور سزا

افراد

شنکر	اخبار نویس
کملا	سیٹھ مگن لال کی نوکرانی
کندن	سیٹھ مگن لال کا لڑکا
سیٹھ مگن لال	ایک رئیس
انسپکٹر عبد الحمید	خفیہ پولیس کا آدمی

اور چند اخبار بیچنے والے چھوکرے

(.... سسکیوں کی آواز ــــ پھر بھاری قدموں کی آواز ــــ ایسا معلوم ہو کہ کوئی اضطراب کی حالت میں ٹہل رہا ہے۔)

شنکر: تمہارا بیان ہے کہ اس نے تمہیں اپنے کمرے میں بلایا۔ یہ کہہ کر کہ وہ تمہاری مدد کریگا

— تمہارا بخار دور کرنے کے لئے وہ تمہیں دوا دے گا — اور — اور اس نے تمہارا بخار دور کرنے کے بجائے تمہیں ہمیشہ کے لئے روگی بنا دیا — کیوں — اس لئے کہ قانون کا تالا صرف سونے اور چاندی کی چابی سے کھلتا ہے جو تمہارے پاس نہیں — اس لئے کہ وہ شہر کے سب سے بڑے رئیس کا لڑکا ہے اور تم غریب بھکارن ہو۔ تمہارا کوئی مددگار نہیں۔

(… سسکیوں کی آواز عورت کی — پھر بھاری قدموں کی آواز)

شنکر:- تمہارا بیان ہے کہ سیٹھ مگن لال جوہری کے لڑکے کندن نے تمہیں دوا دینے کے لئے بلایا اور تمہاری زندگی کا سب سے بڑا دان تمہاری جھولی سے چھین لیا — تمہارے جیون کا سب سے قیمتی گہنا اتار کر وہ رکھیگا کہاں؟ — اپنے باپ کے جواہرات کی تجوری میں؟ — اپنی ماں کے سنگار دان میں؟ — اپنے بٹوے میں — کہاں! — کہاں؟ — وہ اس چوری کو کیسے چھپائے گا — وہ اس ڈاکے پر کیسے پردہ ڈالیگا؟ — تمہاری آتش زدہ عصمت کا دھواں۔ تمہارے زخمی دل کی جلن — تمہاری بےبسی اور بیچارگی کی دلدوز چیخیں کیا اسے بھسم نہ کردیں گی؟

کملا:- (سسکیوں کے ساتھ) …… کتنی بےکس اور بےبس عورتوں کی چیخوں اور آہوں نے ایسے ظالم آدمیوں کو بھسم کیا ہے — آکاش میں کتنی بجلیاں ایسی ہیں جو ان پاپیوں پر گرتی ہیں۔

شنکر:- تم ٹھیک کہتی ہو — اس کو سزا دینا ہمارا کام ہے — تم مطمئن ہو جاؤ کملا۔ تمہاری زندگی خراب کرنے والا اپنی زندگی کبھی نہیں سنوار سکے گا — اس کو سزا بھگتنا ہوگی۔

بہت کڑی سزا بھگتنا ہو گی ـــ اس نے کوئی معمولی جرم نہیں کیا ـــ اس نے تمہاری اجلی زندگی پر کاجل کا لیپ کر دیا ہے ـــ اس نے تمہاری کنواری دنیا کے تمام سہانے سپنے تم سے چھین لئے ہیں۔ اس نے تمہاری غربت سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے ـــ کیا کہتا تھا وہ "یہ پانچ روپے کا نوٹ لے جاؤ ـــ پتا جی سے کہوں گا کہ وہ تمہاری تنخواہ بھی بڑھا دیں" ـــ یہ سن کر تم اس کے منہ پر اس لئے نہ تھوک سکیں کہ وہ تم سے بہت اونچا تھا۔ یہ سن کر تم بددعا بھی نہ دے سکیں۔ اس خوف سے کہ وہ اس پتھر کے مکان کے شاندار ساز و سامان میں الجھ کر رہ جائے گی اور تمہارے پیاسا تک نہ پہنچ سکے گی۔ لیکن میں نے تمہاری دکھ بھری داستان سنی ہے۔ یقین رکھو دنیا میں ہمدرد انسان موجود ہیں۔ ـــ اس کو جواب دینا ہوگا ـــ اس کو بہت سی باتوں کا جواب دینا ہوگا

کملا: (سسکیاں لیتے ہوئے) ... لیکن بات وہی ہے جو ہو چکی ہے۔

شنکر: مجھے بہت صدمہ ہوا ہے کملا ـــ مجھے بہت صدمہ ہوا ہے تمہاری دکھ بھری داستان سن کر ـــ کاش میں نے تمہیں اپنے ہی پاس رکھا ہوتا مگر ـــ مگر ـــ اب میں کیا کہوں ـــ یہ مفلسی بہت بری بلا ہے ...

(قدموں کی بھاری آواز ـــ آہستہ آہستہ یہ آواز گم ہو جاتی ہے)

(دروازہ کھولنے کی چرچراہٹ ـــ خاموشی ـــ گھڑی کی ٹک ٹک ـــ خراٹوں کی آواز)

شنکر: کندن ـــ کندن (ذرا بلند آواز میں) ... کندن۔

کندن لال: (ایکا ایکی جاگ کر) کیا ہے ـــ کون ہے ـــ ت ... ت ـــ تم کون ہو۔ تم میرے کمرے میں کیسے داخل ہوئے؟

شنکر:۔ (ہنستا ہے) میں شنکر ہوں ——— اس شہر کا ایک معمولی اخبار نویس ——— میں اس کمرے میں کیسے داخل ہوا تم اس پر تعجب کا اظہار کیوں کرتے ہو ——— امیر آدمیوں کے گھر بھی ان کے چال چلن کی طرح سوراخ دار ہوتے ہیں ——— کوئی نہ کوئی جگہ اندر گھسنے کے لئے مل ہی جاتی ہے۔

کندن: تم چاہتے کیا ہو؟

شنکر:۔ یہ پوچھو کہ میں کیا نہیں چاہتا؟

کندن:۔ تم ——— چور ہو۔

شنکر:۔ یہ تم نے کیسے پہچانا؟

کندن: میں..... (ایک دم رک کر) ——— دروازے کو تالا تم نے لگایا ہے ——— کیوں کیوں تم کون ہو ——— مجھ سے کیا چاہتے ہو ——— تمہاری آنکھیں ——— تمہاری آنکھیں۔

شنکر:۔ (زہریلی ہنسی) ہاں ہاں کہو ——— میری ان آنکھوں میں تمہیں کیا نظر آیا ——— کملا کے آنسو ——— اپنے باپ کی جھلکیاں ——— میرے ارادے ——— بولو کیا نظر آتا ہے تمہیں ان آنکھوں میں ——— کیا تمہیں محسوس نہیں ہوتا کہ تم کسی عدالت کے کٹہرے میں کھڑے ہو اور تمہارے سامنے کرسی پر تمہاری قسمت کا فیصلہ سنانے والا جج بیٹھا ہے

کندن: میری قسمت ——— کملا ہماری نوکر ہے ——— کملا.....

شنکر:۔ (زہریلی ہنسی) .... میں بھی تمہارا نوکر ہوں ——— میں اس وقت تمہاری خدمت ہی کیلئے آیا ہوں ——— دیکھو بستر پر سے اٹھنے کی کوشش نہ کرو، اور جو کچھ مجھے کہنا ہے غور سے سنو (سنجیدگی کے ساتھ) عدالت میں تمہارا مقدمہ پیش ہے اور اس مقدمے کا فیصلہ کرنے کا اختیار میں نے اپنے ہاتھوں میں لیا ہے ——— تم نے کملا کو جو تقریباً تمہاری بیٹی کی

نوکر ہے اس کمرے میں بلایا اور اسکی مرضی کے خلاف۔ اس کی ناداری اور غربت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے تم نے اس کی زندگی خراب کی (کڑے لہجے میں)....

کیا یہ جھوٹ ہے؟ —— تمہیں اس بارے میں کچھ کہنا ہو تو کہو۔

کندن:- میں —میں —میں آپکا مطلب نہیں سمجھا۔— کیا کملا نے آپ سے کچھ کہا۔

شنکر:- میں پوچھتا ہوں کیا تمہیں اس بارے میں کچھ کہنا ہے۔

کندن:- مجھے —— مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ — یعنی کملا کا کوئی رشتہ دار ہے — وہ تو کہتی تھی کہ — کہ — کہ میرا کوئی بھی نہیں — روپیہ —— کیا روپے سے یہ معاملہ رفع دفع ہو سکتا ہے؟

شنکر:- تم نے جرم کا اقبال کیا ہے۔ اب مجھے اپنا فیصلہ سنا دینا چاہیئے۔

کندن:- ف.... ف.... فیصلہ —— فیصلہ۔

شنکر:- خاموش رہو —— تم نے یعنی کندن لال نے جس کا باپ سیٹھ مگن لال جوہری ہے دو دسمبر کی رات کو ایک نوکرانی کملا جس کا اس دنیا میں کوئی والی وارث نہیں ہے اپنے کمرے میں بلایا اور اس کو اپنی نفسانی خواہشات کا تختۂ مشق بنایا —— زبردستی تم نے ایک معصوم عورت کی زندگی داغدار بنائی —— اس نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا تھا لیکن تم نے اس کے جیون کو ہمیشہ کیلئے اجاڑ دیا —— تم نے ایسا جرم کیا ہے جس کی سزا میرے خیال کے مطابق موت ہے —— تم خونیوں اور قاتلوں سے کہیں زیادہ گنہگار ہو۔ اگر میں قانون ہوتا تو تمہاری گردن میں مسلسل موت بن کر لٹک جاتا۔ تمہارے گلے میں موت کی ایک نہ ختم ہونے والی ہچکی بن کر اٹک جاتا —— تمہارے چہرے پر تمہارے گناہ کا غیر فانی اشتہار بن کر چپک جاتا (زیادہ سنجیدگی کے ساتھ)... چونکہ یہاں کی قانونی دلیل

کی آنکھوں میں تمہارے باپ کے جواہرات چکاچوند پیدا کر سکتے ہیں اس لئے تمہارے جرم
کو انسانیت کی کسوٹی پر میں نے خود پرکھا ہے۔ تمہیں سب سے بڑا مجرم یقین کرتے ہوئے میں
تمہیں موت کی سزا دیتا ہوں۔ (چند لمحات قبر کی سی خاموشی طاری رہتی ہے)

کندن: یہ ــــ یہ ــــ یہ کیا بیہودگی ہے ــــ تم کون ہوتے ہو مجھے سزا دینے والے؟

شنکر: انسان ــــ ایک ایسا انسان جو تمہارے مقابلے میں ہر لحاظ سے افضل و برتر ہے۔

کندن: ہوا کرے ــــ ایسے ہزاروں انسان در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

شنکر: مگر ایسی ٹھوکر نہیں کھاتے جو تم نے کھائی ہے اور جو تم کو موت کی گہرائیوں میں اترنے
پر مجبور کرے گی۔

کندن: تم مجھ پر زبردستی موت عائد نہیں کر سکتے

شنکر: لیکن تم اس بھولی بھالی عورت پر ایک نہیں کئی موتیں زبردستی عائد کر سکتے ہو۔
کیوں ــــ میں کیوں تم پر موت عائد نہیں کر سکتا کیا تم اس کے حقدار نہیں ہو ــــ خبردار
کندن اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش نہ کرو ــــ اس چاقو نے کئی حیوانوں کی گردنیں کاٹی ہیں۔

کندن: (ڈرتے ہوئے لہجے میں) چاقو ــــ چاقو ــــ

شنکر: ہاں چاقو جس کا پھل نفسانی خواہشات سے بہت زیادہ تیز ہے اور اس بوتل میں گھلا
ہوا زہر ہے ــــ بولو تمہیں کیا پسند ہے یا زہر ــــ چاقو سے مرنا پسند ہے یا اس زہر
سے ــــ یہ زہر اتنا زود اثر ہے کہ مرنے میں تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو گی۔

کندن: میں ــــ میں ــــ میں مرنا نہیں چاہتا۔

شنکر: مرنا کوئی بھی نہیں چاہتا۔ لیکن موت جب ایک دفعہ آجائے تو اسے کوئی ٹال بھی
نہیں سکتا ــــ اچھے لڑکے بنو اور جو کچھ کہتا ہوں اس پر عمل کرو ــــ لو اس کاغذ پر لکھو

(کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ) یہ رہا قلم ـــ لکھو ـــ جو کچھ میں لکھواؤں لکھتے جاؤ ـــ
انکار کی صورت میں مجھے اپنی طاقت سے کام لینا پڑیگا۔ جانتے ہو میں تم جیسے چار آدمیوں
کا لہو نچوڑ سکتا ہوں۔

کندن:۔ کیا ـــ کیا لکھوں ـــ کیا لکھوں (کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)

شنکر:۔ لکھو..... میں نے اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ لکھ دیے ہیں؟

کندن:۔ (لرزاں آواز میں) میں..... میں.....

شنکر:۔ (رعب دار آواز میں) لکھو..... میں نے اپنی زندگی میں ایک بہت بڑا گناہ کیا
ہے جس کا بوجھ میں نہیں اٹھا سکتا ـــ اس گناہ کو تمام عمر اپنے کاندھوں پر اٹھائے
رہوں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اس لئے میں خودکشی کر رہا ہوں۔

کندن:۔ خودکشی.....

شنکر:۔ ہاں خودکشی ـــ لکھو ورنہ مجھے تمہارے خون سے ہاتھ رنگنا پڑیں گے۔

کندن:۔ ..... م..... م..... مجھے معاف کیجئے۔

شنکر:۔ پرماتما تمہیں معاف کریں ـــ لکھ لیا۔

کندن:۔ جی ہاں۔

شنکر:۔ نیچے اپنے دستخط کرو۔

(کاغذ کی کھڑکھڑاہٹ)

شنکر:۔ لاؤ یہ کاغذ میرے حوالے کرو۔ شاباش (ہاتھا پائی کی آواز۔ کندن زور سے چیختا ہے
مگر شنکر اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتا ہے) بس ـــ بس ـــ یہ ایک قطرہ ہی کافی ہے
ـــ اب جاؤ جہنم میں (کندن کچھ بولتا ہے مگر اس کی آواز نہیں نکلتی اس لئے

(شنکر اس کے منہ پر ہاتھ رکھے ہوتا ہے ــــ تھوڑی دیر کے لئے خاموشی طاری رہتی ہے)

شنکر: (اطمینان کا سانس لے کر)... چلو ایک گناہگار دنیا سے کم ہوا (تھوڑا وقفہ ــ گھڑی کی ٹک ٹک ــــ وقفہ ــــ پھر دروازہ کھولنے کی آواز ــــ پھر وقفہ)

کملا: (حیرت بھرے لہجے میں)... ش... شنکر صاحب آپ ــ آپ ----

شنکر: کون کملا۔

کملا: آپ کیسے آئے ــــ میں تو سب دروازے بند کر کے سوئی تھی ــــ اس وقت ــــ آپ ــــ آپ۔

شنکر: میں کندن سے ملنے آیا تھا ــــ لو اب دروازہ بند کر لو اور جا کے سو جاؤ۔

(قدموں کی چاپ ــــ دروازہ بند کرنے کی آواز)

کملا: (سرگوشی میں)... کندن سے ملنے آئے تھے ...

(اخبار بیچنے والے چھوکروں کی آوازیں)

...... سیٹھ مگن لال جوہری کے لڑکے نے خودکشی کر لی۔

رات کو زہر کھا لیا

...... سیٹھ مگن لال جوہری کے لڑکے کی پُراسرار موت

زہر بڑا مہلک تھا

...... ایک جوہری کا لڑکا رات کو اپنے کمرے میں مردہ پایا گیا

وہ اپنے گناہ کا بوجھ برداشت نہ کر سکا۔

(وقفہ)

(شنکر خوفناک قہقہہ بلند کرتا ہے)

شنکر:۔ کیوں، انسپکٹر صاحب آپ نے یہ کیسے معلوم کر لیا کہ سیٹھ مگن لال کے بدنصیب لڑکے کندن لال نے اپنے ہی ہاتھوں اپنے آپ کو مارا ہے۔

انسپکٹر:۔ بھئی معاملہ بالکل صاف ہے۔ تم نے خواہ مخواہ ایک لمبا چوڑا مضمون لکھ مارا ہے —— تمہارا خیال غلط ہے۔ اس نے ایک ایسی تحریر چھوڑی ہے جس میں وہ صاف صاف لکھتا ہے کہ میں اس لئے خودکشی کر رہا ہوں کہ میں اپنے گناہ کو برداشت نہیں کر سکتا —— اس نے کوئی ایسا گناہ کیا ہوگا جو اس کے ضمیر پر ایک مستقل بوجھ بن کر رہ گیا —— بھئی گناہ کرنے اور پھر اس کو ہضم کرنے کے لئے بھی تو کافی طاقت ہونی چاہیئے۔

شنکر:۔ مان لیا —— لیکن اس سے یہ ثابت تو نہیں ہوتا کہ اس نے خودکشی کی ہے۔

انسپکٹر:۔ تو اور کیا ثابت ہوتا ہے۔

شنکر:۔ ثابت کچھ بھی نہیں ہوتا —— تم سطحی چیزوں سے ایک رائے قائم کر لیتے ہو اور اسی کو ثبوت کے طور پر پیش کر دیتے ہو۔ تمہارا قانون اندھا ہے جو صرف ٹٹول کر دیکھتا ہے۔ واقعات کا اصل رنگ اس کو نظر نہیں آتا (سنجیدگی کے ساتھ) کیا پتہ ہے سیٹھ مگن لال کے لڑکے کو کسی نے قتل کر دیا ہو —— کیا ایسا نہیں ہو سکتا؟

انسپکٹر:۔ ایسا نہیں ہو سکتا —— کیا اس کی لکھی ہوئی تحریر ہمارے پاس موجود نہیں ہے

شنکر:۔ (بڑی درشتی کے ساتھ) خاموش رہو انسپکٹر عبدالحمید —— زیادہ باتونی نہ بنو کیا خیال ہے تمہارا اس چہرے کے متعلق .....

انسپکٹر:۔ چہرا۔

شنکر:۔ ہاں یہ چہرا جس کی دھار تمہارے قانون سے بہت زیادہ تیز ہے —— کیا

خیال ہے تمہارا اس کے متعلق.....

انسپکٹر: خیال۔

شنکر: ہاں خیال ـــــ اور کیا رائے ہے تمہاری اس کمرے کے متعلق جس کی ساری کھڑکیاں بند ہیں۔

انسپکٹر: رائے؟

شنکر: تم کانپتے کیوں ہو ـــــ قلم پکڑو اور لکھو جو کچھ میں لکھاتا ہوں۔

انسپکٹر: شنکر۔

شنکر: انسپکٹر عبدالحمید ـــــ لکھتے ہو یا نہیں۔

انسپکٹر: (گھبرا کر) ارے بھئی کیا؟

شنکر: (زور سے قہقہہ لگاتا ہے) ـــــ چھرا میز پر پھینکنے کی آواز) بہت ممکن ہے سیٹھ مگن لال جوہری کے لڑکے کے ساتھ بھی یہی ہوا ہو ـــــ کیا چھرے میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ چند سطریں لکھوا سکے ـــــ ویسی ہی چند سطریں جو تم نے کندن کے تکیے کے نیچے کاغذ کے ایک پرزے پر لکھی ہوئی پائیں اور جسے تم ثبوت کے طور پر شہر کے ہر چوک میں اسٹول پر کھڑے ہو کر دہرانے کو تیار ہو ـــــ کہو اب کیا خیال ہے؟ (ہنستا ہے)

انسپکٹر: خیال ـــــ اپنے ہوش و حواس درست کرتے ہوئے) کیا کہہ رہے تھے تم؟

شنکر: (ہنستا ہے) ڈرو نہیں میں تم سے ایسی تحریر نہیں لکھواؤں گا ـــــ یہ تو صرف ایک مذاق تھا لیکن اب تمہیں ماننا پڑیگا کہ انسان سے خودکشی کرائی بھی جا سکتی ہے قتل کرنے کا ایک یہ بھی طریقہ ہو سکتا ہے (ہنستا ہے) ـــــ بھئی معاف کرنا میں نے

تمہیں ڈرادیا۔

انسپکٹر:۔ نہیں نہیں تم نے بہت اچھا کیا (معنی خیز لہجے میں) بہت اچھا کیا۔

(وقفہ)

انسپکٹر:۔ سیٹھ مگن لال جی کیا آپ بتاسکتے ہیں آپ کے لڑکے نے خودکشی کیوں کی۔

سیٹھ:۔ مجھے کچھ معلوم نہیں انسپکٹر صاحب —— میں خود حیران ہوں —— میرے ہوش وحواس بجا نہیں رہے —— مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا ہے۔

انسپکٹر:۔ وہ نوٹ جو ہمیں تکیے کے نیچے ملا ہے کیا آپ ہی کے لڑکے کے ہاتھ کا لکھا ہے —— آپ اس کا ہینڈ رائٹنگ تو پہچانتے ہوں گے؟

سیٹھ:۔ جی ہاں۔ ہینڈ رائٹنگ اسی کا ہے۔

انسپکٹر:۔ کیا آپ کے یا آپ کے لڑکے سے کسی کی دشمنی تھی؟

سیٹھ:۔ ہو گی لیکن میرے علم سے باہر ہے۔ میں سمجھتا ہوں ہمارا کوئی دشمن نہیں ہے لیکن یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں —— کیا میرے کندن کو کسی نے قتل کیا ہے؟

انسپکٹر:۔ ایسا ہو سکتا ہے —— دراصل ایسے معاملوں میں ہر شے کو شک کی نظروں سے دیکھنا پڑتا ہے۔ میں نے آپ کے تین نوکروں کے بیانات لئے ہیں لیکن ان سے مجھے کوئی مدد نہ ملی —— میں اس معاملے کی تہ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔ اس گناہ کا کھوج لگانا چاہتا ہوں جو بقول کندن کے اس کی موت کا باعث ہوا ...... یہ عورت کون ہے؟

سیٹھ:۔ ہماری نوکرانی کملا۔

انسپکٹر:۔ کملا ذرا ادھر آؤ۔

سیٹھ:۔ کملا۔

کملا:۔ کیا مجھے بلایا ہے آپ نے؟

سیٹھ:۔ ہاں۔ انسپکٹر صاحب بلاتے ہیں —— تم سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔

کملا:۔ کچھ پوچھنا چاہتے ہیں..... مجھے..... مجھے کیا معلوم ہے جو آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟

انسپکٹر:۔ گھبراؤ نہیں۔ ہم تمہیں کھا نہیں جائیں گے..... یہ بتاؤ کہ جس رات تمہارے سیٹھ کے لڑکے نے خودکشی کی تم کہاں تھیں؟

کملا:۔ میں —— میں —— میں اپنے کمرے میں تھی۔

انسپکٹر:۔ کیا تمہیں رات کو کوئی آواز سنائی دی تھی؟

کملا:۔ آواز —— ہاں ایک آواز سنائی دی تھی۔

انسپکٹر:۔ تم سو رہی تھیں؟

کملا:۔ نہیں میں جاگ رہی تھی۔

انسپکٹر:۔ اس وقت کیا بجا ہوگا؟

کملا:۔ مجھے معلوم نہیں —— آدھی رات ہوگی۔

انسپکٹر:۔ تم جاگ کیوں رہی تھی؟

کملا:۔ میں جاگ رہی تھی —— میں جاگ رہی تھی —— اب میں کیا بتاؤں کہ میں کیوں جاگ رہی تھی۔

انسپکٹر:۔ دیکھو کملا جو کچھ میں پوچھتا ہوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو۔ تم کیوں جاگ رہی تھیں؟

کملا:۔ میری طبیعت خراب تھی۔

سیٹھ :- انسپکٹر صاحب کملا کی طبیعت واقعی کچھ دنوں سے خراب ہے۔

انسپکٹر :- ہاں تو آدھی رات کے قریب تم نے کوئی آواز سنی اور کمرے سے باہر نکل کر تم نے دیکھا کہ

کملا :- شنک ..... شنک ... نہیں نہیں —— باہر تو کوئی بھی نہیں تھا۔

انسپکٹر :- یہ تم کس کا نام لیتے لیتے رک گئیں —— بتاؤ —— بتاؤ۔

سیٹھ :- انسپکٹر صاحب میں آپ کو بتاتا ہوں۔ یہاں ایک اخبار نویس شنکر ہے۔ یہ پہلے اسی کی بات کر رہی تھی۔ اس نے کملا کی بہت مدد کی ہے۔ یہ بیچاری کسی زمانے میں گلیوں میں بھیک مانگا کرتی تھی شنکر نے اس کو اپنے گھر میں پناہ دی اور اس قابل بنا دیا کہ یہ کسی اچھے گھر میں نوکری کر سکے۔ چنانچہ کملا اس کا بہت احسان مانتی ہے —— تھوڑے روز ہوئے اسے تیز بخار چڑھا تو بے ہوشی میں شنکر صاحب شنکر صاحب بہت دیر تک پکارتی رہی ..... کیوں کملا کیا شنکر تجھ سے ملنے آیا تھا؟

کملا :- جی نہیں —— میں —— میں نے باہر نکل کر دیکھا تو کوئی آدمی اندھیرے میں کھڑا تھا۔

انسپکٹر :- اور وہ شنکر تھا۔

کملا :- میں نے کب کہا ہے —— میں نے کب کہا ہے —— وہ —— وہ تو چھوٹے لالہ جی تھے —— چھوٹے لالہ جی (رونا شروع کر دیتی ہے)

انسپکٹر :- (معنی خیز انداز میں) چھوٹے لالہ جی —— ہوں۔

کملا :- (روتی ہے)

سیٹھ :- کملا تم جاؤ —— اب تم جاؤ (خود سسکیاں بھرنا شروع کر دیتا ہے)

(کملا کے رونے کی آواز)

(وقفہ)

کملا:۔ (روتی آواز میں) ... میں نے جھوٹ بولا ... جو کچھ سچ تھا زبان پر نہ آنے دیا۔ میں نے پاپ کیا — مجھے چاہئے تھا کہ سچ بول دیتی — جو کچھ میں نے دیکھا تھا صاف صاف بتا دیتی ... پر میں نے ایسا کیوں نہ کیا ... کیوں نہ کیا (روتی ہے)

شنکر:۔ ہاں ہاں بتاؤ تم نے ایسا کیوں نہ کیا — تم نے سچ کیوں نہ بولا؟

کملا:۔ (سسکیوں کے ساتھ) یہی تو میں اپنے من سے پوچھتی ہوں — اس سوال نے تو مجھے پریشان کر رکھا ہے — میں سوچتی ہوں — میں سوچتی ہوں اور سوچتے سوچتے ایک جگہ پہنچ جاتی ہوں جہاں سوچ بچار ہو ہی نہیں سکتا — آپ نے میری مدد کی ہے کیا اس لئے میں نے جھوٹ بولا — نہیں یہ تو اس کا بدلا ہو جاتا۔ میں کبھی ایسا نہ کرتی — پھر میں نے جھوٹ کیوں بولا — میرے دل میں کہیں — کہیں — نہ جانے کہاں اس کا جواب چھپا بیٹھا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجھے معلوم ہے میں نے جھوٹ کیوں بولا — سوچتی ہوں — نہیں — نہیں میں اس کی بات کیسے سوچ سکتی ہوں — میں تو اب اس قابل ہی نہیں رہی (روتی ہے)

(بھاری قدموں کی آواز — شنکر سوچنے کے موڈ میں ٹہلتا ہے)

شنکر:۔ تم — تم — (اپنے آپ سے) لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

کملا:۔ میں بھی یہی سوچتی ہوں میرا دل بھی نہیں مانتا — لیکن پھر — پھر — میں نے جھوٹ کیوں بولا — میں اس سے کہہ سکتی تھی کہ رات کو آپ چھوٹے لالہ جی سے ملنے آئے تھے۔ اس سے کیا ہو جاتا — آپ نے تو اسے نہیں مارا — پھر — پھر:

شنکر:۔ کملا — کندن نے خودکشی نہیں کی۔ اس کو قتل کرنے والا میں ہوں۔

کملا:- (بڑے تعجب سے) آپ ..... آپ .....

شنکر:- ہاں میں ... اس رات میں نے ہی اس کو موت کے گھاٹ اتارا ــــ وہ اسی قابل تھا۔

کملا:- شنکر صاحب یہ آپ نے کیا کیا ــــ یہ آپ نے کیا کیا ــــ ایسے کئی آدمی اس دنیا میں بستے ہیں جو موت کے قابل ہیں ــــ آپ کی نظروں میں ایسے ان گنت آدمی ہوں گے جن کا جیتے رہنا بہت خطرناک ہے لیکن آپ نے صرف کندن ہی پر کیوں وار کیا۔ صرف اسی کو نشانہ کیوں بنایا؟

شنکر:- یہی میں خود سوچتا ہوں (ٹہلنے کی آواز) ــــ یہی میں خود سوچتا ہوں ــــ لیکن ٹھہرو ــــ میں نے اس کو اس لئے قتل کیا کہ اس نے تمہیں دکھ پہنچایا تھا ــــ تمہیں ــــ

کملا! تمہیں جس کی آنکھوں میں مجھ ایسا روکھا ہوا انسان بھی اپنی تمناؤں کی جھلک دیکھنے کی آرزو کر سکتا ہے۔ جس کے دل کی دھڑکنیں سننے کے لئے آلات کی ضرورت نہیں صرف کانوں کی ضرورت ہے ــــ میں کتنا خوش ہوں ــــ میں کتنا خوش ہوں کہ میرے دل کی بات جو میں خود نہ سمجھ سکا تم جان گئیں اور جو بات تم نہ جان سکیں میں سمجھ گیا ــــ میں نے کندن کو کیوں قتل کیا ــــ تم نے جھوٹ کیوں بولا ــــ ان دونوں سوالوں کا ایک ہی جواب ہے۔

کملا:- کندن کو آپ نے صرف میرے لئے قتل کیا۔

شنکر:- نہیں صرف تمہارے لئے نہیں اگر وہ جرم نہ کرتا تو سزا دینے کا خیال میرے دماغ میں پیدا نہ ہوتا۔ پہلے اس نے جرم کا ارتکاب کیا پھر اس نے تمہیں دکھ پہنچایا اس کے بعد میں نے اس کو سزا دی ــــ تم ٹھیک کہتی ہو۔ دنیا میں کندن جیسے ہزاروں آدمی موجود ہیں ــــ اس شہر میں اس جیسے کئی مجرم موجود ہوں گے مگر ان میں سے ہر ایک کو میں کیسے سزا دے سکتا ہوں ــــ وہ سب کے سب گردن زدنی ہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں

"کہ صرف میرے ہی ہاتھ ان کے ناپاک خون سے آلودہ ہوں —— کندن کو سزا دینے کا
کام میں نے اس لئے اپنے ہاتھوں میں لیا کہ تمہارے اور میرے درمیان زیادہ فاصلہ
نہیں تھا۔

کملا:۔ لیکن اب تو بہت زیادہ ہو گیا ہے (ٹھنڈی سانس بھرتی ہے) ..... مجھے
ڈر تھا ..... مجھے ڈر تھا۔

شنکر:۔ ڈر کیسا —— اب ڈر کیسا —— آج سے پہلے میں بھی ڈر محسوس کرتا تھا پر اب
تو ہم دونوں ڈر اور خوف کی حدود سے باہر نکل گئے ہیں۔

کملا:۔ مجھے ڈر تھا کہ میری زندگی میں سکھ کی گھڑی جب بھی آئے گی موت کا گھنٹہ بجاتی
آئے گی —— آج وہی ہوا جس کا کھٹکا تھا —— بالکل وہی ہوا۔

شنکر:۔ کیا ہوا —— ایک پاپی دنیا سے کم ہوا —— خس کم جہاں پاک۔

کملا:۔ ایک پاپی دنیا سے ضرور کم ہوا پر پاپ تو وہیں رہا —— شنکر صاحب آپ نے
پاپی کو مارا ہے پاپ کو نہیں۔

شنکر:۔ لیکن پاپ اسی نے کیا تھا۔

کملا:۔ اسی نے کیا تھا پر موت اس کے من سے اس کو دھو تو نہیں سکی —— آپ اس کو
ہلاک کر کے اس کے دل سے وہ پاپ تو دور نہیں کر سکے ہیں۔

شنکر:۔ نہیں ..... لیکن .....

کملا:۔ پھر اس کو جان سے مارنے کا فائدہ —— اس کو اپنے پاپ کے پرائسچت کا موقع
اب کیسے ملے گا —— آپ نے اس کو مار کر اس سے وہ موقع بھی چھین لیا جب کہ
وہ سچے دل سے معافی مانگ سکتا تھا —— آپ نے اسے اچھا بننے سے پہلے موت

کے گھاٹ اتار دیا —— آپ نے غلطی کی۔

شنکر:۔ (جھنجھلا کر) ..... کیا غلطی کی —— نادر شاہ اپنی ہوس کی پیاس بجھانے کیلئے دلی کے گلی کوچوں میں خون کے دریا بہا سکتا ہے —— چنگیز خاں فنا کو اپنا دل خوش کرنے کے لئے بادۂ ہر جام بنا سکتا ہے —— تیمور انسانوں کے خون سے محض تفریح کے لئے ہولی کھیل سکتا ہے —— یورپ میں ایک ہٹلر اپنا شوق پورا کرنے کے لئے کئی شمشان بنا سکتا ہے مگر میں ایک مجرم کو سزا نہیں دے سکتا —— کیوں —— کیوں۔

کملا:۔ اس لئے کہ شنکر ہٹلر نہیں ہے —— ایک معمولی انسان ہے جس کے دل میں کوئی ہوس نہیں ہے۔ آپ نے اپنا دل خوش کرنے کے لئے کندن کو نہیں مارا —— آپ کو دکھ ہوا تھا اس کے برے کام سے۔ آپ نے برے کام کو مٹانا چاہا پر ایک انسان کو مٹا دیا —— یہ غلطی تھی۔ بہت بڑی غلطی تھی —— آپ نے سانپ کو مارنا چاہا اور یہ خیال رکھا کہ لاٹھی ٹوٹنے نہ پائے۔ آپ کی لاٹھی ٹوٹ گئی پر سانپ مرا —— سانپ اس کا باپ تھا جو سدا بس گھولتا رہے گا —— سدا بس گھولتا رہے گا۔

(دروازے پر دستک کی آواز —— خاموشی —— پھر دستک کی آواز)

شنکر:۔ کون ہے —— (دروازہ کھلنے کی آواز)

انسپکٹر:۔ میں عبدالحمید۔

شنکر:۔ کون —— (سنبھل کر) انسپکٹر عبدالحمید —— آؤ —— آؤ۔

انسپکٹر:۔ مجھے افسوس ہے میں تمہارے تخلیے میں دخل انداز ہوا —— مجھے کچھ کہنا ہے۔

شنکر:۔ (جلدی جلدی) کہو کہو کیا کہتے ہو؟

انسپکٹر:۔ میں تمہاری سب باتیں سن چکا ہوں —— جن حالات میں تم لوگوں کو ایک دوسرے

کی محبت کا احساس ہوا ہے بہت ہی دردناک ہیں — قانون کی آنکھیں بھی یہ کہانی سن کر نمناک ہو گئیں — میرا اصول — میرا فرض — میرا ضمیر تمہاری محبت کے سامنے اپنا سر جھکا چکا ہے — کندن مر گیا ہے اب اُسے کوئی طاقت زندہ نہیں کر سکتی لوگوں کو یہی معلوم ہے کہ اس نے خودکشی کی ہے — تمہارا راز میرے سینے میں ہمیشہ محفوظ رہے گا — بس مجھے یہی کہنا تھا۔

(تھوڑا وقفہ)

شنکر:- انسپکٹر عبدالحمید — ٹھہرو — (تھوڑا وقفہ) — مجھے بھی ساتھ لے چلو۔

انسپکٹر:- وہ کیوں۔

شنکر:- میں قاتل ہوں — میں نے ایک پاپ کو مٹانا چاہا مگر ایک انسان کا خون کر دیا — اس غلطی کی سزا مجھے بھگتنا ہو گی... چلو انسپکٹر عبدالحمید جلدی چلو — ایسا نہ ہو میرے سینے میں بھڑک جاگی ہوئی آواز تمہارے رحم و کرم کے نیچے دب جائے۔

انسپکٹر:- تمہاری محبت......

شنکر:- محبت روح کی جائداد ہے۔ وہ اسے خود سنبھال لے گی — میں چلا کملا — میں چلا۔

کملا:- جاؤ — جاؤ — پر جو شکتی پرماتما نے تمہیں دی ہے تھوڑی سی مجھے بھی دیتے جاؤ — نہیں نہیں میں نہیں روؤں گی — مجھے رونا نہیں چاہیے — آج کا دن تو بڑا شبھ دن ہے — میں جو کچھ چاہتی تھی مجھے مل گیا۔ میری جھولی بھر گئی — اب مجھے کسی سے کچھ نہیں مانگنا — جاؤ — جاؤ —

(فیڈ آؤٹ)

(خیال ماخوذ)

کیا میں اندر آ سکتا ہوں

افراد

نعیم ۔ ۔ ۔ ایک آزاد خیال نوجوان

اور چند "آنا منع ہے" کے بورڈ

(بالکل آہستہ آہستہ وہ دھن سازوں پر بجائی جائے جس میں آگے چل کر اس ڈرامے کا ہیرو ایک غزل گائے)

نعیم (ایک لمبی سانس لے کر)۔۔۔ کیسی پر فضا جگہ ہے ـــــ حیرت ہے کہ آج تک میری نظروں سے اوجھل رہی ـــــ نظریں ـــــ اوجھل ـــــ (مسکرا کر) نظر ہو تو چیزیں نظر بھی نہیں آتیں ـــــ آہ! نظر کی یہ بے نظری!

(وقفہ ـــــ اس دوران میں ساز بجتے رہیں)

نعیم :۔ یہ نرم نرم گھاس کتنی فرحت ناک ہے ـــــ جی چاہتا ہے آنکھیں پاؤں کے تلووں میں لگ جائیں ـــــ اور یہ پھول ـــــ یہ پھول اتنے خوبصورت نہیں جتنی ان کی ہرجائی خوشبو

خوبصورت ہے —— ہر شے جو ہرجائی ہو خوبصورت ہوتی ہے۔ ہرجائی عورت ہرجائی مرد..... کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ خوبصورت چیزیں پہلے پیدا ہوئی تھیں یا خوبصورت خیال —— ہر خیال خوبصورت ہوتا ہے۔ مگر مصیبت ہے کہ ہر پھول خوبصورت نہیں ہوتا —— مثال کے طور پر یہ پھول جو اس ٹہنی پہ اکڑوں بیٹھا ہے کتنا سفلہ دکھائی دیتا ہے —— مگر سفلہ پن اور بھدا پن دو الگ الگ چیزیں ہیں —— بہرحال یہ جگہ خوب ہے۔ ایک بہت بڑا دماغ معلوم ہوتا ہے —— روشنی بھی ہے۔ سائے بھی ہیں اور انکا باہمی اختلاط شعور اور تحت الشعور کا مرتعش لمس معلوم ہوتا ہے —— ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت میں نہیں بلکہ یہ جگہ سوچ رہی ہے —— یہ پرفضا جگہ جو اتنی دیر میری نظروں سے اوجھل رہی۔

(وقفہ —— اس کے بعد ذیل کی غزل گائی جائے)

غزل

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن
پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن
برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن
پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن

(موٹر کے ہارن کی آواز ـــــ بڑی گرجنت ـــــ پھر موٹر رکنے کی تیز آواز)

مالک :۔ اے تم کون ہو؟

نعیم :۔ (چونک کر) ۔۔۔۔ یہ موٹر کہاں سے آگئی؟

مالک :۔ وضع قطع سے تو آدمی شریف معلوم ہوتا ہے مگر یہ گھس کیسے آیا یہاں ـــــ کس اطمینان سے لیٹا ہے جیسے اس کے باوا کا باغ ہے ـــــ (بلند آواز میں) ۔۔۔۔ اماں کچھ سنتے ہو؟

نعیم :۔ تشریف لے آئیے یہاں ـــــ بہت اچھی جگہ ہے۔

مالک :۔ (زیر لب) تشریف کا بچہ ـــــ (بلند آواز میں) ادھر آؤ۔

نعیم :۔ بھئی مجھ سے نہیں آیا جائے گا۔ تم خود ہی چلے آؤ۔ واللہ بڑی دلفریب جگہ ہے۔ تمہاری سب کوفت دور ہو جائے گی۔

(موٹر کا دروازہ کھولنے اور اس کو غصے میں زور سے بند کرنے کی آواز ـــــ پھر پتھریلے فرش پر قدموں کی چاپ)

مالک :۔ (غصے میں) اٹھو یہاں سے۔

نعیم :۔ اتنے اونچے نہ بولو ـــــ آؤ یہاں میرے پاس لیٹ جاؤ ـــــ بالکل خاموش جس طرح میں لیٹا ہوں اور آنکھیں بند کر لو۔ اپنا سارا جسم ڈھیلا چھوڑ دو دماغ کی ساری بتیاں گل کر دو۔ پھر جب تم اس اندھیرے میں چلو گے تو تمہاری ٹٹولتی ہوئی انگلیاں غیر ارادی طور پر ایسے قمقمے روشن کریں گی جن کے وجود سے تم بالکل غافل تھے ـــــ آؤ میرے ساتھ لیٹ جاؤ۔

مالک :۔ دیوانے معلوم ہوتے ہو۔

نعیم :- دیوانے ——— نہیں تم نے آج تک دیوانے دیکھے ہی نہیں ——— میری جگہ اگر یہاں کوئی دیوانہ ہوتا تو وہ ان چند بکھری ہوئی جھاڑیوں اور ان ٹہنیوں پر بچوں کے گالوں کے مانند لٹکے ہوئے پھولوں سے مطمئن کبھی نہ ہوتا ——— دیوانگی اطمینان کا نام نہیں میرے دوست ——— آؤ میرے پاس بیٹھ جاؤ اور دیوانگی کی باتیں کرو۔

مالک :- اپنی بکواس بند کرو اور جاؤ یہاں سے نو دو گیارہ ہو جاؤ۔

نعیم :- ارے ..... تم کون ہو ——— بڑے بدتمیز معلوم ہوتے ہو۔

مالک :- (بلند آواز میں) ڈرائیور ——— اس کو دھکے دے کر باہر نکال دو۔

نعیم :- بھئی تم عجیب آدمی ہو ——— دھکے مارنے کی کیا ضرورت ہے ——— اور اگر دھکے مارنے ضروری ہیں تو دوسرے آدمی کو کیوں تکلیف دیتے ہو ——— تم خود دھکے مار سکتے ہو۔

مالک :- ایسے کام میں خود نہیں کیا کرتا۔

نعیم :- اس کا یہ مطلب ہوا کہ دھکے مارنا برا کام ہے۔

مالک :- ڈرائیور۔

نعیم :- تم مجھے یہاں سے کیوں نکالنا چاہتے ہو ——— بڑے مزے میں بیٹھا تھا۔

مالک :- میں تمہیں اس لئے یہاں سے نکالنا چاہتا ہوں کہ یہ جگہ میری ہے۔

نعیم :- یہ جگہ تمہاری ہے ——— ناممکن ——— ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔

مالک :- کیوں ؟

نعیم :- اس لئے ——— اس لئے کہ ..... نہیں میرا خیال غلط ہے۔ یہ باغ تمہارا ہی ہوگا۔ ——— نہیں یہ باغ تمہارا ہی ہے۔

مالک :- تم بھاگ جاؤ یہاں سے ——— اور وہ بورڈ پڑھتے جاؤ جو گیٹ کے پاس لگا ہے

نعیم :۔ کون سا بورڈ ——— ہاں وہ ——— بغیر اجازت اندر آنا منع ہے ——— حیرت ہے کہ میری نظروں سے اوجھل رہا ——— (مسکراتا ہے) نظر ہو تو چیزیں نظر نہیں بھی آتیں ——— نظر کی یہ بے نظری! ——— (پتھریلے فرش پر قدموں کی چاپ)

بغیر اجازت اندر آنا منع ہے (قدموں کی چاپ جاری رہے)

نوٹ :۔ قدموں کی چاپ چند لمحات جاری رہے ——— اس کے بعد یہ آواز ہجوم کے شور میں گھل مل جائے۔ ہجوم کا شور بہت اونچا نہ ہو۔ ایسا معلوم ہو کہ آٹھ دس لڑکیاں اور پندرہ بیس مرد ایک جگہ اکٹھے ہیں اور اِدھر اُدھر کی باتیں کر رہے ہیں۔ کبھی کبھی کسی لڑکی کے ہنسنے کی آواز بھی سنائی دے ——— آوازوں کے اس پردے پر ذیل کا مکالمہ سپرامپوز کیا جائے۔

مرد نمبر ایک :۔ مسز فوجدار۔ یہ پینٹنگ دیکھی آپ نے۔

مسز فوجدار :۔ (توقف کے بعد) اوہ ——— اِٹ از لولی ——— (آہستہ) آپ نے ثریا کو دیکھا ——— کتنی سج بن کر آئی ہے۔

عورت نمبر ایک :۔ ثریا ادھر آ کے تصویریں دیکھ۔ تو وہاں کھڑی کیا کر رہی ہے۔

مرد نمبر دو :۔ بڑی پیاس لگ رہی ہے ——— ان لوگوں نے ڈرنکس کا انتظام کیوں نہیں کیا۔

مرد نمبر تین :۔ شیلا زکام کی وجہ سے نڈھال ہے ورنہ ضرور آتی ——— آپ جانتے ہی ہیں کہ پینٹنگز سے اُسے کتنی دلچسپی ہے۔

مرد نمبر چار :۔ بچپن ہی میں اسے تصویریں بنانے کا شوق تھا۔

مرد نمبر تین:۔ اب تو وہ بہت اچھی تصویریں بنا لیتی ہے۔ پرسوں اس نے ڈرائنگ کاغذ لے کر اپنے چھوٹے بھائی کی سائیکل کی تصویر اتاری ۔۔۔ میں تو دنگ رہ گیا۔

نعیم:۔ (ہلکے طنز کے ساتھ) ہوبہو سائیکل معلوم ہوتی ہوگی۔

مرد نمبر تین:۔ جی ہاں ۔۔۔ (اپنے ساتھی سے۔ دھیمے لہجے میں) یہ آدمی کون ہے۔

مرد نمبر چار:۔ معلوم نہیں کون ہے۔

عورت نمبر دو:۔ کہاں غائب رہتی ہو بھلا ۔۔۔ کئی دفعہ تمہارے گھر گئی مگر۔۔۔

عورت نمبر تین:۔ یہ آجکل سوشیلا کے لئے کوئی اچھا سا بر ڈھونڈنے میں مشغول ہے۔

مرد نمبر چار:۔ میں آپ سے عرض کر چکا ہوں کہ ان شرائط پر یہ کنٹریکٹ نہیں ہو سکتا۔

عورت نمبر چار:۔ یہ تصویر کتنی بھدی ہے۔

نعیم:۔ یہ تصویر بھدی نہیں ہے

عورت نمبر چار:۔ (چونک کر) کیا کہا؟

نعیم:۔ میں نے کہا تھا کہ یہ تصویر بھدی نہیں ہے۔

عورت نمبر چار:۔ مگر آپ کی رائے میں نے طلب نہیں کی۔

نعیم:۔ درست ہے مگر تصویر پر آپ نے جو حملہ کیا تھا اس کا جواب دینے کا مجھے حق ضرور حاصل ہے ۔۔۔ آپ یقین مانیں کہ یہ تصویر جسے آپ بھدی بتا رہی ہیں ان تمام تصویروں سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے جو اس گیلری میں لٹکی ہوئی ہیں ۔۔۔ آپ غور سے دیکھیں تو صرف اسی تصویر میں آپ کو رنگوں کا صحیح التزام نظر آئے گا ۔ ۔۔ اس تصویر کے رنگ موضوع کی مطابقت کرتے ہیں یعنی سنجیدہ اور متین ہیں۔ برش کی ہر جنبش پر خلوص ہے ۔۔۔۔۔

عورت نمبر چار :- آپ کون ہیں ؟

نعیم :- (چونک کر) ..... میں ..... میں .....

مرد نمبر پانچ :- میں میں کیا کرتے ہو ——— بتاؤ تم کون ہو ؟

نعیم :- آپ ذرا آرام سے پوچھئے ..... میں آپ کو بتا سکتا ہوں۔

مرد نمبر چھ :- تم یہاں آئے کیسے ؟

نعیم :- پیدل۔

مرد نمبر چھ :- عجب مسخرہ ہے ——— میں اس سے پوچھتا ہوں کہ یہاں کیسے آئے ہو تو جواب دیتا ہے پیدل۔

مرد نمبر پانچ :- تمہارے پاس کارڈ ہے۔

نعیم :- کارڈ ——— کیسا کارڈ ؟

(کئی عورتوں اور مردوں کے قہقہوں کی آواز)

مرد نمبر چھ :- ایسا کارڈ ——— دیکھ لیا آپ نے۔

نعیم :- جی ہاں ——— ایسا کارڈ میرے پاس نہیں ہے۔

مرد نمبر چھ :- تو باہر تشریف لے جائیے۔

نعیم :- کیوں ؟ ——— مجھے یہ تصویر پسند ہے۔ میں اسے ابھی کچھ دیر اور دیکھنا چاہتا ہوں۔

(لوگ ہنستے ہیں)

مرد نمبر چھ :- باہر جا کے دیکھو وہاں تمہیں تھانوں سے اتری ہوئی کئی تصویریں دیکھنے کو مل جائیں گی۔

نعیم :۔ آپ یہ مذاق کیوں اُڑاتے ہیں؟

مرد نمبر پانچ :۔ اس لئے کہ تمہاری شکل ہی ایسی ہے۔

(لوگ ہنستے ہیں)

مرد نمبر چھ :۔ بغیر اجازت تم اندر چلے آئے ہو ـــــ ایسا نہ ہو تمہیں کوئی دھکے مار کر باہر نکال دے ـــــ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔

(عورتوں اور مردوں کی کھسر پھسر ـــــ چند لمحات کے بعد اس کو فیڈ کر دیا جائے ـــــ پھر قدموں کی چاپ ـــــ اس کے بعد نعیم پڑھنے کے انداز میں کہے "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" ـــــ قدموں کی چاپ جاری رہے)

(قدموں کی چاپ سمندر کی لہروں کی آواز میں حل ہو جائے۔ لہروں کی ہلکی ہلکی آواز پر ذیل کا مکالمہ سپر امپوز کیا جائے)

نعیم :۔ کیسا سہانا منظر ہے ـــــ ہوا چل رہی ہے۔ لہریں اٹھ رہی ہیں ـــــ ادھر حدِ نظر تک سمندر ہی سمندر دکھائی دیتا ہے ـــــ ادھر اونچی اونچی عمارتوں کے ساتھ نگاہیں ٹکراتی ہیں اور پتھر اور سیمنٹ کی رنگین دیواروں پر رینگنا شروع کر دیتی ہیں ـــــ یہ ساحل کے ساتھ ساتھ دوڑتے ہوئے بجلی کے کھمبے ـــــ اور یہ گیلی ریت کا بستر ـــــ اور یہ شام کی خنک خاموشی میں گھلی ہوئی گنگناہٹیں۔ ـــــ یہ سارا منظر ایک سرگوشی سی معلوم ہوتا ہے ـــــ جی چاہتا ہے میں بھی کسی سے ہولے ہولے باتیں کروں ـــــ بالکل سرگوشیوں میں ـــــ یہ ـــــ یہ لڑکی ریت میں کیا ڈھونڈھ رہی ہے ـــــ ایسا معلوم ہوتا ہے اپنے گرے

ہوتے خیال چُن رہی ہے ـــــ کتنی بھولی ہے ۔ ۔ ۔ ۔

(وقفہ)

نعیم:- یہ کھیل دلچسپ ہے ـــــ آپ یقیناً اپنی مخروطی انگلیاں دیکھ رہی ہیں جن پر سے ریت کے ننھے ننھے ذرّے جوانی کے خیالوں کی طرح پھسل پھسل کر نیچے گر رہے ہیں ـــــ

(لہروں کی آواز)

نعیم:- آپ کی انگلیاں ارتعاش پذیر کیوں ہو گئیں ـــــ نہیں۔ نہیں اس طرح یہ اور بھی زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں ـــــ آپ اپنا کھیل جاری رکھئے ـــــ

(لہروں کی آواز)

نعیم:- عورت سے اگر یہ ارتعاش علیحدہ کر دیا جائے تو کیا باقی رہ جاتا ہے۔

(لہروں کی آواز)

نعیم:- آپ خاموش کیوں ہیں؟

لڑکی:- (معصوم لہجے میں) پتا جی ۔ ۔ ۔ ۔ پتا جی ۔ ۔ ۔ ۔

نعیم:- آپ کسے بلانا چاہتی ہیں؟

لڑکی:- اپنے پتا جی کو۔

نعیم:- کیوں؟

لڑکی:- وہ آجائیں تو اچھا ہے۔

نعیم:- مگر میں تو صرف تم سے باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

لڑکی:- پتا جی ۔ ۔ ۔ ۔ پتا جی ۔ ۔ ۔ ۔

نعیم :۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا..... انہیں یہاں بلانے کی کیا ضرورت ہے..... کیا تم نہیں چاہتی ہو کہ میں تم سے باتیں کر لوں۔

لڑکی :۔ آپ پتاجی سے پوچھ لیجئے۔

نعیم :۔ وہ مجھے اس بات کا کیا جواب دیں گے۔

لڑکی :۔ آپ ان سے اجازت لے لیجئے۔

نعیم :۔ تمہاری اجازت ہے یا نہیں؟

لڑکی :۔ میں..... میں..... پتاجی یہ مجھ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

باپ :۔ (مری آواز میں) تم میری لڑکی سے کیوں باتیں کرنا چاہتے ہو؟

نعیم :۔ تشریف رکھئے۔ میں آپ کو اس خواہش کا تجزیہ کر کے بتاتا ہوں۔

باپ :۔ میں پوچھتا ہوں تم میری لڑکی سے کیوں باتیں کرنا چاہتے ہو؟

نعیم :۔ (ارادہ بدل کر) ... میں... میں آپ کی لڑکی سے باتیں کر چکا — بس اب یہ خواہش نہیں رہی۔

باپ :۔ تم نے میری لڑکی سے میری اجازت کے بغیر کیوں باتیں کیں؟

نعیم :۔ مجھ سے غلطی ہوئی۔

باپ :۔ خبردار۔ آئندہ پھر کبھی ایسی غلطی نہ کرنا —— ٹھیرو یہاں تم کیسے داخل ہوئے۔

نعیم :۔ اُدھر سے گھومتا اِدھر آگیا۔

باپ :۔ اُدھر تم گھوم سکتے ہو مگر اِدھر بغیر اجازت اندر آنا منع ہے —— یہ کلب ہے —— تم نے وہ بورڈ نہیں پڑھا؟

نعیم :۔ پہلے نہیں پڑھا تھا —— اب پڑھ لیا ہے دلہروں کی آواز چند لمحات تک آتی

ہے ۔۔۔۔۔۔ بغیر اجازت اندر آنا منع ہے"

لہروں کی آواز جاری رہے ـــــ اس آواز کے ساتھ ساتھ کوئی موٹی آواز ہیں
رتقوں کے ساتھ یہ کہتا ہے "بغیر اجازت اندر آنا منع ہے ـــ بغیر اجازت
اندر آنا منع ہے" ۔ چند لمحات کے بعد یہ سلسلہ ختم کر دیا جائے

دستک ۔ دروازہ کھلتا ہے ۔

نعیم :۔ کیا میں اندر آ سکتا ہوں ؟

نوکر :۔ ہائیں ـــ ح ـــ ح ـــ حضور یہ آپ کا اپنا گھر ہے ۔ اجازت کیسی ۔

نعیم :۔ نہیں فضلو یہ میرا گھر نہیں ہے ـــ یہ گھر جو مجھے راحت بخشتا ہے کیسے میرا ہو سکتا ہے ـــ مجھے اب ایک نئی بات معلوم ہوئی ہے

نوکر :۔ کیا سرکار ؟

نعیم :۔ یہی کہ یہ گھر میرا نہیں ـــ البتہ اس کا گرد و غبار ۔ اس کی تمام غلاظتیں میری ہیں ـــ وہ تمام چیزیں جن سے مجھے کوفت ہوتی ہے ۔ میری ہیں لیکن وہ چیزیں جن سے مجھے راحت پہنچتی ہے کسی اور کی ہیں ـــ خدا جانے کس کی ہیں ـــ میں اب ڈرتا ہوں ـــ کسی اچھی چیز کو اپناتے ڈرتا ہوں ـــ یہ پانی میرا نہیں ـــ یہ ہوا میری نہیں ۔ یہ آسمان میرا نہیں ۔ یہ زمین میری نہیں ۔ وہ پرانا لحاف جو میں سردیوں میں اوڑھتا رہا ہوں ـــ میرا خیال ہے وہ بھی میرا نہیں ـــ فضلو ۔ جاؤ تم بھی میرے نہیں ۔۔۔۔۔۔۔

نوکر:۔ نہیں۔نہیں سرکار.....

نعیم:۔ نہیں فضلو تم میرے نہیں ہو سکتے —— تمہیں اس کا علم نہیں ہوگا —— بہت سی باتیں انسان کے علم میں نہیں ہوتیں —— میں اب جارہا ہوں۔

نوکر:۔ کہاں؟

نعیم:۔ بس جارہا ہوں.....

قدموں کی چاپ —— چند لمحات تک —— اس کے بعد اس چاپ کو اس ٹھمری کی دھن میں تحلیل کر دیا جائے: پیا بن ناہیں آوت چین —— تھوڑی دیر کے بعد بول بھی شروع ہو جائیں۔

نعیم:۔ کیا میں اندر آسکتا ہوں؟

(ساز بجتے رہیں۔ طوائف گانا بند کر دیتی ہے)

طوائف:۔ آئیے آئیے تشریف لے آئیے اندر —— صاحب اجازت لینے کی کیا ضرورت تھی۔

نعیم:۔ نیچے سے گزر رہا تھا۔ آپ کو یہ ٹھمری گاتے سنا۔ آواز پسند آئی۔ اوپر چلا آیا۔

طوائف:۔ تشریف لے آئیے۔

نعیم:۔ یہ چند اصحاب جو بیٹھے ہیں۔ انہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟

(تین چار مردوں کی دبی دبی ہنسی)

طوائف:۔ انہیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے —— تشریف لے آئیے —— ادھر

مسند پر بیٹھیے ——— یہ گاؤ تکیہ لے لیجیے۔

(وقفہ)

نعیم :- کتنی اچھی جگہ ہے۔

طوائف :- آپ کیوں میرا مذاق اڑاتے ہیں ——— یہ اچھی جگہ ہے؟ ——— جہاں طاقچے میں اُلٹی جھاڑو پڑی ہے ——— دیواروں پر تھانوں سے اتری ہوئی بھدی تصویریں لٹک رہی ہیں۔ اور اس ٹوٹے ہوئے پھولدان میں کئی دنوں کے باسی پھول پڑے ہیں ——— آپ کیوں میرا مذاق اڑاتے ہیں؟ ———

نعیم :- میں تمہارا مذاق نہیں اڑاتا ——— البتہ تمہارے طاقچے کی الٹی جھاڑو دیوار پر تھانوں سے اُتری ہوئی تصویریں اور ٹوٹے ہوئے پھولدان کے باسی پھول ضرور کسی چیز کا مذاق اڑا رہے ہیں ——— تم اس نکتے کو نہیں سمجھو گی اور سچ پوچھو تو اس وقت میں تمہیں سمجھانا بھی نہیں چاہتا ——— گائے جاؤ ——— وہی جو تم گا رہی تھیں ——— "پیا بن آوت ناہیں چین" ——— جانے وہ کون پیا ہے۔ جس کے بنا تمہیں چین نہیں ——— گائے جاؤ ———

(طوائف ہنستی ہے اور ٹھمری شروع کر دیتی ہے۔)

آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ

تحفہ

افراد

جگل . . . . (آواز میں بے نیازی ہو)

گنیش . . . . . . (تعلیم یافتہ بنیا۔ بولنے کا انداز جچا تلا)

دکاندار . . . . . (ان پڑھ بنیا۔ جھگڑالو قسم کا آدمی)

شیلا . . . . (خوش آواز لڑکی)

ایک لڑکی . . . . (شیلا کی سہیلی)

رامو . . . . (نوکر)

(کالج کا گھنٹہ بجتا ہے ——— ساتھ ہی کسی قدموں کی آواز آتی ہے۔

شیلا:۔ جگل ——— جگل۔

جگل:۔ اوہ ——— شیلا۔

شیلا:- میں تم سے ایک بات کہنا چاہتی ہوں۔

جگل:- کہو۔

شیلا:- میں نے بہت غور کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ ہمارا آپس میں ملنا ٹھیک نہیں، کالج میں یا کالج سے باہر اب ہمیں ایکدوسرے سے نہیں ملنا چاہیئے۔

جگل:- کیوں؟

شیلا:- اس لئے کہ .....

جگل:- کہو کہو —— صاف صاف کہو۔

شیلا:- اس لئے کہ لوگ تمہیں اول درجے کا بدمعاش آوارہ گرد اور لچا خیال کرتے ہیں۔

جگل:- ہنستا ہے صرف خیال ہی کرتے ہیں..... نہیں اب تک یقین ہو جانا چاہیئے تھا

شیلا:- جگل تم کبھی سنجیدہ ہونا بھی سیکھو گے؟

جگل:- نہیں۔

شیلا:- کیوں؟

جگل:- سنجیدگی میں کیا دھرا ہے..... یعنی خواہ مخواہ آدمی سنجیدہ ہوتا پھرے میں صحت مند ہوں۔ اور صحت مند رہنا چاہتا ہوں۔ اپنی زندگی کو یہ روگ نہیں لگانا چاہتا۔

شیلا:- تم نے میرا فیصلہ سن لیا۔

جگل:- سن لیا۔

شیلا:- تمہیں قبول ہے؟

جگل:- میں دوسروں کے فیصلے قبول نہیں کرتا —— میں تم سے ملوں گا اور ملتا رہوں گا۔

شیلا:- زندگی اجیرن کردوگے میری۔

جگل:- (مسکراکر) میں تمہیں اپنی زندگی دے دونگا۔

شیلا:- (ازراہِ مذاق) جو تمہارے اس بوٹ کی طرح گھسی ہوئی ہے۔

جگل:- استعمال جو زیادہ کرتا رہا ہوں۔ مگر صرف اس کا تلا ہی گھسا ہے۔ اوپر کا حصہ بالکل ٹھیک ہے ——— پالش کردوگی تو چمک اٹھے گا۔

شیلا:- تم خود پالش کیوں نہیں کرتے؟

جگل:- اس لئے کہ......

شیلا:- ٹھیرو ——— میں اس وقت سنجیدہ ہونا چاہتی ہوں ——— بتاؤ تم خود پالش کیوں نہیں کرتے ——— تم اپنی اصلاح کی کوشش کیوں نہیں کرتے لوگ تمہیں اول درجے کا آوارہ گرد سمجھتے ہیں۔ تم ان کے دماغ سے یہ خیال دور کیوں نہیں کرتے ——— تم کیوں اتنے بے پرواہ ہو ——— کیا تمہارا یہ لاابالی پن کبھی دور نہیں ہوگا ——— کیا تم کبھی انسان نہیں بنو گے؟

جگل:- آہستہ آہستہ۔

شیلا:- لوگ میری جان کھا گئے ہیں۔ جدھر جاتی ہوں میری طرف انگلیاں اٹھتی ہیں ——— میرے کریکٹر پر حملے کئے جاتے ہیں ——— میں سب کچھ سہتی ہوں۔ صرف تمہاری خاطر۔

جگل:- میری خاطر۔

شیلا:- بھگوان جانے میری عقل کو کیا ہو گیا ہے۔ مجھے تم سے اتنا انس کیوں پیدا ہو گیا ہے ——— میں تم سے بالکل کنارہ کش ہو جاتی۔ تمہارے خیال تک کو

اپنے دل و دماغ سے محو کر دیتی مگر مجھے ترس آتا ہے کہ تم اور بھی زیادہ بہک جاؤ گے۔

جگل: تم مجھ پر ترس کھاتی ہو —— میں کوئی زخمی گدھا نہیں۔ کوئی لنگڑاتا نہیں —— کوئی بیمار بھینس نہیں۔

شیلا: (زور اور شدت کے ساتھ) جگل۔

جگل: بکو نہیں۔

شیلا: (دھیمے لہجے میں۔ افسردگی کے ساتھ) جگل۔

جگل: جگل اول درجے کا بدمعاش، شہدا، لچا اور آوارہ گرد ہے۔

شیلا: میں نے یہ کبھی نہیں سمجھا۔

جگل: وہ اپنے بالوں میں تیل نہیں لگاتا۔ میلے کپڑے پہنتا ہے۔ اس کا جوتا پھٹا ہوتا ہے۔

شیلا: میں نے یہ کبھی نہیں کہا۔

جگل: پہلے نہیں کہا تو اب کہہ دو —— میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے نفرت کرو —— ابھی اسی وقت —— میں چاہتا ہوں کہ تمہاری عقل درست ہو جائے اور وہ رتی بھر انس جو تمہارے دل میں پیدا ہو گیا ہے۔ دور ہو جائے۔ تم مجھ سے بالکل کنارہ کش ہو جاؤ تاکہ میں اور زیادہ بہک سکوں۔

شیلا: تم کتنے بے رحم ہو۔

جگل: لوگ تمہاری جان کھا گئے ہیں۔ جدھر جاتی ہو تمہاری طرف انگلیاں اٹھتی ہیں، تمہارے کیریکٹر پہ حملے کئے جاتے ہیں —— صرف میری خاطر ——

مجھ شہد سے پہلے اور آوارہ گردی کی خاطر ـــــ تمہارا فیصلہ اب مجھے منظور ہے اس لئے کہ تم مجھ پر بلے کار ترس کھاتی رہی ہو ـــــ طبیعت پر جبر کر کے مجھ پر رحم کرتی رہی ہو۔

شیلا: تم بہت جلد بھڑک اٹھتے ہو جگل۔ مجھے تم سے جھوٹ موٹ کا انس نہیں ہے ـــــ میری ہمدردی مصنوعی ہمدردی نہیں ـــــ میں تم پر ترس کھاتی ہوں اس لئے کہ دوسرے تم پر ترس نہیں کھاتے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم اور زیادہ بہک جاؤ۔ تمہارا وجود بالکل منتشر ہو جائے۔ تمہارے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اس طرح پر کہ تم پھر انہیں اکٹھا بھی نہ کر سکو ـــــ میں یہ نہیں چاہتی۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ میں عورت ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ تم سلامت رہو۔ وہ تمام خوبیاں جو لوگوں کے نزدیک تمہارے اندر نہیں پیدا ہو جائیں ـــــ میں بڑے فخر کے ساتھ کہہ سکوں ـــــ جگل صاحب میرے دوست ہیں۔

جگل: (تمسخر آمیز ہنسی) جگل صاحب ـــــ یہ جگل صاحب ہیں۔ شہر کے بہت بڑے رئیس ـــــ بہت بڑا نام ہے آپ کا۔ آپ کی پتلون میں چار پیوند لگے ہیں کوٹ آپ نے کسی دوست کا پہن رکھا ہے۔ جوتا آپ کا پھٹا ہوا ہے (ہنستا ہے) یہ جگل صاحب ہیں (ہنستا ہے) جاؤ شیلا جاؤ ـــــ ایک ناکارہ آدمی میں اتنی دلچسپی نہ لو ـــــ پڑھو۔ امتحان پاس کرو اور شادی وادی کر کے اطمینان سے ایک جگہ بیٹھ جاؤ۔

---

* شادی وادی: شادی کے ساتھ ہم قافیہ لفظ لگا دیا جاتا ہے۔ مقصود ...

کے بعد ہجوم کا شور پیدا کیا جاتے ـــــ چند لمحات کے بعد ان آوازوں
کو دھیما کر دیا جائے اور ذیل کا مکالمہ سپرامپوز کیا جائے۔

ایک آدمی:۔ کیا ہو رہا ہے بھائی یہاں؟
دوسرا آدمی:۔ شادی بیاہ ہو رہا ہے۔
جگل:۔ کس کا؟
پہلا آدمی: تم نہیں جانتے؟
جگل: مجھے کیا معلوم۔
پہلا آدمی:۔ رائے بہادر شیام سندر جی کی پتری شیلا کا بیاہ ہو رہا ہے۔
جگل:۔ کس کے ساتھ؟
پہلا آدمی:۔ رائے صاحب لالہ گنیش پرشاد جی کے ساتھ ـــــ شہر کے بہت
بڑے رئیس ہیں۔ لاکھوں میں کھیلتے ہیں۔
جگل:۔ ضرور کھیلتے ہوں گے ـــــ سگریٹ کا ایک کش مجھے بھی دینا۔
پہلا آدمی:۔ نیا لے لو۔
جگل:۔ نہیں نہیں۔ یہی دے دو ـــــ تم نیا سلگا لو دھنستا ہے، سلگے سلگائے
سگرٹ مجھے اچھے لگتے ہیں اس لئے کہ سلگانے نہیں پڑتے۔
(شہنائیوں کی آواز بلند ہو کر پھر عقب میں چلی جائے۔)
جگل:۔ بڑا جمگھٹ لگا ہے۔
پہلا آدمی:۔ برات آچکی ہے۔

جگل :۔ چلی بھی جائے گی۔

پہلا آدمی :۔ (ہنستا ہے) تو کیا یہیں بیٹھی رہے گی ——— کیسی باتیں کرتے ہو یار۔

جگل :۔ (ہنستا ہے) بس ایسی باتیں ہی کیا کرتا ہوں۔

دوسرا آدمی :۔ یہ لڑکی کسے ڈھونڈھ رہی ہے ؟

جگل :۔ جانے بلا۔

پہلا آدمی :۔ تمہاری طرف دیکھ رہی ہے۔

جگل :۔ میری طرف . . . . (ہنستا ہے) لیکن میں تو شادی نہیں کرنا چاہتا۔

(تینوں ہنستے ہیں)

لڑکی :۔ آپ میں سے کس کا نام جگل ہے۔

پہلا آدمی :۔ میرا تو نہیں ہے اس سے پوچھ لو۔

لڑکی :۔ (جگل سے) کیا جگل صاحب آپ ہیں ؟

جگل :۔ صاحب کوئی اور ہوگا میں صرف جگل ہوں۔

لڑکی :۔ چلئے ——— آپ کو اندر بلایا ہے۔

جگل :۔ کس نے ؟

لڑکی :۔ آپ چلئے میں بتاتی ہوں۔

جگل :۔ کیا میرا چلنا ضروری ہے۔ ———

لڑکی :۔ جی ہاں۔

جگل :۔ (اپنے ساتھیوں سے) اچھا بھئی رخصت چاہتا ہوں۔ سگرٹ کا شکریہ۔

پہلا آدمی :۔ (ازراہِ مذاق) ایک اور لیتے جاؤ۔ شاید اندر ضرورت پڑے۔

جگل :۔ (ہنستا ہے) نہیں پڑے گی۔

شہنائیوں اور ہجوم کا شور عقب سے اُبھر آئے اور چند لمحات کے بعد دب جائے۔

جگل :۔ آپ نے مجھے بلایا —— فرمائیے ؛
شیلا :۔ (اضطراب بھرے لہجے میں) تم نے مجھے آپ کیوں کہا ؛
جگل :۔ دیر کے بعد ملاقات ہوئی اس لئے یہ اجنبیت پیدا ہو گئی۔
شیلا :۔ تم ابھی تک ویسے کے ویسے ہو۔
جگل :۔ جی ہاں ابھی تک ویسے کا ویسا ہوں۔ کیا جناب کو اس پہ کوئی اعتراض ہے ؟
شیلا :۔ (اور زیادہ مضطرب ہو کر) یہ آداب کس لئے ؟
جگل :۔ آپ کے شاندار لباس سے مرعوب ہو گیا ہوں۔
شیلا :۔ (تنگ آکر) آہ۔ تم مجھے دیوانہ بنا دو گے —— مجھے تم سے بہت کچھ کہنا ہے
میں نے تمہیں یہاں اس لئے بلایا تھا کہ میں تم سے بے شمار باتیں کرنا چاہتی تھی مگر اب مجھے ایک بھی یاد نہیں آتی۔ تمہارے اس عجیب و غریب لہجے نے مجھے سب کچھ بھلا دیا ہے —— بتاؤ مجھے کیا کہنا تھا ؟
جگل :۔ مجھے کیا معلوم ؟
شیلا :۔ تمہیں سب کچھ معلوم ہے۔ تم سب کچھ جانتے ہو —— جلدی کرو میرے پاس بہت تھوڑا وقت ہے۔ بتاؤ —— بتاؤ۔ میں تم سے کیا کہنا چاہتی تھی۔ —— بتاتے کیوں نہیں ؟

جگل:۔ مجھے کیا معلوم۔

شیلا:۔ تم ـــــ تم ـــــ . . . صحت کیسی ہے؟ ـــــ تم بہت دبلے ہوگئے ہو ـــــ میں میں بالکل اچھی ہوں۔ بین تم . . . . (ٹھٹک کر) نہیں ـــــ میں کچھ اور ہی پوچھنا چاہتی تھی (باہر سے کسی عورت کی آواز آتی ہے شیلا) . . . . دیکھا . . . . . وقت ہو گیا ـــــ تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا ـــــ اور مجھے بیشمار باتیں کہنا تھیں۔

جگل:۔ تمہاری شادی ہو رہی ہے۔

شیلا:۔ ہاں ـــــ ہاں ـــــ مجھے تم سے یہی کہنا تھا۔

(دستک ہوتی ہے)

شیلا:۔ (بلند آواز میں) ٹھیرو . . . . . (جگل سے) کچھ اور بھی کہو۔

جگل:۔ کیا کہوں؟

(دستک ہوتی ہے)

شیلا:۔ آتی ـــــ توبہ۔ دستک دے دے کر دروازہ توڑ دیا ہے (جگل سے) جگل۔ اب۔ تم جاؤ۔ کیا کروں۔ مجبوری ہے ـــــ لیکن دیکھو۔ کبھی کبھی مجھ سے ملنے کے لئے ضرور آیا کرنا ـــــ ضرور ـــــ ضرور ـــــ ادھر سے . . . .

(دروازہ کھولنے کی آواز)

شیلا:۔ مجھے بھولنا مت ـــــ سنتے ہو۔ مجھے بھول نہ جانا۔

شہنائیوں اور ہجوم کی آواز ابھر کر اونچی ہو جاتی ہے۔ چند لمحات کے بعد فیڈ آؤٹ۔

گنیش :- شیلا!

شیلا :- جی۔

گنیش :- تمہارے البم میں یہ تصویر کس کی ہے؟

شیلا :- ٹھیرئیے میں آکے بتاتی ہوں۔

(قدموں کی آواز)

شیلا :- یہ؟

گنیش :- کس کی ہے؟

شیلا :- جگل صاحب کی۔

گنیش :- وہ کون؟

شیلا :- آپ نہیں جانتے ——— کالج میں یہ ہمارے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

گنیش :- ایسا معلوم ہوتا ہے میں نے اس شخص کو کہیں دیکھا ہے۔

شیلا : دیکھا ہوگا۔

گنیش :- ہو سکتا ہے مگر میں نے اسے اچھی طرح دیکھا تھا اس لئے کہ اس کا لباس اور
اس کی وضع قطع . . .

(گھڑی چار بجاتی ہے)

شیلا :- لیجئے چار بج گئے ——— اب کیا خاک تیاری ہوگی مجھ سے اور ہمیں ٹھیک
پانچ بجے وہاں پہنچنا ہے ——— البم کو چھوڑئیے اور موٹر نکلوانے کے لئے کہیے۔

گنیش :- تمہیں ساڑھی تبدیل کرنا تھی۔

شیلا :- یہی ٹھیک ہے ——— ساڑھی تبدیل کروں گی تو ساری چیزیں بدلنا پڑیں گا

—— نیا بلاؤز —— نیا پیٹی کوٹ اور پھر سینڈل بھی تو اتارنا پڑے گی۔

—— یہی ٹھیک ہے۔

گنیش:۔ لیکن اتنی جلدی کیا ہے؟

شیلا:۔ واہ —— مجھے راستے میں اپنی ایک دو سہیلیوں سے بھی تو ملنا ہے —

چلئے —— چلئے۔

(قدموں کی چاپ۔ لبعد میں موٹر کی آواز۔)

ایک دم ہجوم کا شور سنائی دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ لڑ جھگڑ رہے ہیں

شور کے اس ٹکڑے پر ذیل کا مکالمہ سپر امپوز کیا جائے۔

دکاندار:۔ نہیں صاحب میں اسے کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ ایسے ہزاروں گھپے مجھے دے

چکا ہے۔

ایک آدمی:۔ ایک بار اور دیکھ لو۔

دکاندار:۔ کیا دیکھ لوں —— اب کا گیا چھ مہینے اپنی شکل نہیں دکھائے گا —

یہ تو اتفاق سے میری نظر پڑ گئی ورنہ کبھی ہاتھ نہ آتا۔

دوسرا آدمی:۔ تو اب تم کیا کرنا چاہتے ہو؟

دکاندار:۔ پکڑ کر تھانے لے جاؤں گا اور کیا کھڑا اسالے کا منہ دیکھتا رہونگا۔

(موٹر کے ہارن کی آواز)

دکاندار:۔ آپ لوگ جائیے —— کیا کوئی تماشہ ہے۔

تیسرا آدمی:- تماشاہی تو ہے۔ تم اس سے اپنے روپے مانگتے ہو۔ یہ کہتا ہے میرے پاس ہیں نہیں۔ تم کہتے ہو۔ نہیں میں نہیں مانتا۔ تمہارے پاس ہوں نہ ہوں ابھی نکال کر دو۔

(بہت سے آدمی ہنستے ہیں)

دکاندار:- تو کیا کروں ——— پھر بھاگ جائے گا ——— کیا ساری عمر اسی کو ڈھونڈھتا رہوں گا۔

پہلا آدمی:- ارے بھائی تم نے کیوں قرض لیا تھا۔ اب دیکھو کتنی خفت اٹھانی پڑ رہی ہے تمہیں۔

(موٹر کے ہارن کی آواز)

دوسرا آدمی:- بھئی راستے سے تو ہٹ جاؤ۔

دکاندار:- آپ لوگ ہٹ جائیں۔ میں تو یہیں کھڑا رہونگا اس کا گریبان پکڑے

تیسرا آدمی:- کیسا آدمی ہے خود کچھ بولتا ہی نہیں۔

دکاندار:- کیا بولے گا ——— روپیہ دینا ہے اور ہر حالت میں دینا ہے۔

(موٹر کے ہارن کی آواز۔ بالکل قریب)

گنیش:- راستے سے ہٹ گئے یا موٹر اوپر چڑھا دوں ——— بازار کے عین بیچ میں تماشا لگا رکھا ہے۔

(ہجوم کا شور)

شیلا:- (گھبرا کر) چلئے۔ اب راستہ صاف ہو گیا ہے۔

گنیش:- ٹھہرو۔ . . . (بلند آواز میں) اے ——— ذرا ادھر آؤ۔

دکاندار:۔ مجھے بلایا ہے سیٹھ صاحب؟

گنیش:۔ کیا بات ہے؟

دکاندار:۔ روپیہ لینا ہے سیٹھ صاحب۔ چھ مہینے ہو گئے ہیں۔ برابر مجھے گھسے دیے چلا جا رہا ہے۔ آج دیتا ہوں۔ کل دیتا ہوں۔ بس اس طرح چھ مہینے گزر گئے ہیں۔

گنیش:۔ کتنی رقم نکلتی ہے تمہاری اس کی طرف۔

دکاندار:۔ سوا نو روپے۔

گنیش:۔ بس......! (وقفہ) لو یہ دس روپیہ کا نوٹ۔

شیلا:۔ (اضطراب کے لہجے میں) آپ کیوں کسی کا قرض ادا کرتے ہیں ——— وہ خود ادا کرے۔

گنیش:۔ کہاں سے ادا کرے گا... (دکاندار سے) سوا نو روپے لکھے تھے نا تم نے۔

دکاندار:۔ جی ہاں۔

گنیش:۔ بارہ آنے بچیں گے۔ یہ تم اسے دے دینا۔

شیلا:۔ (قریب قریب چیخ کر) آپ نوٹ واپس لیجئے ——— آپ زبردستی بھیک دے رہے ہیں.....

(موٹر اسٹارٹ ہوتی ہے اور چل پڑتی ہے)

پہلا آدمی:۔ یہ کون تھے؟

جنگل:۔ (زہرخند کے ساتھ) تم نہیں جانتے کون تھے ——— شہر کے بہت بڑے رئیس ہیں۔ رائے صاحب لالہ گنیش پرشاد ——— لاکھوں میں کھیلتے

ہیں ۔۔ ۔تم نے دیکھا۔ ان کی پتلون میں ایک بھی پیوند نہیں تھا۔ کوٹ ان کا اپنا تھا ـــــ جوتا بالکل نیا تھا۔۔۔۔۔

دکاندار:۔ پورے بارہ آنے۔

جگل:۔ فاؤ ـــــ میری جیب بالکل خالی تھی۔

(ہجوم کا شور ـــــ چند لمحات کے بعد فیڈ اپ)

آہستہ آہستہ ذیل کی غزل کی دھن شروع ہو ـــــ سازوں پر پھر شعر گائے جائیں۔

غزل

غم کی دنیا بسا رہی ہوں میں
ان کو اپنا بنا رہی ہوں میں
سازِ ہستی کے تار ٹوٹ نہ جائیں
نغمۂ دل سنا رہی ہوں میں
سعیٔ ناکام کے چراغوں کو
آندھیوں میں جلا رہی ہوں میں (پروینہ)

(چند لمحات تک ساز دردناک لَے میں بجتے رہیں)

گنیش:۔ شیلا۔

شیلا:۔ (افسردگی کے ساتھ) جی۔

گنیش:۔ تمہارے البم سے وہ تصویر کہاں گئی؟

شیلا:۔ وہ جو آپ نے اس روز دیکھی تھی؟

گنیش:۔ ہاں وہی

شیلا:۔ نکال دی ہے۔

گنیش:۔ کیوں . . . . بڑی اچھی تصویر تھی۔

شیلا:۔ مجھے میں دبے ہوئے صدمے کے آثار نظر آتے ہیں۔ اچھی ہی تھی۔

گنیش:۔ تو نکال کیوں پھینکی؟

شیلا:۔ نکالی ہے پھینکی نہیں۔

گنیش:۔ میرا مطلب یہی تھا

شیلا:۔ اچھا۔

گنیش:۔ تمہاری طبیعت کئی دنوں سے سست سی ہے ---- غالباً اسی دن
سے جب ہم موٹر میں باہر گئے تھے۔

شیلا:۔ جی ہاں۔ اسی دن سے سست ہے ہوا لگ گئی تھی۔

گنیش:۔ مجھے یاد آیا۔ اس روز واقعی ہوا بہت تیز تھی۔

شیلا:۔ سرد بھی۔

گنیش:۔ سرد بھی . . . . یہ ہوا بعض اوقات بہت تیز اور سرد ہو جاتی ہے۔

شیلا:۔ جی ہاں۔

گنیش:۔ شیلا اپنے اس دوست کی کچھ باتیں تو سناؤ۔ تمہاری طبیعت بہل جائیگی۔

شیلا:۔ کیا سناؤں؟

گنیش:۔ کچھ بھی ---- تصویر سے آدمی دلچسپ معلوم ہوتا ہے ---- کیا نام بتایا تھا

شیلا:۔ جگل صاحب۔

گنیش:۔ جگل صاحب (صاحب پر زور دے کر) آپ کی کوئی خاص خوبی؟

شیلا:۔ آوارہ مزاجی۔

گنیش:۔ (ہنستے ہوئے) مذاق کرتی ہو؟

شیلا:۔ (انتہائی سنجیدگی کے ساتھ) مذاق نہیں کرتی جگل صاحب کی سب سے بڑی خوبی ان کی آوارہ مزاجی ہے۔ ان کا لاابالی پن۔

گنیش:۔ تو وہ ایک نہیں کئی خوبیوں کے مالک ہیں۔

شیلا:۔ جی ہاں۔۔۔ وہ بیحد مفلس۔۔۔ انتہا درجے کے غلاظت پسند۔ بدتمیز اور ب آداب سے ناواقف (آواز گلوگیر ہو جاتی ہے) بدزبان اور ذلت پسند ہیں۔

گنیش:۔ تم صریحاً مذاق کر رہی ہو۔ میں ہرگز ماننے کے لئے تیار نہیں۔

شیلا:۔ (تلخ لہجے میں) مذاق کر رہے ہیں۔

گنیش:۔ تمہاری سالگرہ کی خوشی میں آج شام کو ایک دعوت کر رہا ہوں تم جگل صاحب کو بلاؤ۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔

شیلا:۔ (ایکدم بھڑک اٹھتی ہے) بس۔ بس۔۔۔ اب آپ میری آتما کو دکھ نہ دیجئے بہت زہریلی سوئیاں آپ مجھے چبھو چکے۔۔۔۔ (دردناک آواز میں) جی بھر کے آپ نے مجھے ذلیل کر لیا۔۔۔ کیا ابھی تک کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوا۔۔۔۔۔۔ جو کچھ آپ چاہتے تھے میں نے کہہ دیا۔۔۔ نہیں آپ نے کہلوا لیا۔۔۔ اب آپ اور کیا چاہتے ہیں۔ وہ بدمعاش ہے۔ لچا ہے۔ آوارہ گرد ہے۔ انسانیت کے دامن پر بدنما دھبہ ہے۔۔۔ قابل نفرت انسان ہے۔۔۔ کچھ

اور کہوں یا اتنا ہی کافی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

گنیش :۔ (بچے تلے انداز میں) اتنا کافی نہیں ہے۔ آج شام کو وہ دعوت میں ضرور شریک ہوں گے۔

شیلا :۔ میں اسے ہرگز نہیں بلاؤں گی۔

گنیش :۔ مجھے معلوم تھا۔ اس لئے میں نے خود ان سے آنے کو کہا اور انہوں نے کمال عنایت سے میری درخواست قبول کر لی۔

شیلا :۔ (سخت گھبراہٹ کے ساتھ) وہ آئے گا ــــــ نہیں نہیں ــــــ وہ کبھی نہیں آئیگا ــــــ اگر وہ آئے گا تو آپ مجھے موجود نہ پائیے گا۔

گنیش :۔ میں اس کا انتظام بھی کر لونگا (ہنستا ہے) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج شام کو پانچ بجے تم دونوں دعوت میں شریک ہوں گے۔

گھڑیال کے الارم کی خرخراہٹ۔ پانچ بجنے کی آواز اور ساتھ ہی ہجوم کا شور

ایک مہمان :۔ رائے صاحب بڑے ٹھاٹ کی دعوت کی ہے۔

گنیش :۔ لالہ جی۔ شیلا کی سالگرہ ہو اور یہ ٹھاٹ نہ کئے جائیں (مسکرا کر) کیوں شیلا؟

شیلا :۔ اتنا اہتمام صرف آپ ہی کر سکتے تھے۔

گنیش :۔ (مسکرا کر) صرف تمہاری خاطر؟

دوسرا مہمان :۔ رائے صاحب ــــــ اب کس کا انتظار ہے دعوت شروع ہو۔

گنیش :۔ سب مہمان آ چکے ہیں۔ سوائے ایک کے۔ ان کے بغیر پروگرام شروع

نہیں ہو سکتا۔

دوسرا مہمان:۔ کون ہیں یہ مہاشے؟

گنیش:۔ شیلا کے کالج کے زمانے کے دوست ——— جگل صاحب ابھی تک آئے نہیں شیلا؟

شیلا:۔ آ ہی جائیں گے

(موٹر کے ہارن کی آواز)

تیسرا مہمان:۔ یہ کون آیا؟

دوسرا مہمان:۔ آگے بڑھ کے دیکھو ذرا۔

(قدموں کی آواز)

تیسرا مہمان:۔ بڑی شاندار موٹر ہے۔

چوتھا:۔ بالکل نیا ماڈل ہے۔

تیسرا مہمان:۔ آج کل تو بہت زیادہ قیمت ہو گی اس کی۔

(قدموں کی آواز)

رامو:۔ سرکار جگل صاحب تشریف لائے ہیں۔

گنیش:۔ آ گئے؟

رامو:۔ ہاں سرکار آ گئے۔

گنیش:۔ انہیں اندر لے آؤ۔ رامو۔

(قدموں کی آواز۔ مائکروفون کی طرف)

گنیش:۔ (حیرت کے ساتھ) یہ کون ہے؟

(قدموں کی آواز قریب تر آجاتی ہے۔)

جگل :۔ (باوقار شگفتہ اور باتمیز لہجے میں) ناگوار خاطر نہ ہو۔ تو کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ آپ میں سے کون صاحب خانہ ہیں؟

شیلا :۔ جگل ...... تم ...... تم ......؟

جگل :۔ اوہ .... شیلا ...... تم پہلے مجھے اپنے پتی سے متعارف کراؤ جنہوں نے مجھے یہاں مدعو کیا۔

گنیش :۔ ...... میں حاضر ہوں۔

جگل :۔ پہلے آپ میرا شکریہ قبول کیجئے کہ آپ نے مجھے اس شاندار دعوت میں شریک کیا۔ آپ نے جو آدمی میرے پاس بھیجا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ بے حد مصروف ہونے کے باوجود میں ضرور آؤں گا ——— شیلا تمہارے راجے صاحب بڑے ہی اچھے آدمی ہیں۔ تم بہت خوش نصیب ہو ——— کیوں جناب میں غلط کہہ رہا ہوں۔

گنیش :۔ (چونک کر) کیا کہا آپ نے؟

جگل :۔ (ہنستا ہے) حد ہو گئی ہے ——— شیلا۔ مجھے معلوم ہی نہیں تھا کہ تمہاری شادی ہو چکی ہے ——— دراصل۔ جائداد کے انتظام اور دوسرے کاموں میں اس قدر مشغول ہوا کہ سب کچھ بھول گیا (ہنستا ہے) دولت کمانا اور اس کو سنبھالنا، بہت بڑی دردسری ہے ——— تمہاری صحت تو اب اچھی ہے؟

شیلا :۔ (خاموش رہتی ہے)

جگل :۔ راجے صاحب۔ یہ آپ نے شیلا کو کیا کر دیا ہے۔ کچھ بولتی ہی نہیں ———

بالکل گڑبڑ ہو گئی ہے ــــ اور آپ ......

گنیش :۔ میں ــــ میں .....!

جگل :۔ جی ہاں آپ کیا سوچ رہے ہیں ــــ ذرا ہنگامہ شروع ہو ــــ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ جو پروگرام آپ نے بنایا ہے بس اب شروع ہو جائے ــــ ہاں بھئی شیلا ــــ میں تمہارے لئے ایک تحفہ لایا ہوں۔

شیلا :۔ (مردہ آواز میں) تحفہ؟

جگل :۔ میرا خیال ہے کہ میں تمہارے لئے ایک تحفہ لایا ہوں ــــ رائے صاحب آپ پروگرام شروع نہیں کرتے ــــ اب دیر کیا ہے۔

(مکمل خاموشی)

جگل :۔ یہ خاموشی کیوں؟

(وقفہ)

جگل :۔ آپ نہیں شروع کرتے تو لیجئے میں شروع کرتا ہوں (بلند آواز میں لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے) حضرات سنئے!

(ہجوم کی سرگوشیاں)

جگل :۔ (تقریر کے انداز میں) رائے صاحب لالہ گنیش پرشاد جی نے آپ کو ایک بندر کا تماشہ دکھانے کا انتظام کیا تھا لیکن افسوس ہے وہ بندر نہیں آیا ــــ اس کے بدلے میں آگیا.....

(ہجوم کی سرگوشیاں)

جگل :۔ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔ میں بندر نہیں ہوں۔ خوش پوش انسان ہوں

آپ نے میرا لباس یقیناً پسند کیا ہوگا۔ وہ موٹر کار بھی پسند کی ہوگی جو ابھی تک باہر کھڑی ہے۔ —— میری گفتگو بھی آپ کو ضرور بھاتی ہوگی...... یہ میری سونے کی گھڑی........ یہ ہیرے کی انگوٹھی بہت قیمتی ہے —— لیکن آپ کی نگاہوں نے تو میری ہر چیز کو تول لیا ہوگا اور اس کی قیمت بھی مقرر کر لی ہوگی۔ (لہجے میں طنز پیدا ہو جاتا ہے) آپ سب شریف آدمی ہیں.... میں —— میں بھی شریف آدمی ہوں اس لئے کہ میرا لباس اچھا ہے۔ میری موٹر اچھی ہے۔ میری انگوٹھی اچھی ہے۔

گنیش: مسٹر جنگل۔

جنگل: خاموش۔ رائے صاحب، خاموش۔ جب ایک شریف آدمی بات کر رہا ہو تو اسے بیچ میں نہیں ٹوکنا چاہئے —— یہ گنوار پن ہے۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں اور میرے پاس وقت بہت تھوڑا ہے۔ مجھے ایک بہت ضروری کام پر جانا ہے۔ میں آوارہ گرد۔ لچا۔ بدمعاش اور رذیل انسان نہیں ہوں۔ اس لئے کہ میں مفلس نہیں۔ میرے پاس بے شمار دولت ہے (ہنستا ہے) بے شمار دولت۔ اتنی کہ مجھ سے سنبھالے نہیں سنبھلتی —— دولت بڑی اچھی چیز ہے۔ یہ نہ ہو۔ تو آپ کیا ہیں.... محض بندر۔

(ہجوم کا شور)

جنگل: خاموش.... اگر دولت نہ ہوتی تو آپ سب بندر ہوتے۔ لوگ ڈگڈگیاں بجا کر آپ کو نچاتے —— آپ کے دماغوں میں بھس بھرا ہے۔ لیکن آپ عقل مند ہیں۔ صرف دولت کی وجہ سے —— آپ بد شکل ہیں۔ آپ کی

توندیں ابھری ہوتی ہیں لیکن آپ خوبصورت ہیں۔ خوبصورت بیویوں کے شوہر ہیں۔ اس لئے کہ آپ دولتمند ہیں ——— آپ بھری محفل میں ڈکاریں لیں۔ میز پر ننگی ٹانگیں رکھ کر بیٹھ جائیں۔ جمائیوں پر جمائیاں لیں۔ لیکن آپ کو کوئی بدتمیز نہیں کہے گا ——— آپ بڈھے ہو کر بھی جوان ہو سکتے ہیں لیکن جن کے پاس دولت نہیں وہ جوانی میں بھی جوان نہیں ہو سکتے ——— دولت عجیب غریب چیز ہے ——— آپ اپنی منحوس اور بھیانک شکل کی تعریف میں شاعروں سے قصیدے لکھوا سکتے ہیں ——— بڑے بڑے آرٹسٹوں سے اپنی تصویر کھچوا سکتے ہیں خوبصورت عورتوں سے رومان لڑا سکتے ہیں ——— دولت عجیب غریب چیز ہے (ہنستا ہے) دولت عجیب غریب چیز ہے (ہنستا ہے) میں بھی دولتمند ہوں ——— بڑا دولتمند (دیوانہ وار ہنستا ہے ——— ہنستے ہنستے آخر میں آواز بالکل کمزور اور مردہ ہو جاتی ہے) بہت بڑا دولتمند۔

شیلا:۔ (ایکدم چیخ کر) جگل ...... جگل ....

(جگل کے گرنے کی آواز۔ ہجوم کا شور)

شیلا:۔ (بھاگ کر جگل کے پاس جاتی ہے) جگل ——— جگل ——— کیا ہو گیا تمہیں ——— گر کیوں پڑے ——— سنتے ہو؟

جگل:۔ (کمزور آواز میں کمزور ہنسی کے ساتھ) میں بہت بڑا دولتمند ہوں ——— بہت بڑا ——— آٹھ روز سے میں نے کچھ نہیں کھایا اور دو مہینے سے بیمار ہوں ——— رائے صاحب۔ آٹھ روز سے میں نے کچھ نہیں کھایا۔ کہاں ہیں رائے صاحب۔

شیلا:۔ (گلوگیر آواز میں) جگل ....

جگل :۔ شیلا جگل نہیں۔ جگل صاحب کہو ــــ ان لوگوں سے فخر کے ساتھ کہو کہ یہ جگل صاحب ہیں ــــ میرے دوست ــــ ان کی پتلون اپنی نہیں کوٹ۔ قمیص۔ ٹائی۔ جوتا۔ انگوٹھی۔ گھڑی ــــ ان میں سے کوئی چیز بھی ان کی اپنی نہیں ــــ یہ سب چیزیں اس کی ہیں جو نیچے اپنی موٹر میں میرا لباس پہنے بندھا پڑا ہے ــــ جانے کون گدھا ہے ــــ لیکن ہے دولتمند رہتا ہے)

شیلا :۔ یہ تم نے کیا کیا جگل؟

گنیش :۔ (مسکرا کر) ایک تماشے کے بدلے دوسرا تماشا ــــ کیا میں اس لباس میں شریف اور مہذب انسان دکھائی نہیں دیتا ــــ کیا ہوا جو مجھے آٹھ روز سے کھانے کو نہیں ملا ــــ کیا ہوا اگر ضعف کے باعث ۔ میری زندگی ختم ہو رہی ہے ــــ کیا ہوا ــــ ایک آوارہ گرد کم ہو جائے گا ــــ ایک ناکارہ انسان یہاں سے دفع ہو جائے گا ..... اچھا شیلا۔ میں اب جاتا ہوں۔

شیلا :۔ کہاں؟

جگل :۔ موت نے بلا بھیجا ہے ــــ وہاں بھی شاید ایسی ہی موت ہو گی۔

شیلا :۔ (گلوگیر آواز میں) میرا تحفہ۔

جگل :۔ تمہارا تحفہ ــــ ہاں تمہارا تحفہ ــــ لیکن میرا سب کچھ تو نیچے موٹر میں پڑا ہے۔ ــــ (وقفہ) تمہارے اس نوکر کا کیا نام ہے؟

شیلا :۔ رامو۔

جگل :۔ رامو۔ ذرا آگے آؤ ــــ آجاؤ۔ ڈرو نہیں۔

(وقفہ)

جگل:- شیلا۔ اس کی آنکھوں میں تمہیں دو میلے آنسو نظر آتے ہیں؟

شیلا:- ہاں۔

جگل:- یہی آنسو میرا تحفہ ہیں جو یہاں اور کسی کی آنکھوں میں نظر نہیں آتے ——— میں نے اپنی زندگی کی سب سے قیمتی چیز تمہیں دے دی ہے ——— رامو بیڑی ہے تمہارے پاس؟

رامو:- ہے سرکار۔

جگل:- ایک سلگا کر مجھے دو۔

(ماچس کی کھڑکھڑاہٹ)

جگل:- (بالکل دھیمے لہجے میں) آوارہ گرد ——— لچا ——— بدمعاش ..... (آواز بالکل ڈوب جاتی ہے)

رامو:- لیجئے سرکار بیڑی۔

جگل:- (سرگوشی میں ——— ہلکی سی ہنسی کے ساتھ) سرکار .....

شیلا:- (ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے) جگل ... جگل ....

(سسکیاں ——— فیڈ آوٹ)

سلیمہ

(تالیوں کا شور —— چند لمحات کے بعد یہ شور بند ہو جاتا ہے)

پرنسپل: یہ رسم جب سے میں اس کالج کا پرنسپل مقرر ہوا ہوں ہر سال باقاعدہ ادا کی جاتی ہے۔ ہر سال اس موقعہ پر تالیوں کے شور کے ساتھ میں اپنی کرسی سے اٹھتا ہوں اور قریب قریب وہی تقریر کرتا ہوں جو میں نے آج سے دس سال پہلے کی تھی۔ تمہیں دیکھ کر میرے دل میں وہی جذبات پیدا ہوتے ہیں جو اس سلسلے کے آغاز پر ہوتے تھے —— آج جب میں نے اس پر غور کیا ہے تو مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں پوسٹ ماسٹر ہوں اور کالج کی یہ بلڈنگ بہت بڑا ڈاک خانہ۔ تم سب خطوط ہو جو کچھ دیر اس بلڈنگ میں رہ کر اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیئے جاتے ہو۔ تم میں سے کچھ بیرنگ ہو جاتے ہیں جس کے باعث تمہارے والدین کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے کچھ غلط ایڈریس کی وجہ سے ادھر ادھر بھٹکتے رہتے ہیں —— بہر حال یہ کھیل ہے بہت دلچسپ۔ ... ہر سال امتحانوں کا ایک چکر شروع ہوتا ہے

اس میں کچھ کامیاب ہوتے ہیں کچھ ناکام حسرت اور غم کی ملی جلی لہریں میں ہر سال دیکھتا ہوں اس وقت میرے سامنے ایسے کئی چہرے ہیں جو کامیابی کے باعث تمتمائے ہیں اس کے ساتھ ساتھ میں ایسے چہرے بھی دیکھ رہا ہوں جو ناکامی کے صدمے سے مرجھائے ہوئے ہیں خزاں اور بہار کا ملا جلا موسم ہر سال آتا ہے اور چند دنوں کے بعد گزر جاتا ہے ـــــ وہ لڑکیاں اور لڑکے جو بی۔ اے کا امتحان پاس کر چکے ہیں یا تو اونچی تعلیم حاصل کرنے کیلئے کسی بڑے کالج میں داخل ہو جائیں گے یا تعلیم کا سلسلہ ختم کر کے نوکری کاموں میں مصروف ہو جائیں گے۔ وہ جو اس امتحان کی دیوار نہیں پھاند سکے۔ دوبارہ کوشش کریں گے.... جو یہاں سے جا رہے ہیں۔ ان کو میں الوداع کہتا ہوں اور ان کی کامیاب زندگی کیلئے دعا کرتا ہوں جو نئے آئے ہیں میں ان کو خوش آمدید کہتا ہوں اور ان کے جاننے کیلئے کہتا ہوں کہ اس تعلیم گاہ میں داخل ہوتے وقت ان لوگوں کو ایک نظر ضرور دیکھ لیں جو باہر جا رہے ہیں... جو خواہش کے باوجود اپنی کمزوریوں کے باعث یا کسی اور وجہ سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ان سے مجھے پوری پوری ہمدردی ہے خاص طور پر مجھے سلیمہ سے بہت ہمدردی ہے جو محنت کرنے کے باوجود اس سال بھی امتحان میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اب میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ خدا کرے آئندہ سال سلیمہ کامیاب ہو جائے

(تالیوں کا شور، اس کے بعد لڑکوں اور لڑکیوں کی ملی جلی آوازیں)

(آہستہ آہستہ ان آوازوں کو مدھم کر دیا جائے اور ذیل کا مکالمہ ان پر سپر امپوز کیا جائے)

ذکیہ :۔ نرملا ـــــ کیا سلیمہ ہال میں موجود تھی؟

نرملا :۔ نہیں تو ـــــ کیوں اوشا ـــــ کیا سلیمہ موجود تھی؟

اوشا:- نہیں تو۔

ذکیہ:- میرا خیال ہے۔ وہ آتی ہی نہیں۔

نرملا:- بیچاری کو دکھ بہت ہوا ہوگا۔

ذکیہ:- ایک بار فیل ہونے ہی سے آدمی کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ وہ تو دوسری دفعہ فیل ہوئی ہے۔

نرملا:- محنت تو بے حد کرتی ہے۔

ذکیہ:- اصل میں یہ سب اس کے مزاج کی خرابی کا نتیجہ ہے۔ کسی سے مدد لینا کوئی گناہ تو نہیں۔ امتحان شروع ہونے سے پہلے میں نے کئی بار اس سے کہا۔ سلیمہ تم میرے گھر آجایا کرو۔ میں تمہیں ساری اکنومکس ازبر کرا دوں گی...... بس یہ سنتے ہی جیسے اس کے مرچیں لگ گئیں۔ تم اپنے آپ کو بہت کچھ سمجھنے لگی ہو ذکیہ۔ تمہارے بغیر گویا اکنومکس کسی کو یاد ہی نہیں ہو سکتی یعنی ایک صرف تم ہی ہو جسے اکنومکس آتی ہے۔ میں تو بالکل گدھی ہوں، بیوقوف ہوں اب نرملا تم ہی کہو میں نے کیا اسے چھیڑنے کیلئے اپنی مدد پیش کی تھی۔ یہ تو سب جانتے ہیں کہ وہ اکنومکس میں بالکل صفر ہے۔ بس دماغ ہی ایسا پایا ہے کوئی اچھی بات بھی کرو تو اسے بری لگتی ہے۔

نرملا:- میرے ساتھ بھی بالکل ایسا ہی ہوا۔ میں نے کہا ایسا نہ ہو کہ تمہارا سائیکولوجی کا پیپر کمزور رہ جائے کہو تو میں تمہیں اپنا نوٹ لا دوں۔ بس یہ سنتے ہی بگڑ گئی۔ نوٹوں کی تو اس کو ضرورت ہوتی ہے جو کتاب سے کچھ سیکھ نہ سکے اور اگر مجھے کسی نوٹ کی ضرورت ہوئی تو میں خود خرید لونگی۔ میں اتنی گئی گذری تو نہیں۔ یہ نوٹ جو تم مجھے دینا چاہتی ہو۔ دو روپے دس آنے کا آتا ہے۔ کوئی اتنی بڑی رقم خرچ تو نہیں ہوتی...... بھئی وہ دن اور یہ دن میری زبان جلے جو میں نے پھر اس سے ایسی بات کی ہو۔

اوشا: کسی کو کیا پڑی ہے جو.....

ذکیہ: پڑی وڑی کی بات نہیں اوشا۔ ہمارے دل پتھر کے تو ہے نہیں۔ اس کو دیکھ کر دکھ نہیں ہوتا اور جب دکھ ہو تو منہ سے ہمدردی کا کوئی کلمہ نکل ہی جاتا ہے ـــــــ

نرملا: پر اسے ہمدردی کی ضرورت بھی ہو..... وہ تو کاٹنے کو دوڑتی ہے۔ اگر اس سے ہمدردی کا ایک لفظ بھی کہہ دیا جائے۔

ذکیہ: جانے اس کے مزاج میں یہ تلخی کہاں سے آگئی۔

اوشا: اے تلخی کو چھوڑو سب کو معلوم ہے کہ بیچاری غریب ہے۔ لیکن اگر اس سے کہو سلیمہ تم ہر روز یہ سبز ساڑھی کیوں پہن کر آتی ہو تو فوراً بگڑ کر جواب دے گی میرے پاس ایسی ایک نہیں کئی ساڑھیاں ہیں۔ مجھے یہ خاص کپڑا اور خاص رنگ بہت پسند ہے۔ پرماتما جھوٹ نہ بلوائے تو اس کے پاس اس ساڑی کے سوا ایک چندی بھی نہیں ہے ـــــــ

نرملا: سر میں تیل لگائیگی ایسا بدبودار کہ ناک پھٹ جائے۔ پر اس سے پوچھو تو یہی کہے گی یہ خاص تیل ہے۔ اس سے بال لمبے ہوتے ہیں مجھے ایسے بھی خوشبودار تیل پسند نہیں۔ لگاؤں تو زکام ہو جاتا ہے۔

اوشا: بی مینڈکی کو بات بات پر زکام ہونے کا خطرہ لاحق رہتا ہے ـــــــ توبہ ہے بھئی۔

ذکیہ: اور دیکھو سب لوگ آتے پر وہ زکام کی بچی نہیں آئی..... (وقفہ) خواہ مخواہ میں نے اسے گالی دی۔ اللہ کی قسم مجھے دکھ ہوا۔ نرملا سچ کہتی ہوں۔ اس کا وحشیانہ پن دور ہو جائے تو اس جیسی اچھی سہیلی تمہیں چراغ لیکر ڈھونڈنے پر بھی نہ ملے گی۔ مگر مصیبت تو یہ ہے کہ بات بات پر بگڑ جاتی ہے۔ ہر وقت بھری بندوق بنی رہتی ہے۔ اس کا کیا علاج کیا جائے۔

(قدموں کی چاپ)

انور:- کس کا علاج . . . .

ذکیہ:- ہم سلیمہ کا ذکر کر رہے ہیں۔ آپ دوستوں وغیرہ سے مل چکے ؟

انور:- جی ہاں۔ تو آپ سلیمہ کا ذکر کر رہی تھیں مگر یہ علاج کا قصہ کیا تھا۔

ذکیہ:- (ہنستی ہے) کچھ نہیں . . . . . اچھا تو اب کس کالج میں داخل ہو جیئے گا۔

انور:- جس میں آپ کہیں ؟

ذکیہ:- نرملا، سنا تم نے، یہ آجکل ایک نیا فقرہ چل رہے ہیں۔ ہر ایک سے یہی کہتے پھرتے ہیں جس میں آپ کہیں . . . . .

(سب ہنستے ہیں)

انور:- آپ سلیمہ کی باتیں کر رہے تھے۔

ذکیہ:- جی ہاں۔

انور:- آپ ؟

ذکیہ:- میں بھی اسی کی باتیں کر رہی تھی۔

انور:- اور آپ ؟

اوشا:- اس گفتگو میں میں بھی شامل تھی۔

ذکیہ:- آپ تو بالکل پولس انسپکٹر بن رہے ہیں۔

انور:- جی نہیں۔ میرے دخل در معقولات کی وجہ یہ ہے کہ میں ابھی ابھی سلیمہ سے گفتگو کر کے آرہا ہوں . . . . .

نرملا:- کہاں ہے ؟

انور:- باہر باغ میں

اوشا ۔ چلو ذکیہ چلیں۔

انور ۔ ٹھہرئیے۔

اوشا ۔ فرمائیے

انور ۔ اس وقت آپ اس کے پاس نہ جائیں تو اچھا ہے۔ اس کی طبیعت بیحد مغموم ہے۔ صدمے نے اس کے دماغ کو درہم برہم کر رکھا ہے۔ وہ آپ لوگوں سے اچھی طرح گفتگو نہ کر سکیگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ کوئی ایسا چبھتا ہوا فقرہ کہدے جس سے آپ میں سے کسی کو رنج پہنچے ۔ وہ اس وقت بالکل بھری بیٹھی ہے۔ کسی نے اس کو چھیڑا تو آفت برپا ہو جائے گی ــــــ

ذکیہ ۔ بڑی مصیبت ہے۔ اب اگر کوئی اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا چاہے تو کیا کرے۔

انور ۔ خاموش رہے۔

ذکیہ ۔ کیسے ؟

انور ۔ بالکل میری طرح ــــــ باغیچے کی طرف سے میرا گذر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک جھاڑی کی چھاؤں تلے بیٹھی ہے اس کی آنکھوں میں دو نا مکمل آنسو دیکھ کر ہی میرے قدم رک گئے اس نے میری طرف دیکھا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ وہ دماغی اضطراب کی آخری حد تک پہنچ چکی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آنا چاہتے ہیں مگر وہ انہیں روک رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتی کہ اس کی کمزوری کا اظہار کسی غیر شخص پر ہو جائے۔ میں نے اس وقت یہ عجیب غریب بات محسوس کی کہ وہ خود کو بھی غیر سمجھ رہی ہے۔ وہ اپنی کمزوری اپنی آنکھوں کو بھی نہیں بتانا چاہتی۔ اس کے حوصلہ اور اس کی قوت ارادی کا میں ہمیشہ معترف رہا ہوں لیکن میں اس کے پاس چلا جاتا تو وہ پہاڑ جو اس نے اتنی محنت سے کھڑا کیا تھا۔ یقیناً ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس ڈر کے مارے میں اس کے پاس نہ گیا۔ اس نے میری طرف دیکھا اور میں نے اس کی طرف۔ اس کے نامکمل آنسو

تکمیل کی آرزو میں تڑپا کئے اور میں یہاں چلا آیا۔

ذکیہ:۔ آپ کا خیال ہے۔ اگر میں اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے مارے گی؟

انور:۔ میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر وہ اس وقت غضبناک حالت میں ہے ناکامی پر ان آدمیوں کی اکثر یہی حالت ہوا کرتی ہے۔ جنہیں اپنے اوپر ضرورت سے زیادہ اعتماد ہوتا ہے۔ وہ ناکامی کو ایک چمڑی کی سی گیند سمجھتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم اسے ایک ہی ٹھوکر سے پرے ہٹا کر اپنا راستہ صاف کر لیں مگر بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ گیند زمین میں گڑ جاتی ہے اور زور زور سے ٹھوکریں مارنے پر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلتی۔ لیکن شاید میرا خیال غلط ہو ——— میں در اصل کوشش کے باوجود سلیمہ کو نہیں سمجھ سکا۔

ذکیہ:۔ ہم سب کے لئے ایک معمہ بنی ہوئی ہے۔

اوشا:۔ یہ تو انور صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ اسے ضرورت سے زیادہ اپنے اوپر اعتماد ہے۔ کیا پتہ ہے، ساری خرابی کی یہی جڑ ہو۔

ذکیہ:۔ ہو سکتا ہے۔

انور:۔ میرے اور اس کے تعلقات کسی حد تک خوشگوار ہی رہے ہیں مگر اس کے باوجود میں نے اس وقت اس سے ہمدردی کا اظہار کرنا مناسب خیال نہ کیا۔ آپ لوگوں سے تو اس کی ہمیشہ چخ چلتی رہی ہے۔ میں سمجھتا ہوں، نرملا بہن کو تو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔ اس صورت میں جب کہ سلیمہ اور آپ کے درمیان ہمیشہ ایک خلیج حائل رہی ہے۔

ذکیہ:۔ ہمارا اس کے پاس جانا واقعی مناسب نہیں۔

انور:۔ اور میری رائے پر اگر عمل کریں تو اس دروازے سے باہر نکل جائیں۔ ممکن ہے آپ کو دیکھ کر اُسے تکلیف پہنچے۔

اوشا:۔ پہنچتی ہے تو پہنچے۔ میں میں تو اس دروازے سے باہر جاؤں گی۔ چڑانے کے لئے بالکل اس کے پاس سے اکڑتی ہوئی چلوں گی۔

انور:۔ اوشا تم نے اسے کلاس میں سب سے زیادہ تنگ کیا ہے۔ اب کالج چھوڑ کر جاتے جاتے اس کے دکھے دل کو اپنی کامیابی کے اظہار سے ٹھیس پہنچانا کیا درست ہوگا... ممکن ہے تمہیں اس میں مزا آئے مگر اس کو یقینی طور پر دکھ ہوگا۔ سلیمہ بہت حساس لڑکی ہے۔

اوشا:۔ تم ہمیشہ اس کی پچ کرتے رہے ہو۔ لیکن یاد ہے۔ اس روز تمہاری اس حساس لڑکی نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا تھا۔

انور:۔ (ہنستا ہے) میری حساس لڑکی؟

(سب ہنستے ہیں)

ذکیہ:۔ سچ تو یہ ہے۔ کلاس میں سلیمہ سے آپ کا سلوک ویسا ہی تھا جیسے ایک باپ کا اپنی بیٹی سے ہوتا ہے۔

انور:۔ (ہنستا ہے) لیکن اس کے باوجود جیسا کہ اوشا نے ابھی ابھی کہا ہے۔ میری شفقت کو وہ ہمیشہ ٹھکراتی اور میری ہمدردی کو ہمیشہ روندتی رہی ہے۔

ذکیہ:۔ ضدی اور بدمزاج لڑکیوں سے آپ اور کس قسم کے برتاؤ کی توقع کر سکتے ہیں۔

انور:۔ اس کی ضد اور بدمزاجی سے آپ کی طرح میں بھی واقف ہوں مگر یہ ضد اور بدمزاجی کیسے ہوئی۔ اس کے متعلق آپ جانتی ہیں نہیں۔ اب ہم سب یہ کالج چھوڑ کر جا رہے ہیں اور وہ اکیلی رہ گئی ہے، اجنبیوں کے درمیان۔ ظاہر ہے کہ نئے لوگ اسے بہت زیادہ پریشان کریں گے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے مزاج میں اور زیادہ چڑچڑاپن پیدا ہو جائے گا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اس لڑکی کا انجام کیا ہوگا۔ تم لوگوں نے غور نہیں کیا کہ وہ کس قدر دُبلی

ہو گئی ہے۔ اس کی ہڈیاں باہر نکل آئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کئی برسوں کی بیمار ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ــــــ میرے جسم پر کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔ جب میں سوچتا ہوں کہ سلیمہ اپنی زندگی کے ایک پُراسرار محاذ پر لڑتی لڑتی تنہا ماری جائے گی۔

ذکیہ:۔ وہ اپنے دل کا حال کسی کو بتائے بھی۔

اوشا:۔ میں تو اس سے کئی بار پوچھ چکی ہوں۔

نرملا:۔ اپنے میلے میٹی کوٹ کی طرح وہ ہمیشہ اسے چھپائے رہتی ہے۔

انور:۔ لیکن اس کا دل اس کے میٹی کوٹ کی طرح میلا نہیں ــــــ مجھے اس کا یقین ہے۔

(دور سے بہت سے لڑکے لڑکیوں کے آنے کی آواز)

انور:۔ ایک گروہ کا گروہ ادھر آرہا ہے۔ آپ چلی جائیں۔ میں نہیں چاہتا کہ سلیمہ کے متعلق یہ لوگ بھی باتیں کریں۔ آپ چلی جائیں۔

(ہجوم کا شور قریب آجاتا ہے۔ نرملا، اوشا اور ذکیہ اس میں شامل ہو جاتی ہیں۔ سب مل کر ایک لہر کی طرح آگے گزر جاتے ہیں۔ آہستہ آہستہ اس شور کو فیڈ آؤٹ کیا جائے اس کے بعد انور کے قدموں کی چاپ، چند لمحات تک اسے قائم رکھا جائے)

انور:۔ (ہچکچاتے ہوئے) سلیمہ . . . . میں تمہارے پاس آسکتا ہوں؟

سلیمہ:۔ (تلخ لہجے میں) تمہیں کس نے روکا ہے۔ آنا چاہتے ہو تو آجاؤ۔

انور:۔ (لمبا وقفہ) تم یہاں بہت دیر کی بیٹھی ہو۔

سلیمہ:۔ ہاں بہت دیر کی بیٹھی ہوں، کہتے ہو تو اٹھ کر چلی جاتی ہوں۔

انور:۔ نہیں نہیں میرا مطلب یہ نہیں کہ تم اٹھ کر چلی جاؤ ـــ میں دراصل تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتا تھا

سلیمہ:۔ کیسی باتیں؟

انور:- تمہارا لہجہ اس قدر سخت ہے کہ ۔ ۔ ۔ ۔

سلیمہ:- بدمزاج جو ٹھہری۔

انور:- نہیں سلیمہ نہیں ۔ ۔ ۔ (وقفہ) میرا یہاں آنا تمہیں ناگوار گزرا ہے تو میں چلا جاتا ہوں

سلیمہ:- تم کہنا کیا چاہتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

انور:- کوئی خاص بات نہیں ۔ ۔ ۔ بس یونہی تم سے باتیں کرنے کو دل چاہا۔ اس لئے چلا آیا — اس سے پہلے بھی میں ادھر سے گزرا تھا مگر تم ۔ ۔ ۔ سلیمہ تنہائی میں تم کیا بالکل نہیں گھبراتی ہو۔

سلیمہ:- کیسی تنہائی ۔ ۔ ۔ میں بالکل تنہا نہیں ہوں۔

انور:- (ہنستا ہے) ہاں اب تم تنہا نہیں ہو۔

سلیمہ:- اس سے پہلے بھی تنہا نہیں تھی تم چلے جاؤ گے۔ پھر بھی میں تنہا نہیں ہونگی ۔ ۔ ۔ ۔

انور:- میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے کیوں اپنی طبیعت پر اتنا بوجھ ڈال رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آدمی تنہا ہونے پر بھی ہجوم میں گھرا ہوا ہو سکتا ہے۔ پر تمہارے متعلق میں تو یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ تم خوفناک طور پر اکیلی ہو۔ تمہارا کوئی دوست نہیں۔ تمہارا کوئی ہمدرد نہیں۔

سلیمہ:- یہاں کالج کی چاردیواری میں اگر میرا کوئی دوست نہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ میں خوفناک طور پر اکیلی ہوں۔ میرے دوست ہمدرد موجود ہیں۔ میں چاہتی تو یہاں بھی اپنے دوست پیدا کر لیتی مگر مجھے ان کی ضرورت نہیں اور ہمدرد اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب کسی کی حالت قابل رحم ہو — میری حالت قابل رحم نہیں — تم ہمیشہ مجھے غلط سمجھتے رہے ہو ۔ ۔ ۔ تم کیا سب مجھے غلط سمجھتے رہے ہیں (ہنستی ہے) اچھی بھلی ہوں۔ چلتی پھرتی ہوں۔ بولتی ہوں، ہنستی ہوں۔ مجھ میں کیا نقص ہے۔ مجھ میں کیا خرابی ہے جو دوسروں کے دل میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ میں سمجھتی ہوں کہ ان لوگوں کے اپنے دماغ کی خرابی کا نتیجہ ہے

انور:۔ لیکن..... لیکن....

سلیمہ:۔ مجھے کسی کی ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ میں جانتی ہوں تم کس غرض سے میرے پاس آئے ہو — ہو سکتا ہے کہ تمہاری ہمدردی میں خلوص ہو مگر مجھے اس کی ضرورت بھی ہو — میں اگر دوبارہ فیل ہو گئی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میرا کوئی عزیز مر گیا ہے۔ میرا بازو ٹوٹ گیا ہے میں لولی لنگڑی ہو گئی ہوں اور جو اس کا یہ مطلب نکالتے ہیں کہ میں کند ذہن ہوں۔ وہ بھی درست نہیں — میں تم سے کہیں زیادہ ذہین ہوں — کونسی بات ہے جو میرے ذہن میں نہیں آسکتی — تم ہی بتاؤ — کلاس میں جب نئے نئے آئے تھے تو کیا میں نے تمہیں فلسفے کے کئی دقیق نکتے نہیں سمجھائے تھے۔ تم کلاس میں سب سے زیادہ ہوشیار طالب علم مانے جاتے تھے لیکن میں کئی بار تمہاری غلطیاں نکال چکی ہوں۔ کیا یہ درست نہیں ہے۔

انور:۔ سلیمہ میں تمہارا یہ خیال توڑنا نہیں چاہتا تھا مگر اب مجبوراً مجھے یہ کہنا پڑا ہے کہ میں ہمیشہ تمہاری حوصلہ افزائی کرتا رہا ہوں — فلسفے کے جو نکتے تم نے مجھے سمجھائے ہیں۔ سراسر غلط تھے۔ ایک لفظ بھی تمہارا صحیح نہیں تھا۔ کلاس میں تم میری غلطیاں نکالتی رہی ہو اور میں تسلیم کرتا رہا ہوں۔ صرف اس لئے کہ تمہارا شغل جاری رہے اور تمہیں ناامیدی نہ ہو۔ آج مجھے محسوس ہوا ہے کہ میرا یہ طرزِ عمل بالکل غلط تھا۔ تم اپنے آپ کو دھوکا دیتی رہیں اور میں تمہاری مدد کرتا رہا۔ یہ میری خطرناک غلطی تھی — یہی وجہ ہے کہ اب میں نے اسے دور کرنے کے لئے تم سے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ اپنی ذہانت اور قابلیت کے متعلق تمہارا دعوے بالکل بے بنیاد ہے۔

سلیمہ:۔ میں جانتی تھی، مجھے معلوم تھا کہ تم بہت بڑے حاسد ہو۔ آج تم نے جو زہر اگلا ہے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تم واقعی حاسد ہو۔ چونکہ میں لائق ہوں۔ ذہین ہوں

اور تمہارے مقابلے میں میری ذہنی قوتیں بہت ارفع و اعلیٰ ہیں۔ اسی لئے تم دوسروں کی طرح مجھ سے خار کھاتے ہو ——— کلاس میں اگر میں نے تمہاری طرف کچھ توجہ دی بھی تو اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ تم دوسروں کے مقابلے میں کچھ اچھے تھے ان کے مقابلے میں تمہارے اندر حسد کا مادہ کچھ کم تھا۔ پر اب معلوم ہوا ہے تم سب سے زیادہ زہریلے ہو ——— (آواز بھرا جاتی ہے) کئی بار تمہاری چکنی چپڑی باتیں سن کر مجھے خیال ہونے لگا تھا۔ کہ شاید تم میرے سچے دوست ہو۔ پر اب تم نے اپنی اصلیت ....

انور:۔ سلیمہ .....

سلیمہ:۔ (آواز زیادہ بھرا جاتی ہے) تم نے اس وقت جو نشتر زنی کی ہے اس کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوا ——— (رونے لگتی ہے) بالکل اثر نہیں ہوا۔ تمہاری کامیابی نے میری ناکامی کا جی بھر کے منہ چڑا لیا ہے۔ اب جاؤ خوشی خوشی اپنے گھر چلے جاؤ ——— آئے تھے وہاں سے ہمدردی کرنے ——— ہمدردی ——— جاؤ اس ہمدردی کو اپنے ساتھ لے جاؤ .... (پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے) مجھے کسی کی پروا نہیں، مجھے کسی کی بھی پروا نہیں۔ تم سب سمجھتے ہو۔ میں تنہا ہوں بے یار و مددگار ہوں۔ اپاہج ہوں۔ (روتے روتے ہنستی ہے) اسی لئے تم مجھے خیرات کے طور پر اپنی ہمدردی کے سوکھے ٹکڑے دیتے ہو .... میں میں نہیں لینا چاہتی یہ بھیک .... میں نہیں لینا چاہتی۔ یہ خیرات .... جاؤ .. جاؤ ... یہاں سے چلے جاؤ .... (بہت زور سے رونا شروع کر دیتی ہے)

انور:۔ جاتا ہوں۔۔۔ جاتا ہوں۔۔۔ لیکن سلیمہ خدا گواہ ہے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔

سلیمہ:۔ جاؤ، جاؤ۔۔۔۔ میں کچھ سننا نہیں چاہتی۔

انور:۔ (افسردگی کے ساتھ) بہت بہتر چلا جاتا ہوں۔

(قدموں کی چاپ۔ اس کے ساتھ ساتھ سلیمہ کی ہچکیاں۔ آہستہ آہستہ

فیڈ آوٹ

انور کا باپ:۔ تم نے یہ بڑی عجیب و غریب کہانی سنائی۔۔۔

انور:۔ اباجی، کہانی نہیں حقیقت ہے۔۔۔

انور کا باپ:۔ کہاں رہتی ہے یہ لڑکی ۔۔۔

انور:۔ معلوم نہیں، کہاں رہتی ہے۔ کالج میں کسی کو بھی اس کے گھر کا پتہ معلوم نہیں تھا میں نے کئی بار پوچھا مگر اس نے بڑی صفائی سے ٹال دیا۔

انور کا باپ:۔ کالج چھوڑ دیا کیا اس نے؟

انور:۔ معلوم نہیں۔ آج قریباً چھ مہینے کے بعد بمبئی سے یہاں آیا ہوں۔ لیکن میرا خیال ہے اس نے تعلیم ترک نہیں کی ہوگی بہر حال آج کسی سے پتہ نکالوں گا۔۔۔۔ میں اس سے ایک بار پھر ملنا چاہتا ہوں ۔۔۔ میری باتوں سے اسے بہت دکھ پہنچا تھا اباجی ۔۔۔ میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں ۔۔۔

(نوکر اندر داخل ہوتا ہے)

نوکر:۔ چھوٹے صاحب ایک لڑکا آپ کے نام خط لایا ہے ۔۔۔

انور :- خط ــــــ

انور کا باپ :- (نوکر سے خط لے کر) پڑھ رہا ــــ

انور :- (دیکھتا ہے۔ وقفہ) سلیمہ ۔۔۔۔ ابا جی وہی سلیمہ ــــ

انور کا باپ :- کیا لکھتی ہے؟

انور :- (گھبراہٹ میں) مسٹر انور ــــ میں مرنے کے قریب ہوں۔ آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ راقم سلیمہ

انور کا باپ :- مرنے کے قریب ہے۔ جاؤ انور بھاگ کر جاؤ ــــ

نوکر :- جو لڑکا خط لایا تھا، باہر کھڑا ہے۔

انور :- اسے روکے رکھو ۔۔۔۔

انور کا باپ :- جاؤ میری موٹر لے جاؤ باہر کھڑی ہے۔

انور :- کیا ہوا اسے؟ ۔۔۔ میں جاتا ہوں ــــ

(قدموں کی تیز آواز ــــ دروازہ ــــ موٹر اسٹارٹ ہوتی ہے پھر چلتی ہے چند لمحات کے بعد یہ آواز فیڈ آؤٹ کر دی جائے)

(دروازہ کھلنے کی آواز)

انور :- سلیمہ، سلیمہ، کہاں ہو تم ۔۔۔۔ ارے ــــ سلیمہ ــــ

سلیمہ :- (نحیف آواز میں) آجاؤ ــــ ادھر میرے پاس آجاؤ ــــ

انور :- میری سمجھ میں نہیں آتا ۔۔۔ کیا ہوا تمہیں ــــ تم ۔۔۔۔ تم ــــ!

سلیمہ :- میں بہت کمزور ہو گئی ہوں ۔۔۔ ہے نا؟ ۔۔۔۔ مجھے معلوم تھا تم یہیں

کہو گے۔ نہیں نہیں میں ابھی کچھ دیر زندہ رہوں گی۔ مجھے تم سے چند باتیں کرنی ہیں۔ بیٹھ جاؤ ——— ادھر ہی بیٹھ جاؤ۔

انور :- میں . . . میں ——!

سلیمہ :- تمہیں حیرت ہو رہی ہے۔ اس غلیظ کمرے کو دیکھ کر، مجھے نہ دیکھو۔ یہاں جس شے کو بھی دیکھو گے۔ تمہیں حیرت ہو گی۔ سب سے بڑی حیرت انگیز چیز تو میں ہوں مجھے دیکھو اور جتنا حیرت زدہ ہونا چاہو، ہو لو۔

انور :- مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں کسی قدر سمجھ رہا ہوں۔

سلیمہ :- خود سمجھنے کی کوشش نہ کرو، مجھے سمجھانے دو ——— میں تمہیں اس دفعہ فلسفے کے دقیق نکتے نہیں سمجھاؤں گی۔ یہ کتابوں کی الجھی ہوئی باتیں نہیں، میرے دل کی تحریر ہے جو بے حد شکستہ خط میں لکھی گئی اور کسی سے نہ پڑھی گئی۔ سچ پوچھو تو جان بوجھ کر میں نے اس بدخطی سے کام لیا ——— میری آواز زیادہ کمزور تو نہیں سن رہے ہو نا ———

انور :- سن رہا ہوں ———

سلیمہ :- انور میری کشتی پاش پاش ہو چکی ہے ——— پتوارے اور پتواروں کے بغیر اسے کئی برس منجدھار میں کھیتی رہی ہوں، پر اب یہ کشتی ہی نہیں رہی۔ اس کو کھینے کی قوت اب بھی میرے بازوؤں میں موجود ہے۔ لیکن میں اب اسے اپنے ساتھ قبر میں لیجاؤں گی۔ انور، کیا وہاں بھی ایسی ہی ٹوٹے ہوئے پتوارے اور پتواروں کے بغیر کشتیاں ملیں گی؟ ——— (وقفہ) ——— تم بولتے کیوں نہیں ——— تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں تیر رہے ہیں ——— میری طرف دیکھو میری آنکھیں

تو بالکل خشک ہیں ——— ہیں نا؟

انور:۔ ہاں بالکل خشک ہیں!

سلیمہ:۔ میں اپنی اس ٹوٹی ہوئی کشتی کے لئے ادھر ادھر سے چند چیتھڑے اکٹھے کر کے بادبان بناتی رہی۔ لیکن طوفانوں نے بڑی بے رحمی سے ان کو چیر پھاڑ دیا انور ——— یہ طوفان اس قدر بے رحم کیوں ہوتے ہیں ——— انہوں نے کیوں اتنا نہیں سوچا کہ اس لڑکی کے پاس مضبوط کپڑا حاصل کرنے کے لئے دام نہیں تھے ——— انور! میں نے جب ان کی طاقت تسلیم کی ہے۔ پھر یہ ظلم کیوں؟ میں اس اندھیری کوٹھڑی میں تن تنہا مشقت کرتی رہی ہوں ہیں۔ میں نے کسی کے آگے دامن نہیں پھیلایا۔ کیا یہ جرم تھا جو اس کی اتنی کڑی سزا مجھے دی گئی؟ میں نے اپنے تمام لطیف جذبات نکال کر باہر پھینک دیئے کہ یہ میرے راستے میں حائل ہونگے میں نے بھوک اور پیاس بھی۔ میں نے اور بہت سی تکلیفیں برداشت کیں۔ صرف اس لئے کہ میں ایک بار امتحان پاس کر لوں اور خود کمانے کے قابل ہو جاؤں ۔ ۔ ۔ لیکن ان تمام قربانیوں کا انجام یہ ہے۔ سوکھے ہوئے ہونٹ گالوں کی ابھری ہوئی ہڈیاں، اور اندر دھنسی ہوئی آنکھیں ان تمام قربانیوں کا انجام یہ ڈراؤنا بھوت ہے جو تمہارے سامنے لیٹا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (وقفہ) میں تھوڑی دیر کے بعد سو جاؤں گی۔ وہ لوہا جو میں اتنی دیر اپنی زندگی کی بھٹی میں سرخ کر کے کوٹتی رہی۔ اب خود بخود مڑ کر قبر کے دہانے کی طرف جا رہا ہے۔ انور! کیا وہاں بھی مجھے یہی بھٹی سلگانی پڑے گی۔ کیا وہاں پہنچ کر یہ لوہا خود بخود مڑ کر کسی اور دہانے کی طرف تو نہیں چلا جائے گا ———

بولو مجھے جواب دو

انور :۔ بڑے بڑے عالم ہی ایسی باتوں کا جواب دے سکتے ہیں۔

سلیمہ :۔ کاش ! تم ایسے عالم ہوتے ! . . . . اب میں کیا کروں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ تم نے تو میری کسی بات کا جواب نہیں دیا۔

انور :۔ کیا چاہتی ہو تم ؟

سلیمہ :۔ میں مر رہی ہوں اور تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا —— اب ایسا کرنا کہ میری یہ دو سبز ساڑھیاں اور یہ ساری کتابیں جو یہاں بکھری پڑی ہیں، اٹھا کر میرے ساتھ ہی دفن کر دینا —— ممکن ہے وہاں یہ چیزیں اور بھی زیادہ مہنگی ملیں۔ میں نے بڑی مصیبت سے یہاں خریدی تھیں —— اور دیکھو کسی اور کو میری موت کی خبر نہ ہو —— چپکے سے مجھے کہیں دفنا دینا۔ اب مجھ سے زیادہ نہیں بولا جاتا —— میرا خیال ہے کہ مجھے اور بھی کچھ کہنا تھا۔

انور :۔ یاد کرو —— (ایک دم تشویش کے ساتھ) سلیمہ۔

سلیمہ :۔ ہاں . . . . انور میرے دماغ پر دھندسی چھا رہی ہے —— سبز ساڑھیاں میرے اردگرد لپیٹی جا رہی ہیں —— کتابوں کے ورق پھڑپھڑا رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے ایک خاموش سی آندھی چل رہی ہے کشتی کا پھندا اڑ رہا ہے —— پتوار تھام دو —— انور ! —— سو گئے کیا؟

انور :۔ نہیں —— سلیمہ —— تمہاری اپنی آنکھیں بند ہو رہی ہیں۔

سلیمہ :۔ ہاں، میری اپنی آنکھیں بند ہو رہی ہیں —— لو اب میں رخصت چاہتی ہوں —— مجھے معاف کر دینا —— ہاں مجھے وہ بات یاد آگئی

—— انور، سن رہے ہو؟

انور:۔ سن رہا ہوں سلیمہ۔

سلیمہ:۔ تم بہت اچھے ہو —— بس مجھے یہی کہنا تھا کہ تم بہت اچھے ہو...

.... تم بہت ہی اچھے ہو ——

(آواز دھیمی ہو جاتی ہے)

(فیڈ آؤٹ)

ہتک

(فیڈ ان ——— پیالی اور پرچ بجانے کی آواز آئے جو آہستہ آہستہ قریب آتی جائے۔ ساتھ ہی ساتھ ہوٹل کے چھوکرے کی سیٹی کی آواز بھی آئے جو کسی فلمی دھن میں ہو۔ ——— بمبئی میں ہوٹل کے چھوکرے جو ہوٹل سے باہر چائے وغیرہ لے کر جاتے ہیں "باہر والے" کہلاتے ہیں یہ عموماً چائے کی خالی پیالی اور پرچ آپس میں بجایا کرتے ہیں کہ بلڈنگ کے رہنے والوں کو ان کی موجودگی کا علم ہو جائے اور وہ آرڈر دے سکیں)

سوگندھی:۔ اے باہر والا۔

باہر والا:۔ آیا ——— (چند سکنڈوں کے بعد) کیا لاؤں سوگندھی۔

سوگندھی:۔ دو چائے لا۔ ایک میں پانی کم ایک میں پانی زیادہ ——— اور دیکھ دو پان ——— ایک پنا سادہ۔ ایک دیسی کالا تمباکو۔

باہر والا:۔ بس

سوگندھی:۔ بس ——— جلدی آ ——— (چٹکی بجاتی ہے)

(باہر والا پیالی اور چمچ بجاتا چلا جاتا ہے۔ چند لمحات تک یہ آواز آتی رہے)

مادھو:۔ کیا نام ہے تیرا؟

سوگندھی:۔ (ادا کے ساتھ) سوگندھی۔

مادھو:۔ سوگندھی ——— اور تیری اس کھولی میں جو بری بری باس آتی ہے۔ چھی چھی چھی ——— کیسے رہتی ہو تم یہاں؟

سوگندھی:۔ لے دو نا کوئی اچھا سا فلیٹ۔

مادھو:۔ پر تیرا دھندا تو یہی رہے گا ——— اس کی بری باس تو آتی ہی رہے گی ——— سوگندھی تیرا نام اتنا اچھا ہے تو آپ بھی اتنی اچھی ہے۔ پر تو یہ کیا دھندا کر رہی ہے ——— کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا؟

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے اور میرا بھاڑا ہے دس روپے۔ جن میں سے ڈھائی دلالی کے چلے جاتے ہیں۔

مادھو:۔ لاج نہیں آتی تجھے اپنا بھاؤ بتلاتے ——— جانتی ہے تو میرے ساتھ کس چیز کا سودا کر رہی ہے اور میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں ——— چھی چھی چھی ——— تیرا بھاڑہ دس روپے ——— اور جیسا کہ تو کہتی ہے ڈھائی روپے دلالی کے ——— باقی رہے ساڑھے سات ——— رہے نا ساڑھے سات؟

سوگندھی:۔ ہاں ساڑھے سات۔

مادھو:۔ ان ساڑھے سات روپیوں میں تو مجھے ایسی چیز دینے کا وچن دیتی ہے

جو تو دے ہی نہیں سکتی اور —— اور (ہنستا ہے) اور میں ایسی چیز تجھ سے لینے آیا ہوں جو میں لے ہی نہیں سکتا۔

سوگندھی:۔ پھر تو آیا کس لئے ہے؟

مادھو:۔ آیا کس لئے ہوں —— (توقف کے بعد جیسے جواب سوچ رہا ہے) یہ تو ہی سوچ کہ آیا کس لئے ہوں —— بات تو یہ ہے کہ تو نے آج تک کبھی سوچا ہی نہیں ہے —— مجھے تو کوئی عورت بھی چلے گی پر میں تجھے چاہتا ہوں —— کیا یہ سوچنے کی بات نہیں؟ —— سوگندھی تو بہت ہی بھولی ہے —— پگلی تیرا میرا ناطہ ہی کیا ہے۔ کچھ بھی نہیں —— بس یہ دس روپے ہیں جن میں سے ڈھائی دلال لے جائے گا اور باقی ادھر ادھر بکھر جائیں گے —— یہ دس روپے جو تیرے اور میرے بیچ میں بج رہے ہیں۔ تیرا من کچھ اور سوچتا ہے اور میرا من کچھ اور۔

سوگندھی: یہ تو کھری بات کہی ہے تو نے۔

مادھو:۔ کیوں نہ کوئی ایسی بات کریں کہ تجھے میری ضرورت ہو اور مجھے تیری —— پگلی دنیا میں روپیہ ہی سب کچھ نہیں ہے —— پریم کے دو سچے بول اگر تجھ سے کوئی بول جائے تو دیکھ کیا ہوتا ہے۔ تیرے جیون کا سب اندھیارا دور ہو جائے گا —— کیا بھاڑا ہے تیری اس کھولی کا؟

سوگندھی:۔ (ایک دم چونک کر جیسے خیالات کی دنیا میں کھو گئی تھی) ک... ک... کیا کہا؟

مادھو:۔ میں کہتا ہوں یہ دھندا چھوڑ —— پونے میں حوالدار ہوں۔ پرشید کا

دیا بہت کچھ ہے ـــــ مہینے میں ایک بار آیا کروں گا تین چار دن کے
لئے..... یہ ..... یہ تیری ناک کو کیا ہو گیا ہے۔ اتنی لال کیوں ہے؟

سوگندھی:۔ لال ہے کیا؟

مادھو:۔ تجھے کچھ پتا ہی نہیں ـــــ سچ ہے تجھے بتانے والا کون ہے۔ تیری ماں
ہوتی، تیرا باپ ہوتا ـــــ تیرا...... کہیں زکام نہ ہو جائے تجھے ٹھہر
میں تیرے لئے دوا لاتا ہوں ـــــ کوئی ڈاکٹر ہے آجو باجو......

سوگندھی:۔ تم چنتا نہ کرو مادھو، یہ کچھ بھی نہیں۔ اپنے آپ ٹھیک ہو جاؤں گی

مادھو:۔ کیا کہا..... (توقف کے بعد) ارے...... یہ ننگی تصویریں تو نے
اپنے سرہانے کیا لٹکا رکھی ہیں...... چھی چھی چھی ـــــ بھئی میرے
ہوتے یہ بالکل یہاں نہیں رہیں گی (تصویریں پھاڑنے کی آواز)...... میں
تجھے اور تصویریں لا دوں گا....... (توقف کے بعد) اور یہ گھڑا ـــــ
کتنا میلا ہے۔ کب کا پانی بھرا ہے اس میں ـــــ اور یہ چیتھڑے ـــــ
یہ چندیاں ـــــ کتنی بری باس آتی ہے ان سے؟ ـــــ اٹھا کر باہر پھینک
ان کو۔ تیرا جی نہیں گھبراتا۔

سوگندھی:۔ رہنے بھی دو۔

مادھو:۔ ارے کیا رہنے دوں ـــــ سالا ہر جگہ کچرا پڑا ہے ـــــ تجھے گھن
نہیں آتی؟ ـــــ کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا؟

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے۔

مادھو:۔ پونا پہنچتے ہی منی آرڈر کر دوں گا ـــــ (توقف کے بعد) کوئی فکر نہیں

تیرے پاس —— تیری بھی نہیں ہوئی — سمجھی تیرے بدن ... تیرا
ہو رہا ہے۔ کتنا دکھ ہوتا ہے مجھے — یہی گھر ہیں تو ... کیا بیماری
دیتی ہے تو اس گھر کا؟ —— یہی گھر ہیں جگہ جا۔ کچھ اپنا ہے برا سا
ہو سکتا ہے —— ہو کیا سکتا ہے ... ہوگا —— تو دیکھتی رہ گیا ہوتا ہے
پونے میں حولدار ہوں۔ مہینے میں ایک بار آیا کروں گا تین چار دن کے لئے۔
—— یہ دھندا چھوڑ اور عزت آبرو کے ساتھ رہ —— اور یہ سالا
کتا؟

(کتا بھونکتا ہے)

سوگندھی: چپ رہ —— دیکھتا نہیں اپنا آدمی ہے۔

مادھو: پھانسی دے سالے کو —— کھجلا کھجلا کر سالے نے ایک بال نہیں
رکھا انگ پر —— بیمار ہے تجھے بھی بیمار کرے گا۔

سوگندھی: پڑا رہنے دو یہیں —— اچھا ہو جائے گا۔

مادھو: اچھا کیا ہوگا —— تو کہتی ہے تو رہے سالا یہیں اور یہی تو کہتی ہیں تیری
روٹیاں توڑنے والے —— سچ تو یہ ہے کہ تیرا دل بڑا ہی اچھا ہے۔ تو کسی
جنور کو بھی دکھ نہیں دے سکتی —— پر مجھے بڑا دکھ ہوتا ہے جب سوچتا
ہوں کہ آج تک کسی نے بھی تیرے اس گن کو نہیں پہچانا —— سوگندھی
(بڑے پیار کے ساتھ) ..... سوگندھی .....

ایلوفٹ:- —— سچ تو یہ ہے ..... کے ساتھ ہی عقب میں بہت مد
فٹ (مجھے اس کے لئے اردو میں کوئی لفظ نہیں مل سکا) موسیقی شروع ہو

مادھو:۔ (عشق آلود لہجے میں) کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا۔

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے۔

مادھو:۔ پونا پہنچتے ہی منی آرڈر کر دوں گا میری جان۔۔۔۔

سوگندھی:۔ مادھو۔

مادھو:۔ اب جاتا ہوں۔ پھر آؤں گا میری جان۔۔۔۔

(نوٹ:۔ ـــــ سوفٹ موسیقی ـــــ چند لمحات کے بعد ہونے سے دروازہ بھیڑنے کی آواز آئے۔ خیال رہے کہ یہ آواز اونچی نہ ہو ـــــ موسیقی پھر بھی جاری رہے ـــــ چند لمحات کے بعد سوگندھی کے ذیل کے الفاظ اس موسیقی کے پردے پر سپر امپوز کئے جائیں)

سوگندھی:۔ ایسا لگتا ہے میں اس حولدار کو برسوں سے جانتی ہوں۔ آج تلک کسی نے مجھے نہیں بتایا تھا کہ میرا بھی ایک گھر ہے جو سورگ بن سکتا ہے۔ (سورگ کہہ کر اس کے یقین میں تھوڑی سی لغزش آجاتی ہے) سورگ ـــــ (فوراً ہی اپنے آپ کو یقین دلا کر)۔۔۔۔۔۔ ہاں ہاں سورگ۔۔۔۔

۔۔۔۔ باس مارنے والے چیتھڑوں اور چندیوں ننگی تصویریں۔ میلے گھڑے اور میرے الجھے ہوئے بالوں کا آج تلک کسی نے خیال کیا تھا ـــــ (اپنے آپ کو مخاطب کر کے) سوگندھی ـــــ تجھ سے کبھی کیا کسی نے یہ کہا تھا: "دیکھ تو آج تیری ناک کتنی لال ہو رہی ہے ـــــ ٹھہر میں تیرے واسطے دوا لاتا ہوں" ـــــ مادھو ضرور مجھ سے پریم کرتا ہے ـــــ

پریم ۔۔۔۔ پریم ۔۔۔۔

(ایک دم دروازہ کھلتا ہے ــــــــ سوگندھی کی ہمسائی روایسی ہی جیسی کہ خود سوگندھی ہے، اندر داخل ہوتی ہے)

ہمسائی:۔ پریم ۔۔۔ پریم ۔۔۔۔۔ پریم ۔۔ سالا جو کوئی بھی آتا ہے وہ یہی کہتا ہے میں تجھ سے پریم کرتا ہوں ۔۔۔۔ سب جانتی ہوں یہ پریم کیا بلا ہے۔

سوگندھی:۔ ہمارے بادا کا کیا جاتا ہے ــــــ بولنے دو جھوٹ ان کو ہم کب ان سے سچ بولتی ہیں ــــــ یہ دھندا ہی ایسا ہے۔ ان کو بھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ ہم کو بھی جھوٹ بولنا پڑتا ہے ــــــ پر کانتا اس جھوٹے جیون میں کوئی سچا بول سنائی دے تو کتنا آنند آیا ہے ــــــ

ہمسائی:۔ سچا بول بھی تو سچا بول نہیں؟

سوگندھی:۔ نہ ہو ــــ پر تھوڑی دیر کے لئے آنند آجاتا ہے ــــــ کاغذ کے پھول ہیں اگر باس ہو تو میں اٹھا کے اپنے جوڑے میں لگا لوں ــــــ جنہیں سچے لینے پہننے کو نہیں ملتے وہ جھول جوڑے جھوٹے گہنوں ہی سے اپنا من پرچا لیتی ہے ــــــ کانتا دنیا میں اگر جھوٹی اور سچی چیزوں کے ساتھ ساتھ ایسی چیزیں نہ ہوتیں جو تھوڑی دیر کے لئے سچی معلوم ہوتی ہیں تو یہ جیون بہت ہی کٹھن ہو جاتا۔

ہمسائی:۔ یہ تو آج کیسی باتیں کر رہی ہے۔

سوگندھی:۔ کوئی چھیڑ گیا ہے میرے ہردے کے تار ــــــ روم روم میں زندگی رچ گئی ہے ــــــ آ ــــ میری گود میں آجا ۔۔۔ ــــ تجھے لوری دے کر

سلاؤں . . . .

کانتا:۔ مسکرا نہیں پھر گیا تیرا۔

سوگندھی:۔ (اور زیادہ پیار کے ساتھ) آ۔ کانتا۔ آ۔ میری گود میں آجا۔ میں تیرے کان کو ہولے ہولے تھپتھپاؤں گی ۔۔۔ دھیرے دھیرے لوری دوں گی ۔۔۔ تو بھی سو جائے گی اور میں بھی سو جاؤں گی آ . . .

لوری

صاف کٹوری کی سی آنکھیں چشمے گنگا جل کے
کیوں دکھ دیتی ہے نندیا کو نین رسیلے مل کے

سو جا ۔۔۔ سو جا

سو جا میری ننھی منی بھولی بھالی کانتا
نندیا نگری میں دیکھے گی سندر سپنے کل کے

اب سو جا ۔۔۔ سو جا

وہ آکاش پہ کالی بدلی ڈول رہی ہے کب سے
تارے چھم چھم ناچ رہے ہیں چاند ابھرا ہے جب سے

سو جا ۔۔۔ سو جا

سو جا میری ننھی منی بھولی بھالی کانتا

نوٹ:۔ لوری ختم ہو تو ساز تھوڑی دیر ہولے ہولے بجتے رہیں۔ پھر سو جائیں۔

دوسرا منظر

(میونسپل کمیٹی کے داروغۂ صفائی نے شراب پی رکھی ہے۔ اپنے کام سے فارغ ہو چکا ہے اور گھر جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔ سوگندھی بھی نشے میں ہے، مگر اس کی زبان میں لکنت نہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے نشے کو لب و لہجہ سے ظاہر کرنے کی کوشش نہ کرے۔ داروغہ کی زبان میں لکنت ہو مگر پروڈیوسر اس بات کا خاص خیال رکھے کہ وہ اس لکنت کو بقدر کفایت استعمال میں لائے)

سوگندھی: سیٹھ بہت پلا دی تم نے ــــــ سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے۔

داروغہ: (ہنستا ہے) بام لگا دو بام ــــــ میرے سر میں جب زیادہ پینے سے درد ہوا کرتا ہے تو میری بیوی مجھے بام ہی لگایا کرتی ہے ــــــ سارے ماتھے پہ بہ تیز تیز باس والی بام چپڑ دیا کرتی ہے اور میں سوچا کرتا ہوں ــــــ میری بیوی بڑی اچھی ہے سوگندھی ــــــ بڑی اچھی ہے ــــــ مجھے اس سے بہت محبت ہے ــــــ ہاں تو بام لگاؤ بام ــــــ بام ــــــ سنا ــــــ بڑی اچھی ہے میری بیوی . . . یہ سالا کتا کیا کر رہا ہے تیرے پلنگ کے نیچے۔

(کتا بھونکتا ہے)

سوگندھی: چپ کر بے . . . میرے سر میں درد ہوتا ہے۔

داروغہ: میں منسی پالٹی کا داروغہ ہوں ــــــ ایسا کتا گولی سے مار دینا چاہیے۔

گولی سے ——— میرے پاس دونالی بندوق ہے ——— کسی دن سالے کو ذبح کر دوں گا ——— اچھا، اب میں جاتا ہوں ——— میری بیوی میری راہ دیکھ رہی ہو گی۔

(اٹھتا ہے اور لڑکھڑا کر گرنے لگتا ہے۔ کرسی سے اس کی ٹکر لگتی ہے)

کتا بھونکتا ہے

داروغہ:۔ (کتے کو ڈانٹتا ہے) اے . . . . . . چپ . . . . بام لگا بام ——— اور بام لگا کے سو جا . . . . خبردار جو بھونکا ——— سو جا . . . . . . (ہنستا ہے) میری بیوی بڑی اچھی ہے ——— جب . . . جب میں زیادہ پی جایا کرتا ہوں تو وہ میرے ماتھے پر بھی بام لگایا کرتی ہے . . . . . . پر آج تو میں نے زیادہ نہیں پی . . . . کیوں سوگندھی . . . . کیا زیادہ پی ہے . . . . ارے . . . . یہ سالا تیرا طوطا کیسا ہے ——— (طوطے کو مخاطب کر کے) لے . . . . گردن کہاں ہے تیری . . . . (ہنستا ہے) سوگندھی یہ کیسے جانور پال رکھے ہیں تو نے . . . . (ہنستا ہے) سالا کتا ہے تو اس کے بدن پر ایک بال نہیں۔ سالا یہ طوطا ہے تو اس کے پر ہی نہیں . . . . . (ہنستا ہے) اس کی گردن کہاں ہے

سوگندھی:۔ سو گیا ہے . . . . (آواز سے معلوم ہے جیسے وہ اپنے آپ سے اور داروغے سے تنگ آگئی ہے۔ اپنے آپ سے اس لئے کہ اس کے سر میں درد ہے اور داروغے سے اس لئے کہ وہ جانے کا نام ہی نہیں لیتا)

داروغہ:۔ (ہنستا ہے) دونوں سو رہے ہیں . . . . . . (کتے کو سیٹی بجا کر بلاتا ہے) . . . سچ مچ سو گیا ہے . . . . اچھا . . . . اچھا تو میں اب جاتا ہوں . . . .

میں تیرے پاس اور ٹھیرتا سوگندھی پر مجھے اپنی بیوی کا خیال ہے ...... میرا
انتظار کر رہی ہوگی ...... بام لگا بام اور سو جا ...... سو جا میری جان۔

سوگندھی :۔ سو جاؤں گی سیٹھ۔

داروغہ :۔ بام لگا بام ...... بڑی اچھی چیز ہے رہنستا ہے، ماتھے پر لگتی ہے تو ایسا
معلوم ہوتا ہے، ٹین کا پترا جڑ دیا ہے کسی نے ...... ٹین ٹھنڈا ہوتا ہے نا ...
دکتے سے) اے، خبردار، جواب تو بھونکا ——— گولی سے اڑا دوں گا ——
میں کہیں زیادہ تو نہیں پی گیا ...... دونالی بندوق ہے میرے پاس ...
اس سالے طوطے کی گردن کہاں ہے ...... سوگندھی ...... سوگندھی
... طوطے کی گردن کہاں ہے۔

سوگندھی :۔ رنشے کی حالت میں) گردن ...

داروغہ :۔ سالی گردن ہی غائب ہے ——— سوگندھی میں جاتا ہوں ———
بھئی مجھے دیر ہو رہی ہے۔ میری بیوی انتظار کر رہی ہوگی۔

سوگندھی :۔ اچھا۔

داروغہ :۔ سالی گردن ہی غائب ہے ...... یہاں بھی نہیں ——— ادھر بھی نہیں،
ادھر بھی نہیں ...... حد ہوگئی ہے ...... سوگندھی تو بام ...
تیرا سر دکھ رہا ہے ...... میری بیوی میرے ماتھے پر یہی ...
...... روپے لے لئے ہیں نا تو نے ...... سوگندھی ...

سوگندھی :۔ ردرد کی تکلیف کے ساتھ) کیا ہے سیٹھ؟

داروغہ :۔ روپے لے لئے ہیں نا تو نے؟

سوگندھی:۔ روپے ..... روپے ... ہاں لے لئے .... مجھے ...
مجھے نیند آرہی ہے۔

داروغہ:۔ سوجا .... ہام مل اور سوجا ..... میں جاتا ہوں ... ... میری بیوی میری راہ دیکھ رہی ہوگی ... بڑی اچھی ہے .... سالی گردن ہی غائب ہے ... اے ..... لے ..... اچھا میں جاتا ہوں ..... تو سوجا .....
پر دروازہ بند کر لیجو اندر سے .....

سوگندھی:۔ اچھا۔

داروغہ:۔ دروازہ بند کر لیجو اندر سے ... ہیں؟

سوگندھی:۔ اچھا۔

داروغہ:۔ سالی گردن ہی غائب ہے ..... حد ہوگئی ہے ..... (یہ کہتا ہوا وہ مائکروفون سے دور ہو جاتا ہے —— آخر میں دروازہ کھولنے کی آواز)
دروازہ بند کر لیجو اندر سے سوگندھی۔
(دروازہ اندر سے بند کر دیا جاتا ہے)

سوگندھی:۔ (تھکے ہوئے لہجے میں) موا جالے کا نام ہی نہیں لیتا تھا ..... اور ..... اور ..... میرا سر درد کے مارے پھٹا جا رہا ہے —— ہام ... ہام مل ہی لوں (شیشی پر سے ٹین کا ڈھکنا اتارنے کی آواز) ..... ماتھے پر بیچ بیچ ٹین کا پترا جڑ دیا گیا ہے ..... دو بج گئے ..... (ہولے ہولے سوفٹ موسیقی شروع ہوتی ہے) اف ... ف ..... سر میں کتنا درد ہے ... پر آنکھیں پھر بھی نیند سے بوجھل ہو رہی ہیں .....

(نوٹ:۔ چند لمحات تک بیک گراؤنڈ میوزک جاری رہے کچھ ہوتے ہوتے
تحلیل ہو جائے ——— اس کے بعد چند سیکنڈوں تک مکمل خاموشی
طاری رہے۔ صرف سوگندھی کے غیر ہموار سانسوں کی آواز آئے ———
اس کے بعد بہت دور سے دستک کی آواز سنائی دے۔ ۔ ۔ ۔ وقفہ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر دستک کی آواز آئے۔ اب کی دفعہ کچھ اونچی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
سوگندھی خواب میں کچھ بڑبڑائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب کے دستک کی آواز
ایک دم اونچی ہو جائے ——— سوگندھی دفعتاً ہڑبڑا کر اٹھ
بیٹھے

سوگندھی:۔ کون ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (وقفہ) کوئی بھی نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(دروازے پر دستک ہوتی ہے)

سوگندھی:۔ (اپنے آپ سے) کون ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (اٹھتی ہے۔ قدموں کی چاپ
——— پھر دروازہ کھولنے کی آواز) ۔ ۔ ۔ ۔ کون رام لال۔

رام لال:۔ (بھنچی بھنچی آواز میں) تجھے سانپ سونگھ گیا تھا یا کیا ہوا تھا۔ ایک کلاک
سے باہر کھڑا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں تو کہاں مر گئی تھی (آواز اور زیادہ دبا کر) اندر
کوئی اور تو نہیں۔

سوگندھی:۔ (نیم غنودگی اور نشے کی حالت میں) نہیں۔

رام لال:۔ (آواز بلند کر کے) پھر تو نے دروازہ کیوں نہیں کھولا ——— بھئی
یوں دھندا ہو چکا ——— گھوڑے بیچ کے سو جاتی ہو۔ کوئی باہر کھڑا کھڑا سوکھ
جائے سالا ——— اب تو میرا منہ کیا دیکھتی ہے دروازہ بھیڑ نے

پی آؤ نا، جھٹ پٹ یہ دھوتی اتار اور وہ اپنی پھولوں والی ساڑھی پہن۔
پوڈر وڈر لگا اور میرے ساتھ چل۔ باہر موٹر میں ایک سیٹھ بیٹھے تیرا انتظار کر رہے
ہیں ـــــ چل چل ایک دم جلدی کر۔

سوگندھی :- (بیمار آواز میں) رام لال میرا جی اچھا نہیں۔

رام لال :- بڑی ہے کوئی تیرے پاس ۔ ۔ ۔ (ایک دم چونک کر) کیا کہا۔
۔ ۔ ۔ جی اچھا نہیں ۔ ۔ ۔ سالا جی اچھا نہیں تھا تو پہلے ہی کہہ دیا ہوتا۔

سوگندھی :- وہ بات نہیں رام لال ۔ ۔ ۔ ایسے ہی میرا جی اچھا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔
بہت پی گئی۔

رام لال :- عیش کرتی ہو عیش ۔ ۔ ۔ تھوڑی بچی ہو تو لاؤ ہم بھی اپنا گلا تر کر لیں۔

سوگندھی :- بچائی ہوتی تو یہ موا سر میں درد ہی کیوں ہوتا ۔ ۔ ۔ (التجا کے سے انداز میں)
رام لال وہ سیٹھ جو باہر موٹر میں بیٹھا ہے اسے یہیں لے آ۔

رام لال :- بھئی واہ ۔ ۔ ۔ جنٹلمین آدمی ہے، یہاں آنے سے گھبراتا ہے
تو آدمی تو پہچان لیا کر ـــــ بھئی واہ ۔ ۔ ۔ ۔

سوگندھی :- بڑے نے گھر میں نہیں جے ۔ ۔ ۔ نہیں نہیں ۔ ۔ ۔ ۔

رام لال :- میں سب جانتا ہوں تو یہ نخرے کیوں کر رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ وہ سالا
پونے کا حوالدار جب سے تیرے یہاں آنے لگا ہے تیرا مزاج ہی بگڑ گیا ہے ۔ ۔ ۔
۔ ۔ سات سال سے یہ دھندا کر رہا ہوں ـــــ تم چھوکریوں کی ساری ہی توں
کی مجھے خبر رہتی ہے ۔ ۔ ۔ سالی اپنا دھن برباد نہ کر ـــــ تیرے انگ کے
کپڑے بھی اتار کر لے جائے گا یہ تیرا پونے کا حوالدار ۔ ۔ ۔ ۔ کیا دیتا ہے تجھے۔

سالا فوکٹ میں بس رہا ہے

سوگندھی:۔ تو کسی بات چھوڑ... ——— میں چلتی ہوں تیرے ساتھ۔

رام لال:۔ تجھے اس سالے نے منع کیا ہو تو بت جا۔

سوگندھی:۔ منع کی کسی بات کی نہیں..... مجھے چھ، دس روپوں کی ضرورت ہے ——— ساتھ والی مدراسن اپنے ملک میں جا رہی ہے بیچاری کے پاس ایک ڈیڑھیا بھی نہیں، بہت دکھی ہے ——— اپنے خرچ کے لیے تو میرے پاس روپے ہیں۔ پر اس کے لئے بھی تو کچھ کرنا ہے.... چل.....

رام لال:۔ یوں سر جھاڑ منہ پھاڑ ساتھ چل پڑے گی ——— ذرا منہ پر چھینٹا مار پوڈر دو ڈر لگا، اپنی وہ پھولوں والی ساڑھی پہن......

سوگندھی:۔ اچھا.....

(چند لمحات کا وقفہ ——— رام لال فلمی دھن میں سیٹی بجاتا ہے)

رام لال:۔ پہلے تین تصویریں تھیں اب چار ہو گئیں ——— یہ سالا ضرور وہ تیرا پونے کا حولدار ہوگا...... واہ رے میرے حولدار ——— ایسا لگتا ہے توپ کے منہ کے سامنے بیٹھا ہے (ہنستا ہے) چل جلدی کر اب.....

یہ لو تیرا وہ منسی پالٹی کا داروغہ ہے ——— اور یہ وہ بیڑی والا سیٹھ...... سالے نے آج تلک ایک بیڑی نہیں پلائی ——— اور یہ.... جلدی کر سوگندھی.... ارے واہ...... یہ پھولوں والی ساڑھی تجھ پر خوب پھبتی ہے..... لوٹ پوٹ ہی ہو جائیں ہمارے سیٹھ تجھے دیکھ کر.....

چل اب چل......

سوگندھی:۔ ٹھہر ... میں ایک ڈونگا پانی کا پی لوں ـــــ پیاس لگی ہے۔

(گھڑے میں ڈونگا ڈالنے اور پانی پینے کی آواز)

سوگندھی:۔ آگ سی لگ رہی ہے سینے میں۔

رام لال:۔ کم پیا کر ... چل اب .....

سوگندھی:۔ چل۔

(دونوں چلتے ہیں ـــــ دروازہ کھلنے کی آواز ... قدموں کی چاپ ـــــ قدموں کی چاپ چند لمحات آتی رہے۔ اس پر ذیل کے مکالمے کا کچھ حصہ سپرامپوز کیا جائے)

سوگندھی:۔ پچھلا پہر ہے رات کا۔

رام لال:۔ کوئی پہر ہو اپنا کام ہے جاتا ... کیوں؟

سوگندھی:۔ ٹھیک ہے۔

رام لال:۔ وہ موٹر کھڑی ہے نکڑ پر۔

سوگندھی:۔ میرا جی اچھا نہیں ـــــ ہوا میں بھی برانڈی کی باس آ رہی ہے۔

رام لال:۔ موٹر کی سیر کرے گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا ـــــ لے تو اب یہاں ٹھہر جا ... میں بات کر لوں۔

(دھیرے دھیرے رام لال کے قدموں کی چاپ)

رام لال:۔ (تھوڑی دیر بعد) ... یک دم اچھی چھوکری ہے۔ ہنسنے کھلنے والی ٹنگ کیسے تو میرا ادھر ... بلاؤں ..... (ذرا آواز بلند کر کے) سوگندھی ادھر آ۔ سیٹھ بلاتے ہیں۔

(صرف سوگندھی کے قدموں کی چاپ)

رام لال:- بیڑی جلا کے دیکھ لو سیٹھ

(بیڑی جلانے کی آواز)

سیٹھ:- یہ چھوکری لایا ہے تُو.... (انتہائی نفرت کے ساتھ) اونہہ.....
ڈرائیور چلو۔

(ایک دم انجن سٹارٹ ہوتا ہے۔ موٹر ایک لمبا سا سانس لیتی
ہے اور یہ جا وہ جا۔ چند لمحات تک موٹر کے چلنے کی آواز آتی رہے)

سوگندھی:- یہ کیا ہوا۔

رام لال:- (ہولے سے) پسند نہیں کیا تجھے۔

سوگندھی:- پسند نہیں کیا مجھے؛

رام لال:- ہاں۔

سوگندھی:- (ایک دم دوڑتی ہے۔ دیوانہ وار چلاتی ہوئی) سیٹھ.... او
سیٹھ.... سیٹھ.... ذرا موٹر روک اپنی.... موٹر روک اپنی....
سیٹھ.... او سیٹھ.... موٹر روک اپنی.... (گلے میں آواز رندھ جاتی
ہے) سیٹھ.... (آواز میں التجا سی پیدا ہو جاتی ہے) سیٹھ.... ذرا
موٹر روک اپنی....

رام لال:- کیا ہو گیا ہے تجھے سوگندھی؟

سوگندھی:- (اپنے خیال میں)... چلا گیا... میرے منہ پہ تھوک
کر چلا گیا.... مجھے پھٹکار کر دھتکار کر چلا گیا۔

رام لال :- میرا وقت بھی خراب کیا سالے نے۔
سوگندھی :- (اپنے خیال میں) اونہہ . . . . یہ چھوکری لایا ہے تو . . . . . چڑیل . . . . یہ چھچھوندر . . . . اونہہ . . . . .
رام لال :- چل اب گھر چل۔
سوگندھی :- اونہہ . . . . دس روپے اور یہ چھوکری . . . . خچر کیا بری ہے۔
رام لال :- چل اب ہٹا اس قصے کو۔
سوگندھی :- رام لال ایک بار تو اس سیٹھ کو پکڑ کر میرے سامنے لے آ . . . . ایک بار پھر وہ بیٹری کی روشنی میرے منہ پر مارے اور "اونہہ" کرے . . . . میں اس کا منہ نوچ لوں . . . . اس کے سر کا ایک ایک بال اکھیڑ ڈالوں . . . . ٹانگوں سے پکڑ کر موٹر کے باہر گھسیٹ لوں اور وہ ہر اِدھر ٹھکے مارنا شروع کر دوں اور جب تھک جاؤں . . . . (ہانپنا شروع کر دیتی ہے) جب تھک جاؤں تو . . . . تو رونے لگ جاؤں . . . .
رام لال :- کیا ہو گیا تجھے ؟
سوگندھی :- (روتی آواز میں) یہ سچ ہے کہ اب میرا وہ پہلا سا رنگ روپ نہیں رہا، جب مجھے کوئی چنتا نہیں تھی اور میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتی تھی پر . . . پر میری جوانی بالکل تو نہیں ڈھل گئی . . . . میں ایسی بری تو نہیں ہو گئی کہ لوگ میرے منہ پر تھوک دیں . . . .
رام لال :- تجھے برا کس نے کہا ہے ؟
سوگندھی :- (غصے کے ساتھ) تیرے اس موٹر والے سیٹھ نے (ایک دم گالی)

دیتے دیتے رک جاتی ہے) ..... جی چاہتا ہے ایسی گالی دوں - ایسی گالی دوں ... پر گالی دینے سے کیا ہوگا ..... میرے سامنے ہو تو میں اس سے صرف ایک بات کہوں ... کپڑے پھاڑ کر اس کے سامنے کھڑی ہو جاؤں اور کہوں ... کیا کہوں کیا نہ کہوں ... کچھ سمجھ میں نہیں آتا ... میرے سارے شریر میں اس کی "اونہہ" نے ہلچل مچا دی ہے ..... (توقف) ..... میں نے اس کا کیا بگاڑا تھا جو اس نے میرا اپمان کیا .....

(موٹر کا ہارن پھر آتا ہے - ایک لمحے کے لئے)

سوگندھی:- موٹر آگئی .....

رام لال:- یہ تو سامنے والی دکان کا بورڈ کھڑکا ہے ... تیرے کان بج رہے ہیں -

سوگندھی:- (ہولے ہولے) میرے کان بج رہے ہیں ... سچ مچ میرے کان بج رہے ہیں ... مجھ میں کیا برائی ہے رام لال ... بتا ..... میں پہلے آج تک کسی بری شکل مشٹنڈے کو اپنے گھر سے دھتکارا ہے؟ ..... میرے بستر پہ ----- میرے ہاتھوں پر ..... میرے منہ پر یہ لوگ الٹیاں کرتے رہے ہیں ... مجھے گھن آتی تھی پر میں نے کبھی ان کو معلوم نہیں ہونے دیا -

رام لال:- ابھی میں چلا ..... (قدموں کی چاپ)

سوگندھی:- موٹر ایک بار پھر آجائے ..... صرف ایک بار ..... سیٹھ میرے منہ پر بیٹری کی روشنی مارے ..... مجھے دھتکارے ..... پر تھوڑی سی مہلت دے کہ میں اسے جواب دے سکوں -

سوگندھی:- (خود ہی بولے مگر بالکل دوسرے لہجے میں - ایسا معلوم ہو کہ اس کا نا طق

وجود بول رہا ہے) ۔۔۔ کیا جواب دے گی تو ۔۔۔۔ ایک بار پھر آتے ۔۔۔۔
ایک بار پھر آتے ۔۔۔۔ یہ کیا رٹ لگا رکھی ہے تو نے ۔۔۔ چل گھر چل ٹھنڈے پانی کا ایک ڈونگا پی اور رام جی کے سوجا ۔۔۔ سیٹھ اور راس کی موٹر کی ایسی تیسی۔

سوگندھی :۔ (خود) سیٹھ اور راس کی موٹر کی ایسی تیسی ۔۔۔۔ پر ۔۔۔ پر ۔۔۔۔

(موٹر کا انجن پھڑ پھڑاتا ہے)

سوگندھی :۔ یہ کیا؟

سوگندھی :۔ (اس کا ناطق وجود) کچھ بھی نہیں ۔۔۔ تیرے کان بج رہے ہیں۔ ۔۔۔ چل گھر چل ۔۔۔ پگلی ۔۔۔ کسی کے کہنے سے آدمی برا تھوڑی ہو جاتا ہے۔

سوگندھی :۔ (خود) بات تو سچی ہے ۔۔۔ کسی کے کہنے سے آدمی برا تھوڑی ہو جاتا ہے

سوگندھی :۔ (ناطق وجود) ۔۔۔ یاد ہے پچھلے کرسمس میں احمد آباد کا ایک لونڈا تیرے پاس آ کے ٹھہرا تھا ——— اس کا بٹوہ کہیں گم ہو گیا تھا ——— تو نے اس کے دس روپے واپس دے دیئے تھے ۔۔۔۔

سوگندھی :۔ (انتہائی بے چارگی کے ساتھ) اس سمے کوئی مجھ سے کہہ دے سوگندھی ——— تو تو بہت اچھی ہے "

سوگندھی :۔ (ناطق وجود) کسی کے کہنے نہ کہنے سے کچھ نہیں ہوتا سوگندھی ——— تو ہے ہی اچھی ۔۔۔ چل اب گھر چل ۔۔۔۔

سوگندھی :۔ (خود) چل اب گھر چل ۔۔۔۔

(چند لمحات تک قدموں کی چاپ ۔۔۔ دروازے کی کنڈی کھڑکھڑاتی

ہے)

سوگندھی:۔ (حیرت سے) یہ تالا کس نے کھولا؟

(دروازہ کھولتی ہے)

سوگندھی:۔ کون... مادھو۔

مادھو:۔ (ہنستا ہے)... آج تو نے میرا کہا مان ہی لیا... فجر کی سیر تندرستی کے لئے بڑی اچھی ہوتی ہے (ہنستا ہے) ہر روز اسی طرح سیر کو جایا کرے تو تیری ساری سستی یوں دور ہو جائے یوں (چٹکی بجاتا ہے)... وکٹوریہ گارڈن تک تو ہو آئی ہو گی تو... کیوں؟ (ہنستا ہے)

سوگندھی:۔ میں آج تیری راہ ہی دیکھ رہی تھی۔

مادھو:۔ (ہنستا ہے — ہنستے ہنستے تھوڑا سا چونک کر) میری راہ دیکھ رہی تھی تو... تجھے معلوم تھا کہ میں آج آنے والا ہوں۔

سوگندھی:۔ (مسکرا کر) میں نے رات تجھے سپنے میں دیکھا تھا... اٹھی تو کوئی بھی نہیں تھا۔ سوچی نے کہا چلو کہیں باہر گھوم آئیں... اور...

مادھو:۔ (کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ) اور میں آ گیا... بھئی وہ جو کسی نے کہا ہے کہ دل کو دل سے راہ ہے ایک دم ٹھیک ہے... یہ سپنا تو نے کب دیکھا تھا؟

سوگندھی:۔ چار بجے ہوں گے۔

مادھو:۔ اور میں نے... میں نے کتنے بجے دیکھا تھا... ہاں دو بجے... جیسے تو پھولوں والی ساڑھی... ارے، بالکل یہی ساڑھی پہنے میرا بازو

میں کھڑی ہے.... تیرے ہاتھوں میں .... کیا تھا تیرے ہاتھوں میں
.... ہاں تیرے ہاتھوں میں روپوں سے بھری تھیلی ہے۔

سوگندھی:- تھیلی:

مادھو:- ہاں تھیلی.... تو نے وہ تھیلی میری جھولی میں رکھدی اور کہا- مادھو۔ تو
چنتا کیوں کرتا ہے.... ارے لیتا کیوں نہیں- تیرے میرے پیسے کوئی دو ہیں؟
... یہ سنکر سوگندھی تیری جان کی قسم! ایکدم ٹکٹ کٹا کے ادھر چلا آیا....
.... کیا سناؤں- بڑا لفڑا ہو گیا ہے- بیٹھے بٹھائے ایک کیس میں پھنس گیا ہوں۔

سوگندھی:- کیس؟.... (گھبرا کر) جیل ویل کا تو ڈر نہیں۔

مادھو:- بیس تیس روپے ہوں تو انسپکٹر کی مٹھی گرم کر کے چھٹکارا مل سکتا ہے...
... لیٹ جا آرام سے.... تیرے پیر دبا دوں ــــ سیر کی عادت نہ ہو تو
تھکن ہو ہی جایا کرتی ہے.... ادھر میری طرف پیر کر کے لیٹ جا۔

سوگندھی:- تو مٹھی چاپی چھوڑ مادھو.... میرا تو دل دھک دھک کرنے لگا ہے
ــــ ساری بات سنا مجھے- بیس تیس کیا سو پچاس بھی خرچ ہو جائیں
تو کوئی بات نہیں ــــ واپس کب جائے گا تو؟

مادھو:- دوپہر کی گاڑی سے.... زیادہ دینے کی ضرورت نہیں... پچاس
میں کام چل جائے گا۔

سوگندھی:- سو لے جا....

مادھو:- سو؟

سوگندھی:- ہاں... ہاں.... ادھر ہٹ مجھے اُٹھنے دے۔

(وقفہ)

سوگندھی:- پچاس کے تھے نا تولے۔

مادھو:- دھنستا ہے (تصویروں کے پیچھے چھپا کے رکھا ہے مال پانی دھنستا ہے)

(سوگندھی کھلکھلا کے ہنستی ہے ۔۔۔ تیز اور نوکیلی ہنسی)

مادھو:- (گھبراہٹ کے ساتھ) کس کا فوٹو دیکھ کر تو ہنسی ہے اس زور سے۔

سوگندھی:- اس کی ۔۔۔ ہنسی پالسی کے اس داروغہ کی ۔۔۔۔۔ مادھو ذرا اٹھو بڑا تو دیکھو اس کا ۔۔ کہتا تھا ایک رانی مجھ پر عاشق ہو گئی تھی ۔۔۔۔ (انتہائی نفرت کے ساتھ) ۔۔۔۔۔ اونہہ ۔۔۔۔ (فریم کیل سمیت اکھاڑ لیتی ہے۔ ——— پھر فرش پر دے مارتی ہے۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز) رانی مہنگن کچرا اٹھانے آئیگی تو میرے اس راجہ کو بھی لے جائے گی۔ (اپنے ٹکرے میں ذیکیمی ہنسی)

مادھو:- (کھسیانی ہنسی) ہی ہی ہی ۔۔۔۔

سوگندھی:- (دوسرا فریم کیل سمیت اکھاڑتی ہے) اس سالے کا یہاں کیا کام ہے ۔۔۔۔۔ بھونڈی شکل کا کوئی آدمی یہاں نہیں رہے گا ۔۔۔۔ کیوں مادھو (فریم زمین پر پٹک دیتی ہے)

مادھو:- (کھسیانی ہنسی) ہی ہی ہی ۔۔۔۔

سوگندھی:- اور یہ گھن چکر ۔۔۔ اور ۔۔۔

مادھو:- (کھسیانی ہنسی) ۔۔۔۔ میرا فوٹو۔

سوگندھی:- (ایک فریم اکھیڑتی ہے۔ پھر دوسرا)

مادھو:۔ ہائیں

(سوگندھی وہ فوٹو فریم فرش پر دے مارتی ہے)

مادھو:۔ (ہنسنے کی کوشش کرتا ہے) اچھا کیا۔ . . . . . مجھے بھی یہ فوٹو پسند نہیں تھا۔

(ہنسنے کی کوشش کرتا ہے)

سوگندھی:۔ (بالکل بدلے ہوئے لہجے میں) تجھے اپنا فوٹو پسند نہیں تھا . . . . یہ اپنی صورت تو بہت پسند ہوگی۔

(مادھو ہنسنے کی کوشش کرتا ہے)

سوگندھی:۔ یہ تیری پکوڑا ایسی ناک . . . . یہ تیرا بالوں بھرا ماتھا . . . . یہ تیرے سوجے ہوئے نتھنے . . . . یہ تیرے مڑے ہوئے کان . . . . یہ تیرے منہ کی باس یہ تیرے انگ کا میل . . . . بڑا سندر جوان ہے نا تو . . . . پونے میں حوالدار ہے . . . . مہینے میں دو تین دن میرے ہاں آتا ہے . . . . .

مادھو:۔ (جھڑک کر) سوگندھی . . . . مجھے ایسا لگتا ہے کہ تو نے پھر اپنا دھندا شروع کر دیا ہے ——— دیکھ اب کے تجھ سے آخری بار کہتا ہوں ——— مان جا میرا کہنا، نہیں تو پچھتائے گی ——— عزت آبرو کے ساتھ رہ ——— اس مہینے کا خرچ پونا پہنچتے ہی تجھے منی آرڈر کر دوں گا . . . . . کیا بھاڑا ہے اس کھولی کا۔

سوگندھی:۔ اٹھارہ روپے بھاڑا ہے اس کھولی کا اور دس روپے بھاڑا ہے میرا (مادھو کے انداز میں) . . . . اور جیسا تجھے معلوم ہے ڈھائی روپے دلالی کے

باقی رہے ساڑھے سات ــــــ رہے نا ساڑھے سات..... پگلے تیرا میرا
ناتا ہی کیا ہے. کچھ بھی نہیں ــــــ بس یہ دس روپلے ہیں جو تیرے اور میرے
بیچ میں ناچ رہے ہیں ــــــ آ۔ دونوں مل کر کوئی ایسی بات کریں کہ تجھے میری
ضرورت ہو اور مجھے تیری..... کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا.....
یہ تیری ناک اتنی لال کیوں ہو رہی ہے اور یہ تو نے اپنے بالوں کا کیا ستیاناس
کر رکھا ہے۔

مادھو:۔ سوگندھی میری ٹوپی.....

سوگندھی:۔ تو ٹوپی کہتا ہے اسے..... یہ تو چیتھڑا ہے..... کتنی باس مارتا ہے
اٹھا کے باہر پھینک اس کو۔

(ٹوپی گرنے کی آواز)

مادھو:۔ سوگندھی۔

سوگندھی:۔ کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا..... پرمیشر کا دیا بہت کچھ ہے پونے
میں حولداری چھوڑ ــــــ کیا تجھے یہ دھندا کرتے لاج نہیں آتی ــــــ یہاں
میرے ساتھ عزت، آبرو کے ساتھ رہ..... کیا بھاڑا ہے یہاں سے پونے کا۔

مادھو:۔ سوگندھی۔

سوگندھی:۔ سوگندھی کے بچے تو آیا کس لئے ہے یہاں..... ماں رہتی ہے تیری
اس کھولی میں جو تجھے پچاس روپے چپکے سے دے دیگی یا تو کوئی ایسا گبھرو جوان
ہے جو میں تجھ پر عاشق ہو گئی ہوں..... کمینے کتے مجھ پر رعب گانٹھتا ہے...
بھک منگے تو اپنے آپ کو سمجھ کیا بیٹھا ہے ــــــ چور اچکے ــــــ لفنگے ــــــ

شہدے: ـــــ بدمعاش .....

مادھو:۔ (دب کر) سوگندھی۔ کیا ہو گیا ہے تجھے؟

سوگندھی:۔ تیری ماں کا سر..... الّو کے پٹھے تو ہوتا کون ہے مجھ سے یہ پوچھنے والا نکل یہاں سے..... دور ہو جا میری نظروں سے .....

(کتا بھونکنا شروع کرتا ہے)

مادھو:۔ م.....م.....میری لڑکی۔

سوگندھی:۔ بڑی پڑی ہے تیری بہیں خبر دار جو تو نے اٹھائی..... تو پونا پہنچ میں آسے منی آرڈر کر دوں گی (ہنسنا شروع کر دیتی ہے ــ بے تحاشا ـــ کتا اس ہنسی کا ساتھ دیتا ہے اور زور زور سے بھونکتا ہے ـــ چند لمحات کے بعد بھونکتا بھونکتا وہ مائکروفون سے دور ہو جاتا ہے جیسے وہ مادھو کے پیچھے پیچھے باہر چلا گیا ہے ـــ سوگندھی کی تھکی ہوئی ہنسی کی آواز آتی ہے جو فوراً ہی سسکیوں میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ سوگندھی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیتی ہے .....)

سوگندھی:۔ (سسکیوں کے ساتھ اپنے کتے کو پکارتی ہے) پچ پچ پچ... موتی ..... آ ... میرے راجہ آجا.... آجا.... آ مر جائیں .....

(لوری کا میوزک شروع ہوتا ہے ـــــ سوگندھی کتے کو لوری دیتی ہے ـــــ لفظ ادا نہیں کرتی۔ صرف ہوں ہوں کرکے لوری کا انترہ اور استھائی گاتی ہے ـــــ آہستہ آہستہ فیڈ آؤٹ)

سعادت حسن منٹو

منٹو نہ تو کسی کو شرم دلاتا ہے نہ کسی کو راہِ راست پر لانا چاہتا ہے۔ وہ تو بڑی طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ انسانوں سے یہ کہتا ہے کہ تم اگر چاہو بھی تو بھٹک کے بہت دُور نہیں جاسکتے اس اعتبار سے منٹو کو انسانی فطرت پر کہیں زیادہ بھروسہ نظر آتا ہے۔

محمد حسن عسکری

منٹو نے زندگی کے زہراب کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ چھُوا ہے، چکھا ہے اور اب وہ ایک نشتر بن کر سماج کے فاسد مادے کو خارج کرنا چاہتا ہے۔ مریض چیختا ہے، چلاتا ہے، بین کرتا ہے۔ منٹو کو اس کی پرواہ نہیں وہ اس قدر بے رحم ہے کہ کلوروفارم دینا بھی پسند نہیں کرتا۔

کرشن چندر

منٹو آدم کی جرأت گناہ کا قائل ہے۔ منٹو کا انسان نُوری ہے نہ ناری، وہ آدمِ خاکی ہے ——— وہ وجود خاکی جس میں بنیادی گناہ فساد قتل و خون وغیرہ کے باوجود خدا نے نوری فرشتوں کو حکم دیا تھا کہ اس کے سامنے سجدہ ریز ہو جائیں۔

ممتاز شیریں